طلاق، خلع اور حلالہ

قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے تناظر میں

تحقیقی جائزہ

www.KitaboSunnat.com

تصنیف فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ

ترتیب حافظ محمد عثمان یوسف فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ ضیاء الحدیث
ZIAUL-HADEES LAHORE

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

طلاق، خلع اور حلالہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

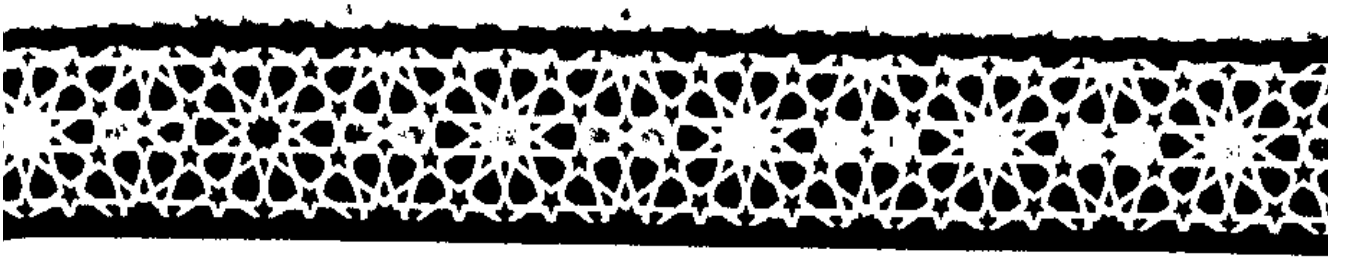

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

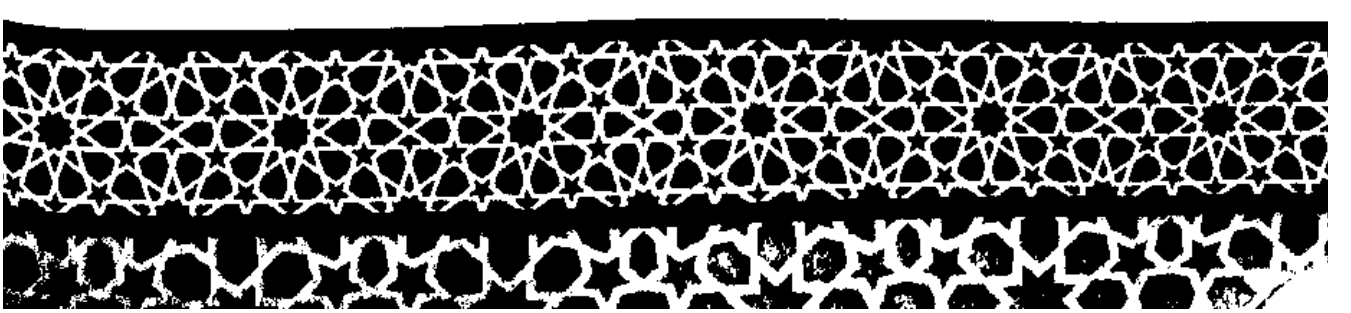

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

❁ پیش لفظ	11
❁ تقریظ	18
❁ عرضِ مؤلف	22
❁ پس نوشت	25
❁ نباہ کی حکمت عملی اور طریقۂ طلاق	28
❁ عورت کے ساتھ نباہ کرنے کا طریقہ	28
❁ عورت کی ایک فطری کمزوری کا لحاظ رکھنے کی ہدایت	29
❁ وعظ و نصیحت، بستر سے علیحدگی اور کچھ گوشمالی	30
❁ حَکَمَین (دو ثالث) مقرر کرنے کی تلقین	32
❁ طلاق دینے کے آداب یا طریقہ	32
❁ ایک طلاق کے فوائد	33
❁ مروّجہ حلالہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے	34
❁ بیک وقت تین طلاقیں دینے کے نقصانات	37
❁ طلاق مرد کا حق ہے	38
❁ عورت کو اللہ نے طلاق کا حق نہیں دیا	39
❁ طلاق کا صحیح طریقہ	41
❁ دوسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد بھی رجوع کا حق	42

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- اسلام میں ہر مشکل کا حل ہے 44
- ایک اور ضروری وضاحت 44
- عورت کو اپنا رویہ صحیح رکھنا چاہیے 46
- طلاق کی قسمیں 48
- طلاق رجعی 48
- طلاق بائن 48
- طلاق بائنہ مُغلّظہ 48
- طلاق بالکنایہ 49
- احناف کی بیان کردہ طلاق کی تین قسمیں 49
- طلاق حسن، طلاق کی بدترین قسم ہے 49
- مسئلہ طلاق ثلاثہ اور اس کی نوعیت 51
- صحیح طریقۂ طلاق اختیار کرنے کا فائدہ 51
- قرآنی دلیل 53
- احادیث سے استدلال 54
- متعدد حنفی علماء کا اعتراف 55
- مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی کا فتویٰ 55
- مولانا کفایت اللہ حنفی مفتیٔ اعظم ہند کا فتویٰ 56
- مذاہبِ اربعہ کا متفقہ موقف 58
- فقہ مالکی کا فتویٰ 58
- فقہ حنبلی کا فتویٰ 59
- فقہ شافعی کا فتویٰ 59
- فقہ حنفی کا فتویٰ 60

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- مولانا مجیب اللہ ندوی 60
- مفتی مہدی حسن سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند 60
- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی 61
- از مرتب 63
- مسلم ممالک میں طلاق کا قانون 64
- مولانا اشرف علی تھانوی کا طرز عمل 65
- آمدم برسر مطلب 66
- پس چہ باید کرد؟.. 67
- گزشتہ مباحث کا خلاصہ 68
- علمائے احناف کے فقہی جمود کا نتیجہ 70
- مسلمانوں میں تین طلاقیں نکاح ختم کرنے کی بدترین قسم ہے 71
- بھارتی سپریم کورٹ نے اکٹھی تین طلاقوں کو غیر قانونی قرار دے دیا 72
- بھارت میں نیا قانون 73
- ایک مجلس کی تین طلاقوں کا صحیح حل 74
- ایک دوسرا رخ 75
- انسانی قانون اور الٰہی قانون میں فرق کی ایک واضح مثال 76
- عورت کا حق خلع اور اس کے مسائل 78
- جواز خلع کے دلائل 78
- نان ونفقہ مہیا نہ کرنے پر علیحدگی کا جواز 81
- آثار صحابہ وتابعین 83
- فقہ حنفی کی صراحت 83
- نامردی کی صورت میں علیحدگی کا جواز 84

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- بعض دیگر بیماریوں کی وجہ سے علیحدگی کا جواز 85
- معقول وجہ کے بغیر خلع کے مطالبے پر سخت وعید 87
- خلع کے چند ضروری مسائل 88
- ❁ خلع کے بارے میں احناف کا موقف، ایک ضروری وضاحت 89
- حق خلع کے بارے میں علمائے احناف کی تصریحات 92
- ''کیا خلع عورت کا حق ہے؟'' 92
- تبصرہ 92
- ایک اور حنفی مفسر کا حقِ خلع کا انکار 93
- تبصرہ 93
- دعوائے اجماع؟ 94
- علیحدگی کے لیے طرفین کی رضامندی کی شرط؟ 95
- مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی پُراَسرار خاموشی 96
- ❁ عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنا، شریعت میں تبدیلی ہے 97
- شریعت سازی کا حق کسی کو حاصل نہیں 97
- مرد کے حقِ طلاق کے مقابلے میں عورت کے لیے حقِ خلع 101
- علمائے احناف کا فقہی جمود، خلع کا انکار 101
- فقہائے احناف کی شریعت سازی 102
- کون سی شرطیں قابل اعتبار یا نا قابل اعتبار ہیں؟ 103
- عہد رسالت کا ایک واقعہ اور فیصلہ کن فرمان رسول ﷺ 105
- چند شبہات و اشکالات کا ازالہ 107
- آیت تخییر 107
- أَمْرُكِ بِيَدِكِ 109

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ توکیل (وکیل بنانے) کی اجازت	114
❁ تفویض طلاق	115
❁ ایک اور عجیب جسارت یا حیلہ	116
❁ حلالۂ ملعونہ مروجہ کا جواز، قرآن سے؟	118
❁ جوازِ حلالہ کے دلائل کا جائزہ	118
❁ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم	119
❁ فرمان رسول اور صحابہ کے موقف کے برعکس فقہائے احناف کا مسلک	121
❁ دلائل سبعہ کا تحقیقی جائزہ	121
❁ احناف کی پہلی دلیل پر تبصرہ	122
❁ دوسری دلیل پر تبصرہ	123
❁ تیسری دلیل پر تبصرہ	125
❁ چوتھی دلیل پر تبصرہ	126
❁ پانچویں دلیل پر تبصرہ	128
❁ ترجمۂ حدیث	129
❁ قرآنی آیت سے استدلال کی حقیقت	129
❁ مولانا تقی عثمانی صاحب سے سوال	135
❁ علمائے احناف سے بھی چند سوال	135
❁ عموم قرآن کی تخصیص میں، حدیث رسول سے گریز کے نقصانات	136
❁ چھٹی دلیل پر تبصرہ	141
❁ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی اہمیت اور اس کی بے بنیاد تاویل	142
❁ ساتویں دلیل پر تبصرہ	144
❁ ایک اور حقیقت کی وضاحت! حنفی مدارس میں تدریس حدیث کا انداز اور مقصد	146

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❁ تبصرہ	151
❁ احکام شرعیہ میں علّت کا مسئلہ	154
❁ حکم لعنت میں بیان کردہ علت کی حقیقت	158
❁ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں	159
❁ حلالے کی بابت صاحب ''المنار'' کی وضاحت	161
❁ پس نوشت	164
❁ حیلے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، مولانا تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ	165
❁ حلالہ مروجہ اور قرآنی حلالہ کے درمیان فرق (از حافظ محمد شکیل اوج)	165
❁ حلالہ قرآن کے خلاف سازش ہے!	171
❁ حلالہ سراسر لغو اور لعنتیوں کا کام ہے!	172
❁ اسلام (حلالے کے جواز جیسی) ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہوگا!!	173
❁ نکاح بشرطِ تحلیل حرام اور موجب لعنت ہے!	175
❁ حلالے کی رائج شکل بالکل متعہ کی طرح ہے!	176
❁ ایک حوالے کی بابت استفسار اور اس کا جواب	178
❁ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ	179
❁ مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند کا فتویٰ	180
❁ محولہ مسئلے (یا حیلے) کی بابت دو مستند حوالے	181
❁ موجودہ علمائے احناف و مفتیان کرام سے استفسار کر لیا جائے	183

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِیْنَ ، وَبَعْدُ :

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ انسان کے اس دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے۔ ایک نیک اولاد کی والدین کے حق میں دعائے مغفرت، دوم صدقہ جاریہ اور سوم علمِ نافع کا اجرا۔

الحمدللہ والد گرامی حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ نے دائمی اجر وثواب کے حامل اعمال کا خوب اہتمام کیا۔ ہم جو ان کی اولاد ہیں، ہماری تربیت انھوں نے اس طور پر کی کہ اٹھتے بیٹھے آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آخرت کی ہر منزل آسان کرے اور آپ کو صدیقین وشہداء اور انبیاء کا جوار نصیب فرمائے۔

حقیقت یہ ہے کہ علمِ نافع والد گرامی کا وہ خاص وصف رہا جس سے ہر خاص وعام آج تک ان کی تصانیف وتحقیقات کی صورت میں مستفید ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ ہوتا رہے گا۔

والد گرامی کی تحریروں کا خاصہ ان کی اعلیٰ پائے کی تحقیقات ہیں۔ ان تحقیقات کے سلسلے میں انھوں نے ہمیشہ حق پرستی وحقیقت پسندی کا ثبوت دیا اور کسی طرح کی مداہنت کبھی اختیار نہ کی۔ جو بات لکھی بھرپور حکمت کے ساتھ لیکن ڈنکے کی چوٹ پر لکھی۔ جو لکھا کھل کر لکھا اور اظہارِ حق کا فریضہ بخوبی ادا کیا۔ تحقیق وتالیف کی ہر پُر خار گھاٹی یوں پار کی کہ دامن سے ایک کانٹا تک نہ الجھ سکا۔ قبر پرستی کا ابطال کرنے کے سلسلے میں کس کس کو گستاخی اولیاء کے فتووں سے نہ نوازا گیا، مشاجرات کی بحثوں سے افراط وتفریط کا شکار ہوئے بغیر بھلا کون اپنا دامن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچا کر گزر سکا، حقوقِ نسواں کے ساتھ کس کی ہمت ہوئی کہ حقوقِ مرداں پر اپنے قلم وقرطاس کو حرکت دیتا لیکن والد گرامی ان پُر خطر وادیوں سے بسلامت گزر گئے۔ واقعہ کربلا پر لکھا تو یوں لکھا کہ ابن معاویہ کی تعدیل کے ساتھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت برقرار رہی۔ خلافت و ملوکیت کا رد لکھا تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عزت پر بھی حرف نہ آیا۔ قبر پرستی پر لکھا تو مزارات کی حرمت کے ساتھ اولیاء کی عظمت کا پاس رہ گیا۔ توحید وشرک پر لکھا تو فتویٰ بازی کے بجائے اصلاح کا پہلو غالب رہا۔

ایسا کیونکر ہوسکا، اس لیے کہ والد گرامی علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ جیسے علم دوست اور اہل علم سے محبت کرنے والی شخصیت کے زیرِ سایہ تربیت پائے تھے۔ درسِ نظامی کے اول سال ہی سے والد گرامیؒ نے درسی کتابوں کے علاوہ علمی اور ادبی رسائل و جرائد کا بھی مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ ان رسائل و جرائد میں ماہنامہ تجلّی (دیوبند)، چراغِ راہ (کراچی)، فاران (کراچی)، سیارہ (لاہور)، ترجمان القرآن (لاہور)، رحیق (لاہور)، ہفت روزہ شہاب (لاہور)، ہفت روزہ ایشیا (لاہور) نمایاں تھے۔ علاوہ ازیں انھوں نے مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا ابوالحسن ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی جیسے متعدد اصحاب قلم کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا اور مولانا ابوالکلام آزاد، قاضی سلیمان منصور پوری، علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی کتابوں سے بالخصوص علمی جواہر اخذ کیے۔

یہ ان کی وسعت مطالعہ کا اثر تھا کہ جس سے اختلاف کیا، ادب سے کیا۔ دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سید مودودی سے بھرپور اختلاف کیا لیکن اس قدر تہذیب وشائستگی کے ساتھ کہ اپنی بات بھی کہہ گئے، سید مودودی کے افکار کا انتقاد بھی ہو گیا اور سید کی شخصیت کے احترام کا پاس بھی رہ گیا۔ سید مودودی کی "خلافت وملوکیت" پر اس سے زیادہ سنجیدہ اور شائستہ نقد کسی اور اہل علم سے نہ بن پڑا اور کسی نہ کسی حد تک سب کی تنقید تند و تیز ہوگئی لیکن والد گرامی کا، عین عالم شباب میں جبکہ جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے، قلم کو یوں سنبھال کر چلانا، ان کی طہارتِ طینت اور سنجیدہ وشائستہ طبیعت کا پتہ دیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ کیسے خوش بخت صاحبِ قلم تھے کہ ان کی اوائل عمری میں لکھی گئی کتاب پر بطور مقدمہ شامل کرنے کے لیے مولانا یوسف بنوری جیسے جید حنفی عالم نے بینات میں لکھا اپنا ''عظمتِ صحابہ'' سے متعلق مضمون ہدیہ کر دیا۔ کیا آج ایسی رواداری کہیں دکھائی دیتی ہے؟ ایک جید عالم جو پیری کے دور میں ہیں جبکہ دنیا ان کا لوہا مانے ہوئے ہے، عجم کیا عرب ان کی جلالت علمی سے متاثر ہیں، وہ ایک بیس پچیس سال کے لڑکے کی کتاب میں جس کا تعلق بھی دوسرے مسلک سے ہے، اپنا مضمون بطور مقدمہ شامل کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ کچھ خاص بات تو رہی ہوگی اس لڑکے کی تحریر میں کہ ایک متبحر حنفی عالم و شیخ الحدیث ان کی کتاب پر تقدیم کا خواہاں ہوتا ہے اور کیا خوبی ہوگی اس عالم کی شانِ انکساری و سرپرستیِ علم کی کہ وہ اپنے لحاظ سے ایک طفل مکتب کی کتاب کو عملی و علمی طور پر سراہتے ہیں۔

آہ خاک ہوگئے نگینے لوگ

اعتدال کسے کہتے ہیں، دین کیسے سمجھنا ہے، حکمت کیا ہوتی ہے، اور باشعور تحریر کسے کہتے ہیں، یہ سب جاننا ہو تو والد گرامی کی تصنیفات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ وہ کون سا موضوع ہے جس پر ان کے قلم کی جولانیاں ماند پڑتی نظر آئیں یا وہ جھجکتا یا رکتا ہو۔ جب جب اربابِ اقتدار یا عدالتِ عالیہ کی جانب سے کوئی ایسا فیصلہ آیا جو کتاب و سنت سے ٹکراتا ہو، علماء میں سب سے اول والد گرامی کا قلم اس فیصلے پر انگشت نمائی کرتا اور مدلل و مضبوط تنقید کے ساتھ اس فیصلے کی علمی کمزوریاں واضح کرتا۔

عصرِ حاضر میں مسلمانوں کو درپیش بیشتر مسائل والد گرامی کا موضوع تحریر رہے جیسے ''نفاذ شریعت کیوں اور کیسے؟''، ''عورتوں کے امتیازی مسائل و قوانین، حکمتیں اور فوائد''، ''مفرور لڑکیوں کا نکاح اور ہماری عدالتیں''، ''فضائلِ صحابہ و اہل بیت اور اہل سنت اور محرم الحرام'' وغیرہ، اور پھر تفسیر ''احسن البیان'' کی تو بات ہی کیا ہے۔ اس تفسیر کے متعلق کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ایک ایسی تفسیر جو شروع سے آخر تک سلف کے فہم پر مبنی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والد گرامی رحمہ اللہ جس قدر وسیع المطالعہ تھے اسی قدر کثیر التصانیف بھی تھے۔ آپ کی بعض کتابیں جو سرورق کی سرخی دیکھنے سے بہت خشک محسوس ہوتی ہیں جیسے ''عورتوں کے امتیازی مسائل وقوانین'' یا ''واقعہ معراج اور اس کے مشاہدات'' یا پھر ''مسئلہ رویت ہلال اور بارہ اسلامی مہینے'' وغیرہ، جب انھیں پڑھنے بیٹھیں تو اس قدر جاذب پیرائے میں مضامین کا بیان پڑھنے کو ملتا ہے کہ انسان کتاب مکمل کیے بنا رہ نہیں پاتا۔ وہ کون سا موضوع ہوگا جس پر والد گرامی نے امت کی رہنمائی نہ کی ہو۔ انھوں نے لمبی چوڑی ضخیم کتابیں لکھنے سے بہتر سمجھا کہ عوام الناس کے ذہنی رجحان و مطالعاتی میلان کو مدنظر رکھتے ہوئے مختصر لیکن جامع تحاریر ہدیہ قارئین کی جائیں تاکہ لوگوں کو دین کی بنیادی وضروری تعلیمات حاصل کرنے میں آسانی رہے۔

وہ جتنے راسخ العلم اور بڑے عالم تھے، اتنے ہی عظیم انسان اور مشفق والد بھی تھے۔ ان کے پاس ہر خاص و عام کے لیے وقت ہی وقت ہوتا تھا۔ ان کے در سے کوئی سائل اپنا جواب لیے بغیر واپس نہ جاتا تھا۔ آپ کے برتاؤ میں عوام وخواص کی کوئی تقسیم نہ تھی۔ جتنا وقت، جتنی توجہ آپ اپنے شناسا و خاص احباب کو دیتے تھے، اتنا ہی وقت، اتنی ہی توجہ آپ کی طرف سے ایک اجنبی سائل کو بھی ملتی تھی۔

والد گرامی میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ مروّت وحلم کا پیکر تھے۔ کوئی ان کو کسی بھی وقت فون کر لیتا، اگر فون ان کے پاس ہوتا تو وہ لازمی فون سنتے۔ میں نے کبھی ان کو سخت لہجے میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ ان کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ ان کے ہونے سے بہت ڈھارس تھی۔ وہ حقیقی عالم باعمل تھے۔ نڈر تھے، بیباک تھے، حکمت سے پُر اور مصلحت کوشی سے کوسوں دور تھے۔ مداہنت نام کو نہ تھی۔

والد گرامی رحمہ اللہ کی دینی وعلمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

والد گرامی نے جون 1966ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد دھرم پورہ، مدنی روڈ، لاہور کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں امامت کے ساتھ ساتھ نماز فجر کے بعد درس قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نماز عشاء کے بعد درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا، ساتھ میں ترجمہ قرآن وتفسیر کی کلاس بھی پڑھاتے رہے۔ 1988ء سے اسی مسجد میں باقاعدہ خطبہ جمعہ دینا شروع کیا جو تا دم حیات، یعنی وفات سے ایک ماہ قبل (12 جون 2020ء) تک جاری رہا۔

جنوری، 2003ء سے نئی اقامت گاہ کے قریب واقع مسجد ریاض الجنۃ اہل حدیث، گڑھی شاہو، لاہور میں فجر کے بعد درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا جو اپریل 2018ء تک جاری رہا۔ اس کے علاوہ ملک بھر میں دروسِ وعظ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ دنیا بھر سے لوگ علمی استفادے، فتوے اور شرعی مسائل پوچھنے کی خاطر ہمیشہ ان سے رابطے میں رہتے تھے۔

اس کے علاوہ 23 سال ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور کی ادارت (1970ء تا 1993ء)۔

22 سال دارالسلام ریسرچ سینٹر لاہور کی ادارت (1993ء تا اپریل 2015ء)۔

ایک سال (1998ء) ماہنامہ ''محدث'' کی ادارت۔

1980ء سے تا حیات مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان۔

ایک عرصہ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ممبر اور رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کے رکن بھی رہے۔

ادارہ احیاء التراث کویت کے ساتھ بھی چار سال تک وابستہ رہ کر علمی منصوبوں پر کام کیا۔

جون 2015ء سے تا وفات المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر کراچی کے شعبہ تحقیق و تالیف کے سرپرست بھی رہے۔

والد گرامی کو ان کی خدمات کے اعتراف میں مختلف اداروں کی جانب سے ایوارڈز، اعزازات اور تمغوں سے بھی نوازا گیا۔ انھوں نے سینکڑوں استفتاء کے جوابات اور متعدد مقالات ومضامین بھی تحریر کیے جو ہفت روزہ ''الاعتصام'' اور ماہنامہ ''محدث'' لاہور کی فائلوں اور دیگر رسائل وجرائد میں محفوظ ہیں۔ ان کی تعداد 700 کے قریب ہے۔

والد گرامی کی ولادت اگست 1945ء میں جے پور شہر میں ہوئی تھی، جو قبل از تقسیم ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندو ریاست کی راج دھانی تھا اور اب صوبہ راجھستان کا حصہ ہے۔ جے پور کی سرزمین پر طلوع ہونے والا علم وآگہی کا یہ آفتاب بالآخر اس کارگاہ حیات میں 75 برس جی کر بروز اتوار 12 جولائی 2020ء/ بمطابق 20 ذی قعدہ 1441ھ رات بارہ بج کر بیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والد گرامی رحمہ اللہ نے علمی سرگرمیوں کے آغاز ہی میں ''مکتبہ ضیاء الحدیث'' کی بنیاد رکھی تھی، جس کے تحت اپنی تمام کتب اپنے سرمائے سے چھاپنے کا اہتمام کرتے رہے۔ اب کچھ عرصہ قبل دوبارہ اسی ادارے کے تحت تین کتابیں طبع ہوئیں، ایک ''حقوق مرداں اور حقوق نسواں''، دوسری ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' کا جدید ایڈیشن اور تیسری ''اہل سنت اور محرم الحرام''۔

والد گرامی رحمہ اللہ کی تصانیف کی تعداد 112 کے قریب ہے۔ 20 کے قریب کتابیں ابھی زیر تسوید ہیں جن کو اسی ادارے کے تحت جلد زیور طباعت سے آراستہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اسی سلسلے کی دوسری کاوش جو والد گرامی کی وفات کے بعد پیش کی جارہی ہے وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ (پہلی کاوش ''مفصل نماز محمدی اور مسنون دعائیں، صحیح احادیث کی روشنی میں'' تھی۔) زیر نظر کتاب عائلی نظام سے متعلقہ چند اہم مسائل کا مجموعہ ہے، جس میں نباہ کی حکمت عملی، طریقہ طلاق، خلع، طلاق تفویض اور حلالہ مروجہ جیسے مسائل کا قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے تناظر میں تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مذکورہ کتاب ''طلاق، خلع اور حلالہ، قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے تناظر میں تحقیقی جائزہ'' ہماری جدوجہد کی ایک اہم کڑی ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے ممتاز ومنفرد ہے جو عوام وخواص کے لیے بہت سا علمی مواد اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

آخر میں ہم اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ اس اشاعت کو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں دنیا اور آخرت کے اعتبار سے مفید بنائے اور خالص اسلامی تعلیمات کو بڑے پیمانے پر بندگانِ پروردگار تک پہنچانے کا ذریعہ بنادے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی تیاری میں تمام معاونین کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں۔ خصوصا ڈاکٹر حسن مدنی صاحب کا جنہوں نے قیمتی مشوروں سے نوازا اور کتاب پر تقریظ بھی تحریر فرمائی۔ اللہ رب العزت تمام کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی علمی وعملی کاوشوں کو قبول فرمائے۔ اور حضرت والد گرامی رحمہ اللہ کے لیے اس علم نافع کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

والسلام

حافظ محمد عثمان یوسف

مدیر مکتبہ ضیاء الحدیث

40 / 124، شاداب کالونی

علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

ریسرچ فیلو المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر، کراچی

موبائل: 03224945467

رمضان المبارک 1442ھ/ اپریل 2021ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

محترم مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے جنھوں نے عنفوانِ شباب سے زندگی کی آخری سانس تک اپنی تمام صلاحیتیں پیام نبوت کو عام کرنے اور اس پر اُٹھنے والے شبہات واعتراضات کے دفاع میں کھپا دیں۔ آپ نے بلاخوفِ لومۃ لائم کلمۂ حق کو سربلند کرنے کی طویل اور مسلسل جدوجہد کی۔ حیاتِ مستعار میں ان کی متعدد کتب کے اور بالخصوص تفسیر ''احسن البیان'' کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اُنھیں جس طرح پوری دنیا میں قبول عام عطا فرمایا، وہ ان کے اپنے خالق ومالک کے ہاں بلندیٔ درجات کی دلیل ہے۔ اوائل عمری میں ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت'' کے نام سے لکھی گئی آپ کی عظیم تصنیف دفاع صحابہ کے باب میں آج تک اہم ترین اُردو تصنیف سمجھی جاتی ہے جو ادبی پیرائے میں سنجیدہ اور علمی تنقید کی بہترین مثال ہے۔ یک صد سے زائد تصنیفات اور ایک ہزار سے زیادہ دینی مضامین ومقالات کی بنا پر آپ اُردو زبان میں سب سے زیادہ تصانیف کا اعزاز رکھنے والے اہل حدیث عالم دین ہیں۔ توحید ورسالت کا فروغ اور بدعات وانحرافات کی بیخ کنی کو آپ کی علمی زندگی کا محور قرار دیا جاسکتا ہے۔ 55 سالہ علمی دور میں، ہر علمی کاوش پر نہ صرف ان کی گہری نظر رہتی، بلکہ ہر انحراف اور ہر کجی پر آپ کا حساس دل کڑھتا اور آپ اپنے علم وقلم سے اس کے خلاف کھڑے ہوجاتے۔ پیام نبوت کے دفاع کے نیک مشن میں کوشاں رہنے والوں کی آپ ہر لحاظ سے سرپرستی بھی کیا کرتے۔

حافظ صاحب کی مبارک زندگی اس امر کا بین ثبوت اور ہمارے لیے ایک سبق ہے کہ مادی وسائل سے تہی دامن کوئی ہستی بھی اگر خلوصِ دل سے اپنی صلاحیتوں کو پیغام رسالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فروغ کے لیے صرف کرنے کا پختہ عزم کرلے، اور اس کے لئے اپنی سی ہر کوشش بجالائے تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کے ذریعے سے ایسا عظیم علمی ذخیرہ مرتب کروا دیتے ہیں جو اس کے اپنے دور کے ساتھ ساتھ رہتی دنیا کے لئے ہدایت کی راہیں روشن کرتا اور ایسا کرنے والے کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کا ہر میدان میں پھیلا ہوا علمی کام، ایک ادارے اور جماعت کی خدمات کے ہم پلّہ ہے جس نے دورِ حاضر میں اہل حدیث اور دین پر عمل پیرا مسلمانوں کی بے شمار میدانوں میں رہنمائی کی۔ آپ کی جہودِ علمیہ کا دائرہ عقائد وعبادات سے شروع ہوکر، سیاست وعدالت، فقہ وقضا، سماج ومعاشرت، عالم اسلام اور باطل افکار کی بیخ کنی کے وسیع تر پہلوؤں کو محیط ہے۔

حافظ صاحب نے عائلی زندگی کے اہم پہلوؤں پر یگانہ روزگار تحقیق پیش کی ہے جن میں والدین کی مرضی کے بغیر نکاح، جہیز، بارات، شادی بیاہ کی رسومات اور تقسیم وراثت وغیرہ کے مسائل شامل ہیں۔ ''زوجین کے درمیان جدائی کے شرعی احکام'' بھی آپ کی علمی تگ وتاز کا ایک مستقل باب ہیں۔ طلاق ثلاثہ کی حیثیت اور حنفیہ کے ہاں اس مسئلہ میں پائے جانے والی شدت کو آپ نے دو مستقل کتب میں موضوع بحث بنایا ہے جو منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ اپنے خاص سادہ اور ادبی اُسلوب تحریر میں، آپ پہلے نفس مسئلہ کو واضح کرتے، پھر اس سے متعلقہ آیات واحادیث کی نشاندہی کرتے، اور اپنے استدلال کو واضح کرکے اس پر دوٹوک شرعی دلائل پیش کرتے جاتے ہیں۔ آپ کا طرز تحریر فلسفیانہ اور پیچیدہ مباحث سے خالی اور کتاب وسنت کے ہر شیدائی کے لئے سیدھے سادھے نبوی دلائل پر مشتمل ہے۔ پیش نظر موضوع پر، اپنے موقف کے حق میں آپ نے جابجا حنفی علماء کے تائیدی اقوال بھی باحوالہ جمع کردیے ہیں، جس سے آپ کی مقابل کے لٹریچر پر گہری نظر کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

بھارت کے 'آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ' نے 2010ء میں عائلی قوانین پر 529 دفعات میں ایک قانونی مسودہ تیار کیا، جسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا عبدالوہاب خلجی نے محترم حافظ صلاح الدین یوسف اور راقم کو علیحدہ علیحدہ شرعی جائزہ وتبصرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ارسال کیا۔ اس کے تمام نکات کا مختصر تجزیہ حافظ صاحب لکھ کر انھیں بھیج چکے تھے، جو تا حال شائع نہیں ہوسکا۔ اسی طرح پاکستان میں صدر محمد ایوب کے دور میں منظور ہونے والے عائلی قوانین کے تحت جو نکاح نامہ متعارف کرایا گیا، اس میں طلاقِ تفویض کی بعض شقیں شامل کی گئی تھیں۔ پاکستانی قوانین میں خلع کے حوالے سے بھی مستقل قوانین متعارف کرائے گئے ہیں۔ ان دونوں اہم مسائل پر اہل حدیث علماء کا جامع موقف تا حال موجود نہیں تھا۔ حافظ صاحب نے ان دونوں اہم مسائل میں قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ، شرعی موقف کو شرح وبسط سے بالکل واضح طور پر پیش کر دیا ہے۔ طلاق ثلاثہ کی صورت میں ایک تیسرا مسئلہ حلالہ کا بھی ہے، جس کی مذمت پر واضح فرامین نبوی ہونے کے باوجود، حنفی علماء کے ہاں ابھی تک اس کا نہ صرف جواز بلکہ رواج پایا جاتا ہے۔ حافظ صاحب نے اس کی مذموم حیثیت، اس کی تائید کے حیلے اور اس کے مضر دینی وسماجی اثرات پر غیرتِ ایمانی کے ساتھ لکھا ہے۔

عائلی زندگی کے ان چار اہم مسائل پر محترم حافظ صاحب کی یہ تصنیف جامع اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ اس امر کا اظہار باعثِ مسرت ہے کہ اس کتاب کے چاروں اہم موضوعات حافظ صاحب کے زیر نگرانی اس سے قبل ماہنامہ ''محدث'' کے مختلف شماروں میں شائع ہوکر اہل علم سے داد حاصل کر چکے ہیں۔ ان مضامین کی اشاعت کے وقت بھی ان کی غیر معمولی افادیت کو محسوس کیا گیا تھا، اور ان کی کوئی تردید یا وضاحت حنفی حلقوں کی طرف سے تا حال سامنے نہیں آسکی۔ ان میں سے بعض موضوعات بالخصوص خُلع پر حافظ صاحب نے راقم کو بھی کام کرنے کا حکم دیا تھا، اور اس سلسلے میں میرے دو مفصل مضامین کی آپ نے بالاستیعاب نظر ثانی بھی فرمائی تھی جو میرے لئے باعثِ شرف ہے۔ پیش نظر کتاب میں، ان مسائل پر اُٹھنے والے شبہات کی شافی وضاحت کرتے ہوئے حافظ صاحب نے حسبِ عادت قرآن وسنت کی بنیادوں پر اپنا مضبوط استدلال قائم کیا ہے۔

امید واثق ہے کہ پیش نظر چاروں موضوعات پر یہ کتاب عائلی مسائل کی شرعی وضاحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا اہم سنگِ میل ثابت ہوگی۔ ہماری دعا ہے کہ حافظ صاحب کے لئے یہ علمی کاوش ان کی بلندیٔ درجات کا باعث بنے اور ان کی نیک اولاد اور کتب کی صورت میں ان کا فیضان علمی جاری وساری رہے۔

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی
مدیر مجلّہ محدث، لاہور و مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ
20 شعبان المعظم 1442ھ بمطابق 5/اپریل 2021ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مؤلف

زیرِ نظر کتاب راقم کے چند مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان سب کا موضوع ایک ہی ہے اور وہ ہے طلاق و خلع اور اسی سے متعلقہ تفویض طلاق اور حلالۂ مروّجہ کا مسئلہ ہے۔ یوں یہ کتاب پانچ مضامین کا مجموعہ ہے۔

1 طلاق کا مسئلہ: اس میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کا حق صرف مرد کو دیا ہے، عورت کو نہیں۔ اس میں بڑی حکمت اور عورت کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

پھر بتلایا گیا ہے کہ مرد اپنے اس حق کا استعمال بہت غلط طریقے سے کرتے ہیں اور شرعی احکام و ہدایات کو ملحوظ نہیں رکھتے جس کے نتیجے میں ہنستے بستے گھر اجڑ جاتے ہیں اور میاں بیوی بھی خوار ہوتے ہیں اور بچوں کا مستقبل بھی تاریک ہو جاتا ہے۔

بنابریں واضح کیا گیا ہے کہ اشتعال اور غصے میں فوری طلاق دے دینا، جس کا عام ارتکاب کیا جاتا ہے، یکسر غلط ہے۔ طلاق کا حق آخری چارۂ کار کے طور پر ہی اختیار کیا جانا چاہیے جبکہ نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے اور اصلاح کی ساری تدبیروں میں سے کوئی تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہو۔ اصلاح کی یہ تدابیر کیا ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ گھر اجڑنے سے محفوظ رہیں؟ وہ اس کتاب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

علاوہ ازیں اکثر لوگوں کو طلاق دینے کا سنت طریقہ بھی معلوم نہیں ہے اور وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں۔ کسی عرضی نویس سے طلاق نامہ لکھواتے ہیں تو وہ بھی تین طلاقیں لکھ دیتا ہے، حالانکہ بیک وقت تین طلاقیں دینا سخت ممنوع اور ناجائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

بعض لوگ جہالت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاقوں کے بغیر طلاق ہی نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی، حالانکہ ایک طلاق سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کا مقصد صرف طلاق دینا ہی ہوتا ہے نہ کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا، لیکن لاعلمی کی وجہ سے یہ غلطی عام ہے۔ اس لیے اس کتاب میں بتلایا گیا ہے کہ طلاق صرف ایک ہی دی جائے۔ اس کے کیا فوائد ہیں؟ وہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اسی طرح اگر نیت صرف طلاق دینے کی ہے تو تین مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کرنے کے باوجود ایک ہی طلاق ہوگی۔ چاروں مذاہب کے علماء اس موقف کے حامی ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اس کتاب میں ان دونوں پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہیں اور ایک ہی طلاق شمار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عدت (تین حیض یا تین مہینے) کے اندر رجوع اور صلح جائز ہے (بغیر حلالۂ مروجہ کے)۔ نیز اگر نیت صرف طلاق دینے کی ہے تب بھی چاروں مذاہب کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوگی۔

بدقسمتی سے علماء اپنے عوام کو یہ سہولت بھی نہیں دیتے جبکہ ان کے مذہب میں بھی یہ سہولت موجود ہے جس سے ہزاروں گھر اجڑنے سے بچ سکتے ہیں۔

2 مسئلہ طلاق ثلاثہ اور اس کا شرعی حکم: نیز مذاہب اربعہ کا موقف کہ طلاق دینے والے کی نیت اگر صرف طلاق دینے کی ہے تو اس کی نیت کے مطابق تین طلاقیں بھی ایک ہی طلاق شمار ہوں گی۔ یہ کتاب کا دوسرا موضوع ہے اور یہ بھی نہایت اہم ہے۔

3 مسئلہ خلع: اللہ تعالیٰ نے مرد کے حق کے مقابلے میں عورت کو خلع کا حق دیا ہے تاکہ اگر عورت کو یہ ضرورت لاحق ہو کہ وہ مرد سے گلوخلاصی حاصل کرے تو وہ اپنے اس حق کے ذریعے سے ایسا کرسکتی ہے۔ کن کن وجوہ سے عورت مرد سے خلع کے ذریعے سے نجات حاصل کرسکتی ہے۔ اس کی تفصیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

4 احناف اللہ کے عطا کردہ عورت کے اس حق خلع کو تو نہیں مانتے بلکہ اس کے مقابلے میں طلاق کا حق تفویض کرنے کے قائل ہیں اور نکاح نامے میں بھی اس شق کو شامل کرایا ہوا ہے۔ یہ ایک طرح کی شریعت سازی ہے جس کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس کی مکمل تفصیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

5 بیک وقت تین طلاقوں کا ایک ہی حل ہے کہ اس کو ایک ہی طلاق شمار کر کے عدت کے اندر رجوع کر کے صلح کرنے کا اور عدت گزر جانے کی صورت میں نکاح جدید کے ذریعے سے دوبارہ ان کو اپنا گھر بسانے کا حق دیا جائے اور یہ حل ایسا ہے کہ متعدد علمائے احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن اکثر علمائے احناف اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ البتہ اس کے مقابلے میں وہ اس حلالے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ اور ان کی جسارت کا یہ حال ہے کہ اس لعنتی فعل اور بے غیرتی والے اس عمل کو ''شرعی'' ثابت کرنے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آہ۔ ؏

نگہ کی نامسلمانی سے فریاد

فلیبك علی الإسلام من کان باکیا

''اسلام کی یہ مظلومیت قابل ماتم ہے۔''

چنانچہ ایک صاحب علم و فضل شخصیت نے حلالۂ مروجہ کے جواز کے سات دلائل اپنے درس حدیث میں بیان فرمائے جو کتابی شکل میں بھی شائع کر دیے گئے ہیں۔

ان سات ''دلائل'' کا بھی مدلل ردّ اس کتاب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

علاوہ ازیں بعض دوسرے علمائے احناف کا احتجاج بھی، جو انھوں نے اس لعنتی فعل کو ''اسلام کا حکم'' باور کرانے پر کیا ہے۔ کاش اس کے جواز کا فتویٰ دینے والے علماء بھی اس لعنتی فعل کی شناعت و قباحت کو سمجھ سکیں اور اس کے بجائے ایک ہی وقت کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کر کے ہزاروں گھروں کو اجڑنے سے بچانے میں علمائے اہل حدیث اور اپنے بعض ہم مسلک علماء کا ساتھ دیں اور بگاڑ کے بجائے اصلاح میں ممد و معاون بنیں۔

یہ مقالات مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں اس لیے بعض جگہ تکرار بھی ہے، تاہم اس کی ایک افادیت ہے کہ کسلمگی باقی نہیں رہتی اور ہر مقالہ ایک مستقل حیثیت کا حامل رہتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکرار ختم کرنے کی صورت میں مقالہ تفصیل کا متقاضی رہتا ہے۔ اس لیے تکرار کو برقرار رکھا ہے۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تکرار کچھ گرانی کا باعث تو بنتی ہے لیکن بات پوری طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

پس نوشت

راقم نے اپنی زیرِ نظر کتاب کا، جو مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، عرض مؤلف تحریر کر کے کمپوزنگ کے لیے ارسال کر دیا تھا کہ اس کے فوراً بعد ہی اسلام آباد سے مبشر حسین صاحب کا، جو ان دنوں ہارورڈ یونیورسٹی آف کیمبرج (امریکہ) وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے گئے ہوئے تھے، ذیل کا مراسلہ موصول ہوا جس میں انھوں نے اسی موضوع پر کچھ استفسارات کیے تھے۔

استفسارات پر مبنی یہ مراسلہ حسبِ ذیل ہے:

السلام علیکم:

موضوعِ سوال: ''کیا عورت کا حق خلع خاوند کی رضامندی کے ساتھ مشروط ہے؟ خاوند کی عدم رضامندی کی صورت میں عورت اپنا حق کیسے استعمال کرے؟''

کیا فرماتے ہیں آپ حضرات علمائے کرام/ مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت اپنے خاوند کے ساتھ کسی صورت بھی رہنا پسند نہیں کرتی، اس لیے کہ اسے شکل وصورت یا مزاج کے اعتبار سے خاوند قطعاً پسند نہیں اور وہ طلاق یا خلع کا مطالبہ کرتی ہے مگر خاوند اسے کسی صورت بھی طلاق نہیں دینا چاہتا اور نہ ہی کسی طرح خلع پر رضامند ہوتا ہے۔ اس پیچیدہ اور مشکل صورتِ حال میں عورت دادرسی کے لیے:

1. کیا عدالت سے خلع کے لیے رجوع کر سکتی ہے؟
2. اور کیا عدالت کی طرف سے عورت کے حق میں جاری کردہ خلع کی ڈگری، (یا دوسرے لفظوں میں زیر بحث صورت حال میں عدالت کی مداخلت سے ختم کیا جانے والا نکاح) شرعی/ دینی اعتبار سے ایک درست اقدام سمجھا جائے گا؟

واضح رہے کہ پاکستانی عدالتیں اس طرح کی صورت حال میں عورت کے مطالبۂ خلع پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا نکاح ختم کرتے ہوئے اس کے حق میں خلع یا فسخ نکاح کی ڈگری جاری کر دیتی ہیں، خواہ خاوند خلع کے لیے بالکل رضا مند نہ ہو، لیکن دوسری طرف پاکستان میں حنفی علماء جو ایک واضح اکثریت میں ہیں، کے مطابق زیر بحث مسئلہ میں خاوند کی رضا مندی کے بغیر کوئی پنچایت یا عدالت نکاح کو ختم کرنے کی مجاز نہیں، اس لیے حنفی علماء کے بقول عدالت کے فیصلہ کے باوجود ایسا نکاح ختم نہیں ہوسکتا اور جب پہلا نکاح ختم ہی نہیں ہوا تو منطقی طور پر ایسی عورت عدالت کے فیصلہ (اور مقررہ عدت) کے باوجود دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہی نہیں ہے، (کیونکہ اس کا پہلا نکاح شرعی طور پر ختم نہیں ہوا)۔

میں نے بعض حنفی علماء کو ان کی اس رائے پر اجماعِ امت کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی پایا ہے لیکن دوسری طرف مولانا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (بانی جماعت اسلامی) اور دیگر کئی پاکستانی اہل حدیث علماء خلع کو شرعاً عورت کا حق علیحدگی خیال کرتے ہیں اور خاوند کی عدم رضا مندی کی صورت میں عورت کے لیے بذریعہ عدالت اس حق علیحدگی کو استعمال کرنے کو مشروع قرار دیتے ہیں۔

میں اس مسئلہ میں آپ اہل حدیث علماء کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ کہ وہ رائے قرآن یا سنت کی کس نص/متن یا اس کی تشریح یا تعبیر پر مبنی ہے؟

میں اس بات کی بھی آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اس نازک اور اہم معاشرتی و دینی مسئلہ میں آپ کی رائے کو من وعن، آپ کے نام اور اس فتویٰ کی نقل/عکس کے ساتھ علمی و تحقیقی مقاصد کے لیے کہیں بھی بطور حوالہ پیش یا نشر کرسکوں، جیسا کہ فوری طور پر میں اسے جامعہ ہارورڈ (امریکہ) کے ایک تحقیقی پراجیکٹ کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں جہاں ان کی ویب سائٹ کے توسط سے یہ اور اس جیسے دوسرے اہم فتوے دنیا بھر کے اہل علم اور ماہر قانون دانوں کے لے پبلک کیے جائیں گے تاکہ وہ علمی و تحقیقی، بالخصوص قانونی / عدالتی مباحث میں ان سے براہ راست استفادہ کرسکیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ اپنی قیمتی مصروفیات سے وقت نکال کر جلد اس بارے میں مختصر مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح و جامع فتویٰ مرحمت فرمائیں گے۔ اگر پہلے سے آپ نے اس بارے میں کوئی فتویٰ دیا ہو جو موجودہ سوال پر بھی پوری طرح منطبق آتا ہے تو اس فتویٰ کی نقل بھی زیر نظر مقصد کو پورا کرنے کے لیے کافی ہوگی۔

والسلام مع الاکرام

مبشر حسین

اسسٹنٹ پروفیسر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

وزیٹنگ پروفیسر، ہارورڈ لاسکول، ہارورڈ یونیورسٹی، کیمبرج، امریکہ

ازمؤلف: اس کے جواب میں راقم نے اپنے ان مضامین کی نشاندہی کردی تھی جو اس کتاب میں شامل ہیں۔

ان سوالات سے اس کتاب کی اہمیت، افادیت اور ضروریات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب مستفسر اور دیگر جویائے حق کے لیے ایک چشم کشا ہی نہیں بلکہ گم گشتگان راہ کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بھی ثابت ہوگی بشرطیکہ وہ صدق دل سے طالب ہدایت، اور قرآن و حدیث کے واضح دلائل کے مقابلے میں آراء الرجال کو اہمیت نہ دینے والے ہوں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے لوگ ہی امت مسلمہ کی چارہ گری کرسکتے ہیں۔

واللّٰہ ھو الموفق والمعین وھو الھادی إلٰی سواء الطریق.

حافظ صلاح الدین یوسف

124/40 شاداب کالونی،

علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

12 جون 2020ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نباہ کی حکمت عملی اور طریقۂ طلاق

مرد و عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد اکثر مذاہب میں علیحدگی اور طلاق کا کوئی تصور نہیں ہے، حالانکہ بعض دفعہ جب دونوں کے مزاجوں میں موافقت اور ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکے تو طلاق اور علیحدگی ہی میں دونوں کی بھلائی ہوتی ہے، اس علیحدگی کی ضرورت بعض دفعہ مرد کو اور بعض دفعہ عورت کو محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے علیحدگی کا یہ حق دونوں ہی کو دیا گیا ہے۔ مرد کے حق علیحدگی کا نام طلاق اور عورت کے حق علیحدگی کا نام خلع ہے۔ طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے، تاہم اس حق کو آخری چارۂ کار کے طور پر ہی استعمال کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایک طرف مرد کو حق طلاق دیا ہے تو دوسری طرف اسے ایسی ہدایات بھی دی ہیں جنھیں اختیار کرنے سے عام طور پر طلاق تک نوبت ہی نہیں پہنچتی۔ لیکن عوام کی اکثریت چونکہ اسلامی تعلیمات کا صحیح شعور نہیں رکھتی، اس لیے معمولی تلخیاں بھی طلاق پر منتج ہوتی ہیں۔ بنابریں ضروری ہے کہ مرد حضرات ان ہدایات اور تعلیمات کا بھی صحیح شعور حاصل کریں جو اسلام نے بیوی کے ساتھ نباہ کرنے کے لیے دی اور بتلائی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

عورت کے ساتھ نباہ کرنے کا طریقہ

اس سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلی ہدایت یہ فرمائی:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾﴾ (النسآء 4 : 19)

''اور تم ان عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو، پس اگر تم انھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناپسند کرو تو بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔"

یعنی اپنے طور پر تم اپنی بیوی کو بعض وجوہ کی بنا پر ناپسند کرو لیکن اس ناپسندیدگی کے باوجود اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے اولاد صالح عطا فرما دے یا اس کی وجہ سے تمھارے کاروبار میں برکت ڈال دے، دونوں صورتوں میں تمھارے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدگی کے باوجود بیویوں سے حسن معاشرت اور نباہ کرنے کی تاکید فرمائی اور اسی بات کو نبی اکرم ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

((لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ.)) [1]

"کوئی مومن مرد (شوہر) کسی مومنہ عورت (بیوی) سے بغض نہ رکھے اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو اس کی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔"

مطلب یہ ہے کہ محض ناپسندیدگی کی وجہ سے بیوی کو طلاق نہ دو، بلکہ اس کے اندر جو دوسری خوبیاں ہیں انھیں سامنے رکھو۔ ایسا کرنے سے اس کی بعض ناپسندیدہ باتیں تمھارے لیے قابل برداشت ہو جائیں گی۔ بیوی کے ساتھ نباہ کرنے کا یہ کتنا بہترین نسخہ اور طریقہ ہے کیونکہ کوئی کتنا بھی برا ہو، کچھ خوبیاں بھی اس کے اندر ضرور ہوتی ہیں۔ اگر انسان خوبیوں پر نظر زیادہ رکھے تو کوتاہیوں اور خامیوں کو نظر انداز کرنا آسان ہو جاتا ہے اور یوں معاملہ زیادہ خراب نہیں ہوتا۔ کاش مرد اس ہدایت نبوی کو اپنے سامنے رکھیں۔

عورت کی ایک فطری کمزوری کا لحاظ رکھنے کی ہدایت

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ، فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، وَبِهَا عِوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبْتَ

[1] صحيح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث: 1467.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا.))[1]

''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے (اس لیے اس میں پسلی ہی کی طرح کجی ہے) وہ تیرے لیے کسی طریقے پر ہرگز سیدھی نہیں رہے گی، پس اگر تو اس سے (بطور بیوی) فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو اسی کجی (کے برداشت کرنے) کے ساتھ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگر تو اسے سیدھا کرنا شروع کردے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اس کا توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔''

یہ عورت کے ساتھ نباہ کرنے کی دوسری نبوی ہدایت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے مزاج میں فطری طور پر کچھ کجی (کم عقلی اور ضدی پن) ہے۔ عورت کے اس مزاج کی وجہ سے بعض دفعہ گھر میں تلخی اور تناؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو مرد حوصلہ مند، بردبار، قوت برداشت کا مالک اور عورت کے اس مزاج کو سمجھنے والا ہوتا ہے، وہ بردباری اور حوصلہ مندی کا مظاہرہ کر کے ایسا رویہ اختیار کرتا ہے جس سے تلخی میں اضافہ نہیں ہوتا اور اس طرح وہ حالات پر قابو پا لیتا ہے۔ لیکن جو لوگ اس کے برعکس اس نازک آبگینے (عورت) کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرتے اور اپنے طور پر یہ سوچتے ہیں کہ ہم اس کو سیدھا کر کے چھوڑیں گے تو وہ اس کو سیدھا کرنے میں تو ناکام رہتے ہیں (کیونکہ پیدائشی مزاج اور فطرت کو کوئی نہیں بدل سکتا) البتہ اپنا گھر اجاڑ لیتے ہیں، یعنی معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے اور جلد بازی میں طلاق دینا بھی بے حوصلہ اور بے صبر قسم کے لوگوں ہی کا شیوہ ہے۔

وعظ و نصیحت، بستر سے علیحدگی اور کچھ گوشمالی

مذکورہ ہدایات پر عمل کرنے کے باوجود گھر کا ماحول خوشگوار اور عورت کا برتاؤ صحیح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مزید تین باتیں اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ وہ تین باتیں حسب ذیل ہیں:

﴿وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ﴾ (النسآء 34:4)

---

[1] صحيح مسلم، الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث: (59)-1466.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی اور بددماغی سے تم ڈرو تو انھیں وعظ و نصیحت کرو اور انھیں الگ بستروں میں چھوڑ دو اور انھیں مار کی سزا دو۔ پس اگر وہ تمھاری فرماں برداری اختیار کرلیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔''

ان تین چیزوں کو جس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے، یہ حالات و واقعات پر منحصر ہے کہ ان پر عمل اسی ترتیب سے ممکن ہے یا نہیں۔ بظاہر فطری ترتیب یہی ہے:

- جب کوئی ناخوشگوار بات سامنے آتی ہے تو وعظ و نصیحت اور تلقین و ہدایت ہی سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔
- یہ کوشش کارگر ثابت نہیں ہوتی تو مرد اپنی خفگی اور ناراضی کا اظہار بالعموم عورت سے میل جول اور بول چال منقطع کرکے ہی کرتا ہے۔
- اس سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر تھوڑی بہت گوشمالی کی اجازت ہے، لیکن ایسی جس سے اس کو کوئی جسمانی تکلیف لاحق نہ ہو۔

لیکن بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ترتیب بالکل الٹ جاتی ہے اور گوشمالی کی نوبت پہلے آجاتی ہے۔ بہرحال یہ ترتیب ضروری نہیں ہے، ان ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

تیسری بات پر عمل کرتے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بعض لوگ اس مارنے کی اجازت کو نہایت بھونڈے اور وحشیانہ طریقے سے استعمال کرکے اسلام کو بدنام کرتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو خوب مارنے پیٹنے کی اور ان پر ظلم کرنے کی اجازت دی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اسلام میں کسی کے ساتھ بھی ظلم و زیادتی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ عورت تو انسان کی ہم سفر اور اس کی زندگی کی گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے۔ اس کے بغیر انسان کی زندگی بے کیف بھی ہے اور پُرمشقت بھی۔ عورت اس کی زندگی میں لطف و سرور بھی پیدا کرتی ہے اور اس کی مشقتوں (گھریلو ذمے داریوں) کا بوجھ بھی اٹھاتی ہے۔ اس کو تھوڑا بہت مارنے کی اجازت کا مطلب صرف پہیے کی اصلاح ہے، تاکہ زندگی کی گاڑی صحیح طریقے سے رواں دواں رہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر مارنے کی ضرورت پیش آ ہی جائے تو ایسی ہلکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مار مارو جس سے کوئی نشان نہ پڑے [1] اور اسی طرح چہرے پر بھی نہ مارو۔ [2]

حَکَمَین (دو ثالث) مقرر کرنے کی تلقین

گھر کی چار دیواری کے اندر اپنے طور پر مذکورہ تینوں ہدایات پر عمل کرنے کے باوجود میاں بیوی کے درمیان تلخی اور کشیدگی دور نہ ہو تو پھر آخری چارۂ کار کے طور پر اللہ تعالیٰ نے باہر کے لوگوں کو مداخلت کر کے ان کے درمیان صلح کرانے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ﴾ (النسآء 35:4)

''اور اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا ڈر ہو (کہ وہ ختم نہیں ہو رہا) تو ایک ثالث (صلح کرانے والا) مرد والوں کی طرف سے اور ایک ثالث عورت کے گھر والوں کی طرف سے مقرر کرو۔ اگر یہ دونوں اصلاح کے خواہش مند ہوں گے تو اللہ ان کے درمیان ہم آہنگی (موافقت) پیدا فرما دے گا۔''

ان کی سعیٔ مصالحت کامیاب نہ ہو تو پھر ان کو قضا کا اگر اختیار ہوگا تو یہ اس کے مطابق علیحدگی کا فیصلہ کر دیں گے یا یہ حاکم مجاز کو رپورٹ دیں گے، وہ ان کا فیصلہ کر دے گا۔

طلاق دینے سے قبل یہ سارے مراحل اختیار کرنے کی تاکید اسی لیے کی گئی ہے کہ طلاق تک پہنچنے والا اختلاف طلاق کے بغیر ہی حل ہو جائے۔ تاہم اس کے باوجود بھی اگر طلاق کے بغیر چارہ نہ ہو تو طلاق کے لیے بھی ایسے آداب بتلائے گئے ہیں کہ ان سے طلاق دینے کے بعد بھی صلح و رجوع کے امکانات باقی رہتے ہیں۔ وہ آداب حسب ذیل ہیں:

طلاق دینے کے آداب یا طریقہ

✵ اس سلسلے میں پہلی ہدایت یہ ہے کہ طلاق طُہر کی حالت میں صحبت کیے بغیر دی

[1] صحيح مسلم، الحج، حديث: 1218.

[2] سنن أبي داوٗد، النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، حديث: 2142.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ (الطلاق 1:65)

''تم طلاق عدت (کے آغاز) میں دو۔''

عدت کے آغاز سے مراد عورت کا حیض سے پاک ہونا ہے، حالت طُہر عدت کا آغاز ہے۔اس پہلی ہدایت ہی کو ملحوظ رکھنے سے طلاق کی شرح بہت کم ہوسکتی ہے۔ عام طور پر غصہ اور اشتعال میں فوراً طلاق دے دی جاتی ہے۔ اگر انسان طلاق دینے کے اس ادب کو ملحوظ رکھے تو ایسے طہر کے انتظار میں، جس میں وہ ہم بستری نہ کرسکے، اس کا غصہ اور اشتعال ختم یا کم ہوجائے گا اور صرف وہی شخص طلاق دے گا جس نے طلاق دینے کا قطعی اور حتمی فیصلہ کر رکھا ہوگا۔

❋ دوسرا ادب یہ ہے کہ طلاق صرف ایک ہی دی جائے، بیک وقت تین طلاقیں دینا کسی بھی مسلک کی رو سے صحیح طریقہ نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس پر سخت ناراضی اور برہمی کا اظہار فرمایا ہے اور اسے کتاب اللہ کے ساتھ تَلَعُّب (کھیلنا) قرار دیا ہے۔ [1]

ایک طلاق کے فوائد

اس ایک طلاق کا فائدہ یہ ہے کہ خاوند کو اگر طلاق کے بعد ندامت اور غلطی کا احساس ہو تو وہ عدت (3 حیض یا 3 مہینے) کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔ عدت گزر جائے تو ان کے درمیان بالاتفاق دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق قائم ہوسکتا ہے۔اس میں کسی بھی مسلک کا اختلاف نہیں ہے۔

دوسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد بھی اسی طرح عدت کے اندر رجوع اور عدت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مرد کو زندگی میں دو مرتبہ طلاق دے کر رجوع کرنے کا حق دیا ہے، یعنی ایک مرتبہ وہ طلاق دے کر رجوع کرلے، پھر کچھ عرصے

[1] سنن النسائي، الطلاق، باب الطلاق الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ، حديث: 3430، المحلى لابن حزم، أحكام الطلاق: 167/10.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد دوبارہ طلاق دے کر رجوع کر لے تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس نے اس طرح کر کے اپنے دونوں حق استعمال کر لیے ہیں۔ اب اگر کسی موقع پر تیسری مرتبہ طلاق دے گا تو اس کے لیے عدت کے اندر رجوع کرنا جائز ہوگا نہ عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ تا آنکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی اور جگہ اپنی مرضی (اور اولیاء کی اجازت) سے باقاعدہ شادی کر لے، پھر اتفاق سے وہ خاوند فوت ہو جائے یا وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے، تب پہلے خاوند سے اس کا نکاح کرنا جائز ہوگا۔

مروّجہ حلالہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے

پہلے خاوند سے نکاح جائز کرنے کی نیت سے کسی سے مشروط نکاح کرنا، جسے ''حلالہ'' کہا جاتا ہے، نکاح نہیں، زنا کاری ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.))[1]

''حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے، دونوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔''

جس کام پر نبی ﷺ لعنت اور بددعا فرمائیں، وہ کام کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ اس لیے مروجہ حلالہ لعنتی فعل ہے، اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

بہرحال بیک وقت تین طلاقیں دینے کے بجائے، ایک طلاق دینا ہی طلاق کا احسن طریقہ ہے۔ اس طریقۂ طلاق سے وہ خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں جو بیک وقت تین طلاقیں دینے سے پیدا ہوتی ہیں اور نہ علماء کے درمیان کوئی اختلاف ہی پیدا ہوتا ہے اور نہ حلالۂ مروجہ کی ضرورت ہی پیش آتی ہے جو لعنتی فعل ہے۔ علاوہ ازیں اس سے طلاق کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ طلاق دینے کے بعد اگر رجوع نہ کیا جائے حتیٰ کہ تین حیض گزر جائیں تو طلاق مؤثر

[1] جامع الترمذي، النكاح، باب ما جاء في المحل والمحلل له، حديث: 1120 وسنن النسائي، الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثا.....، حديث: 3445 وسنن ابن ماجه، النكاح، باب المحلل والمحلل له، حديث: 1934، 1935 واللفظ له.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتی ہے اور عورت کا تعلق پہلے خاوند سے ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد وہ جہاں چاہے، نکاح کرسکتی ہے۔ اس کی مزید تفصیل ''طلاق کا صحیح طریقہ'' عنوان کے تحت گزارشات میں ملاحظہ فرمائیں جو آگے آرہا ہے۔

✵ تیسرا ادب طلاق کا یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد (پہلی اور دوسری طلاق میں) عورت کو گھر سے نہ نکالا جائے، نہ وہ خود گھر سے نکلے بلکہ وہ خاوند ہی کے گھر میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ (الطلاق 1:65)

''(طلاق دینے کے بعد) ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔''

اس کی حکمت خود اللہ تعالیٰ نے یہ بتلائی ہے:

﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ (الطلاق 1:65)

''تم نہیں جانتے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ مرد کے دل میں مطلقہ عورت کی رغبت پیدا کردے، اس کے گھر ہی میں رہنے کی وجہ سے اس پر ترس آجائے اور وہ رجوع کرنے پر آمادہ ہوجائے۔ اسی لیے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ نے صرف ایک طلاق دینے کی تلقین کی ہے اور بیک وقت تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اگر وہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دے اور شریعت اسے جائز قرار دے کر نافذ بھی کردے تو پھر یہ کہنا بے فائدہ ہے کہ ''شاید اللہ کوئی نئی بات پیدا کردے۔''[1]

ہمارے معاشرے میں اس ہدایت کی بھی کوئی پروا نہیں کی جاتی اور مرد کے طلاق دیتے ہی عورت کو اس کے والدین یا بہن بھائی وغیرہ لے جاتے ہیں اور عورت کو خاوند کے گھر میں رہنے ہی نہیں دیتے، حالانکہ طلاق بتہ (طلاق بائنہ، یعنی تیسری طلاق) کے بعد تو ایسا کرنا صحیح

[1] فتح القدير للإمام الشوكاني: 288/5.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ اس کے بعد خاوند کو رجوع کرنے کا حق ہی نہیں ہے لیکن پہلی اور دوسری طلاق کے بعد ایسا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے، اس لیے اس کے گھر میں رہنے سے صلح و مفاہمت کا امکان موجود رہتا ہے، اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

✵ ایک چوتھا ادب یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ طلاق دینے کے بعد رجوع نہ ہو سکے تو مطلقہ عورت کو اچھے طریقے سے رخصت کیا جائے۔ ﴿اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ﴾ (البقرة 2: 229) کا مطلب یہی ہے۔ علاوہ ازیں اس موقع پر انھیں کوئی ہدیہ یا تحفہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (البقرة 2:236)

''اور ان (مطلقہ) عورتوں کو فائدہ پہنچاؤ! خوش حال پر اس کی طاقت کے مطابق (فائدہ پہنچانا) ہے اور تنگ دست پر اس کی طاقت کے مطابق، دستور کے مطابق فائدہ پہنچانا ہے، یہ احسان کرنے والوں کے لیے ضروری ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾

(البقرة 2:241)

''اور مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق فائدہ پہنچانا ہے، یہ پرہیزگاروں کے لیے ضروری ہے۔''

اس ''متاع'' (فائدے) کی بابت بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد خادم یا 500 درہم یا ایک یا چند سوٹ وغیرہ ہیں لیکن یہ تعیین شریعت کی طرف سے نہیں ہے، شریعت میں ہر شخص کو اپنی طاقت کے مطابق متاع دینے کا اختیار اور حکم ہے۔ علاوہ ازیں یہ متعۂ طلاق (فائدہ) ہر قسم کی طلاق یافتہ عورت کو دینا چاہیے۔ قرآن کریم کی مذکورہ دوسری آیت سے عموم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی معلوم ہوتا ہے۔

اس حکمِ متاع میں جو حکمت اور فوائد ہیں، وہ محتاجِ وضاحت نہیں۔ تلخی، کشیدگی اور اختلاف کے موقع پر، جو طلاق کا سبب ہوتا ہے، احسان کرنا اور عورت کی دلجوئی اور دلداری کا اہتمام کرنا، مستقبل کی متوقع خصومتوں کے سدباب کا نہایت اہم ذریعہ ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں اس احسان وسلوک کے بجائے، مطلقہ کو ایسے برے طریقے سے رخصت کیا جاتا ہے کہ دونوں خاندانوں کے آپس کے تعلقات ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتے ہیں۔ اگر قرآنی حکم کے مطابق تفریق کے اس موقع پر حسن سلوک اور تطییب قلوب (دلجوئی) کا اہتمام کیا جائے تو اس کے بے شمار معاشرتی فوائد ہیں۔ کاش! مسلمان اس نہایت ہی اہم نصیحت پر عمل کریں جسے انھوں نے فراموش کر رکھا ہے۔

ملحوظہ: آج کل کے بعض ''مجتہدین'' نے مَتَاعٌ اور مَتِّعُوْهُنَّ سے یہ استدلال کیا ہے کہ مطلقہ عورت کو اپنی جائیداد میں سے باقاعدہ حصہ دو یا عمر بھر نان ونفقہ دیتے رہو۔ یہ دونوں باتیں بے بنیاد ہیں۔ بھلا جس عورت کو مرد نے نہایت ناپسندیدہ سمجھ کر اپنی زندگی ہی سے خارج کردیا، وہ ساری عمر کس طرح اس کے اخراجات کی ادائیگی کے لیے تیار ہوگا؟ یا اپنی جائیداد میں سے اسے حصہ دے گا؟

بیک وقت تین طلاقیں دینے کے نقصانات

✵ بیک وقت تین طلاقیں دینا، ایک تو نبیٔ اکرم ﷺ کی ہدایات اور قرآن کریم کے خلاف ہیں، گویا اس میں قرآن وسنت سے صریح انحراف ہے۔

✵ اسے رسول اللہ ﷺ نے تَلَعُّبْ بِكِتَابِ اللّٰهِ (اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل، مذاق) قرار دیا ہے اور اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل مذاق بھی کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

✵ اسے فقہی مذاہب کو اہمیت دینے والے تین ہی شمار کرلیتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت اور منشا فوت ہوجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلی اور دوسری طلاق میں رکھی ہے کہ انسان اس میں طلاق دینے کے بعد آنے والی مشکلات پر سوچ بچار کرلے۔ اگر وہ محسوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے کہ طلاق سے اس کی پیچیدگیوں اور پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو رہا ہے تو وہ مذکورہ دونوں بتلائی ہوئی طلاقوں میں عدت کے اندر رجوع اور عدت گزر جانے کے بعد اپنی مطلقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔

* بیک وقت تین طلاقوں کے نفاذ سے صلح و مفاہمت کے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں جس سے خاندان اجڑ جاتے ہیں اور معصوم بچے بے سہارا ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں تمام فقہی مذاہب والوں کے نزدیک بھی جائز نہیں (گو وہ اس کے اجراء و نفاذ کے قائل ہیں) حتیٰ کہ ستمبر 2001ء کے اخبارات میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش بھی شائع ہوئی ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔ یہ ایک اچھی تجویز ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر ان مجموعی طلاقوں کو جبکہ طلاق دینے والے کی نیت صرف ایک طلاق دینا ہی ہو اور تین کا لفظ اس نے تاکید کے طور پر استعمال کیا ہو، اسے ایک ہی طلاق شمار کیا جائے تو اس قانون سے عوام کو فوری سہارا (Relief) ملے گا، عوام کو فوری سہارے کی ضرورت ہے نہ کہ تعزیر (سزا) کی، موجودہ حالات اور عوام کی جہالت کے پیش نظر ہمارے اس نقطہ نظر کی بہت سے علمائے احناف نے بھی تائید کی ہے جس کی ضروری تفصیل آپ اس کتاب میں آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

طلاق مرد کا حق ہے

طلاق کے مذکورہ آداب اور انھیں نظر انداز کرنے کے نقصانات تو ضمنی طور پر اس لیے بیان کیے گئے ہیں تاکہ مرد اپنا یہ حق صحیح طریقے سے استعمال کریں اور اسے غلط طریقے سے استعمال کر کے اسلام کی بدنامی کا باعث نہ بنیں کیونکہ اسلام نے انھیں یہ حق اس لیے نہیں دیا کہ وہ اس کے ذریعے سے عورتوں پر ظلم کریں یا اسلام کو بدنام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو یہ حق دے کر ان کی فوقیت و برتری کا اثبات کیا ہے، انھیں اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنا چاہیے نہ کہ وہ اس استحقاق کی نفی کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کو اللہ نے طلاق کا حق نہیں دیا

عورت کو اللہ نے یہ حق نہیں دیا کہ وہ مرد کو جب چاہے طلاق دے کر مرد سے علیحدہ ہوجائے، اس لیے کہ عورت مرد کے مقابلے میں جسمانی اعتبار سے بھی کمزور ہے اور ذہنی و دماغی صلاحیتوں میں بھی کم تر۔ جسمانی کمزوری کی وجہ سے اس کے اندر صبر وضبط کی کمی ہے اور دماغی صلاحیتوں میں تفاوت کی وجہ سے اس کے اندر سوچنے سمجھنے کی استعداد بھی کم ہے اور ان دونوں کمزوریوں کی وجہ سے اس کے فیصلے میں عجلت اور جذباتیت کا عنصر غالب رہتا ہے۔ اگر عورت کو بھی طلاق کا حق مل جاتا تو وہ اپنا یہ حق نہایت جلد بازی یا جذبات میں آ کر استعمال کرلیا کرتی اور اپنے پیروں پر آپ کلہاڑا مار لیا کرتی۔ اس سے معاشرتی زندگی میں جو فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا، اس کا تصور ہی نہایت روح فرسا ہے۔ اس کا اندازہ آپ مغرب اور یورپ کی ان معاشرتی رپورٹوں سے لگا سکتے ہیں جو وہاں عورتوں کو حق طلاق مل جانے کے بعد مرتب اور شائع ہوئی ہیں۔

ان رپورٹوں کے مطالعے سے اسلامی تعلیمات کی حقانیت کا اور عورت کی اس کمزوری کا اثبات ہوتا ہے جس کی بنا پر مرد کو تو حق طلاق دیا گیا ہے لیکن عورت کو یہ حق نہیں دیا گیا۔ عورت کی جس زُود رنجی، سریع الغضبی، ناشکرے پن اور جذباتی ہونے کا ہم ذکر کر رہے ہیں، حدیث سے بھی اس کا اثبات ہوتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ؛ قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.)) [1]

"مجھے جہنم کا مشاہدہ کرایا گیا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی، (اس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ ناشکری کا ارتکاب کرتی ہیں۔ پوچھا گیا: کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب كفران العشير، حديث: 29.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ آپ نے فرمایا: (نہیں) وہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ایک عورت کے ساتھ احسان کرتے رہو، پھر وہ تمھاری طرف سے کوئی ایسی چیز دیکھ لے جو اسے ناگوار ہو تو وہ فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے تیرے ہاں کبھی سکھ دیکھا ہی نہیں۔''

جب ایک عورت کی افتادِ طبع اور مزاج ہی ایسا ہے کہ وہ عمر بھر کے احسان کو مرد کی کسی ایک ناگوار بات پر فراموش کر دیتی ہے تو اسے اگر حق طلاق مل جاتا تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس آسانی کے ساتھ وہ اپنا گھر اجاڑ لیا کرتی۔ اور عورت کے اس مزاج کو نبی کریم ﷺ ہی نے بیان نہیں فرمایا بلکہ دانش ورانِ مغرب اور ان کے مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ بہرحال عورت کی یہی وہ کمزوری ہے جس کی وجہ سے اللہ نے مرد کو تو حق طلاق دیا ہے لیکن عورت کو نہیں دیا، اس لیے کہ اس میں عورت ہی کا مفاد ہے۔ عورت کا مفاد ایک مرد سے وابستہ اور اس کی رفیقۂ حیات بن کر رہنے ہی میں ہے، نہ کہ گھر اجاڑنے میں۔ اور عورت کے اس مفاد کو، عورت کے مقابلے میں مرد ہی صبر و ضبط اور حوصلہ مندی کا مظاہرہ کر کے زیادہ ملحوظ رکھتا اور رکھ سکتا ہے۔ بنابریں اسلام کا یہ حکم بھی عورت کے مفاد ہی میں ہے، گو آج کی عورت گمراہ کن پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اسے اپنے پر ظلم تصور کرے۔ لیکن اللہ ارحم الراحمین نے اس قانون طلاق کے ذریعے سے اس پر اس کی فطری کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے، رحم ہی فرمایا ہے، اس پر ظلم نہیں کیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝﴾ (حٰمٓ السجدة 46:41)

''اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

اس کی مزید تفصیل و تشریح کے لیے ملاحظہ ہو، الطاف احمد اعظمی صاحب کا مضمون ''اسلام کا قانون طلاق'' جو راقم کی ایک دوسری کتاب ''ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل'' میں شامل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق کا صحیح طریقہ

نوٹ: اس کی کچھ تفصیل اگرچہ پہلے بیان ہو چکی ہے، تاہم موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قدرے تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

1. مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد بعض دفعہ جب دونوں کے مزاجوں میں موافقت اور ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکے تو طلاق اور علیحدگی ہی میں دونوں کی بھلائی ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے، تاہم مرد کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے اس حقِ طلاق کو آخری چارۂ کار کے طور پر ہی استعمال کرے۔ اس سے پہلے اصلاح کی جو چار تدابیر اللہ نے سورۃ نساء میں بیان فرمائی ہیں (جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) ان کو بروئے کار لایا جائے۔ پھر بھی بات نہ بنے تو پھر طلاق کا فیصلہ کیا جائے۔

2. یہ فیصلہ کر لینے کے بعد بھی یوں ہی طلاق نہ دی جائے بلکہ اس کے لیے یہ طریق کار بتلایا گیا ہے کہ ایام حیض میں طلاق نہ دی جائے۔ نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر برہمی کا اظہار فرمایا تھا جب انھوں نے ایام حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ بلکہ اس وقت طلاق دی جائے جب بیوی کے ایام حیض ختم ہو جائیں اور وہ پاک ہو جائے۔ اس کو حالتِ طُہر کہا جاتا ہے تو حکم یہ ہے کہ حالت طُہر میں اس سے صحبت کیے بغیر طلاق دی جائے۔ اس حکم کا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مرد حق طلاق کا بے جا استعمال کرتے ہوئے وقتی طور پر اشتعال اور غصے میں فوراً طلاق دے بیٹھتے ہیں، پھر پچھتاتے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا؟ جب کہ ہم میاں بیوی کا نباہ صحیح طریقے سے ہو رہا ہے۔ اگر اشتعال اور غصے میں طلاق نہ دی جائے اور ایسے طُہر کا انتظار کیا جائے جس میں خاوند نے بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو، جیسا کہ حکم ہے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس انتظار کی وجہ سے اکثر و بیشتر غصے اور اشتعال کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور آدمی کو طلاق دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اور یوں طلاق کی شرح بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ پھر طلاق صرف اسی صورت میں دی جائے گی جب مرد نے قطعی طور پر اصلاح کی ساری تدابیر اختیار کرنے کے بعد، طلاق دینے ہی کا فیصلہ کرلیا ہوگا۔

3 جب طلاق دی جائے تو ایک ہی طلاق دی جائے، یعنی طلاق کا لفظ صرف ایک مرتبہ ہی استعمال کیا جائے: ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' یا ''تجھے طلاق ہے۔'' اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر طلاق دینے کے بعد صلح کی صورت بن جائے تو نہایت آسانی سے صلح کا مرحلہ طے ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک طلاق کی صورت میں تمام مکاتب فکر کے نزدیک عدت (تین حیض یا تین مہینے) کے اندر بغیر نکاح کے رجوع اور صلح کر لینا جائز ہے اور رجوع کے لیے زبان ہی سے رجوع کا اظہار کر دینا کافی ہے، اس کے لیے کسی خاص عمل کا کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر عدت گزر جائے تو ان کے درمیان دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہو جاتا ہے۔

دوسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد بھی رجوع کا حق

ایک مرتبہ رجوع کرنے کے بعد دوبارہ بھی طلاق دینے کی صورت میں عدت کے اندر رجوع کرنے کا اور عدت گزر جانے پر نئے نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال کرنے کا موقع رہتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ (البقرۃ 229:2) میں دو مرتبہ طلاق دے کر مرد کو رجوع کرنے کا حق دیا ہے۔

پیچیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک ہی مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال کرلیا جاتا ہے، حالانکہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینا ممنوع ہے اور نبی ﷺ نے اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی لیے اس میں بھی تمام مکاتب فکر متفق ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ناجائز ہے، لیکن عوام جہالت کی وجہ سے غصے میں اسلام کی اس اہم ہدایت کی پروا نہیں کرتے اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علمائے احناف اس کو تین ہی قرار دے کر صلح اور رجوع کا راستہ بالکل بند کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں عوام بڑے پریشان ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہماری نیت بیوی سے جدائی کی نہیں تھی، بس غصے میں طلاق دے بیٹھے اور ہم یہ سمجھتے تھے کہ جب تک طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال نہیں کریں گے تو طلاق ہی نہیں ہوگی، اسٹامپ پیپر میں بھی اسی لیے تین طلاقیں لکھوائی جاتی ہیں۔

بنابریں طلاق دینے کا اگر فیصلہ کر ہی لیا جائے تو ایک ہی طلاق دی جائے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں کیونکہ بعض دفعہ آدمی طلاق تو دے بیٹھتا ہے لیکن جب اس کے نقصانات اس کے سامنے آتے ہیں، مثلاً: میاں بیوی میں آپس میں بڑا پیار ہے، وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے یا اولاد کا مسئلہ ہے، طلاق کے بعد ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا وغیرہ، اس قسم کی صورتوں میں اگر وہ دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں تو ایک طلاق کی صورت میں عدت کے اندر صلح اور رجوع کر کے اپنی غلطی کا ازالہ کر لیا جانا بڑا آسان ہے، اس کی راہ میں فقہی اختلاف بھی آڑے نہیں آتا۔ اس کے برعکس اکٹھی تین طلاقیں دینے کی صورت میں فقہی اختلاف کی وجہ سے معاملہ گھمبیر ہو جاتا ہے کیونکہ حنفی علماء اس صورت میں صلح کی اجازت نہیں دیتے۔ پھر یا تو وہ حلالہ کروا کر کے دوبارہ نکاح کی بحالی کا فتویٰ دیتے ہیں جو ایک لعنتی اور بے غیرتی کا کام ہے، جسے کوئی غیرت مند مرد گوارا نہیں کرتا، اسلام اس بے غیرتی کا حکم کس طرح دے سکتا تھا؟ اس بے غیرتی کا فتویٰ تو فقہی جمود میں مبتلا حضرات ہی دیتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کروایا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [1]

بصورت دیگر یہ گھرانہ اجڑ جاتا ہے، مرد الگ پریشان ہوتا ہے، بیوی کی زندگی بھی اجیرن ہو جاتی ہے اور بچوں کا مستقبل بھی تباہ اور بعض دفعہ بچوں کو لینے دینے کے لیے عدالتی

[1] ابن ماجه، النكاح، باب المحلل والمحلل له، حديث: 1935، جامع الترمذي، النكاح، باب ما جاء في المحلل والمحلل له، حديث: 1119.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کارروائی میں دونوں میاں بیوی خوب خوار ہوتے ہیں۔ تاہم کسی ایک کے حق میں فیصلہ ہوجانے کے بعد بھی بچے پریشان کن صورت حال سے دوچار رہتے ہیں، ان کو ماں کی جدائی برداشت کرنی پڑتی ہے یا باپ کی۔

اسلام میں ہر مشکل کا حل ہے

فقہی جمود میں مبتلا اور بے غیرتی اور لعنتی کام کا فتویٰ دینے والے علماء کے پاس اس معاشرتی مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے، البتہ شریعت اسلامی میں اس کا حل موجود ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرکے رجوع کرلیا جائے جیسا کہ قرآن و حدیث کی تصریحات سے ثابت ہے۔ اس طرح ہزاروں، لاکھوں گھرانے برباد ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اب بہت سے حنفی علماء بھی یہ اعتراف کرنے لگے ہیں کہ مذکورہ صورت حال کا ایک ہی حل ہے کہ ایک مجلس کی طلاقوں کو ایک ہی شمار کرکے خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا اور عدت گزارنے کی صورت میں بہ نکاح جدید صلح کرنے کا حق دیا جائے، بشرطیکہ طلاق دینے کا یہ فعل اس نے پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ کیا ہو۔

اس کی تفصیل راقم کی کتاب ''ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو دارالسلام کی چھپی ہوئی ہے اور آگے ان علماء کے نام بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

ایک اور ضروری وضاحت

یہاں ایک اور نہایت اہم نکتے کی وضاحت کردینی مناسب معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اکثر کتابوں میں طلاق سنت کا طریقہ یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر طہر میں رجوع کیے بغیر طلاق دی جائے۔ اس طرح تین طہروں میں تین طلاقیں پوری کی جائیں جب کہ واقعہ یہ ہے کہ تین طلاقیں دینی ضروری ہی نہیں ہیں۔ ایک طلاق دینے کے بعد اگر عدت کے گزرنے (تین حیض یا تین مہینے) تک رجوع نہیں کیا جائے گا تو اس سے بھی طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد عورت آزاد ہے، وہ ولی کی اجازت سے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے، حتیٰ کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے خاوند سے بھی صلح کی صورت میں دوبارہ نکاح کرنا جائز ہوگا۔

اس کے برعکس تین طہروں میں تین طلاقوں کو پورا کرنے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس طرح پھر طلاق مغلظہ یا بتہ واقع ہوجاتی ہے جس کے بعد زوج اول سے نکاح ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ پر عمل کیے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اس کے لیے پھر فقہی جمود میں مبتلا علماء لعنتی اور بے غیرتی والے حلالے کا فتویٰ دیتے ہیں جو ہر غیرت مند مرد اور ہر غیرت مند عورت کے لیے نا قابل قبول بلکہ نا قابل برداشت ہوتا ہے۔

طلاقِ سنت کا مذکورہ طریقہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ ہے جو سنن نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے، اس لیے یہ مشہور بھی ہوگیا، تاہم اس کو طلاق سنت قرار دینا کسی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ اس کے برعکس مصنف ابن ابی شیبہ میں سیدنا ابن مسعود سے وہ طریقہ منقول ہے جسے ہم نے بہترین طریقہ قرار دیا ہے کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ تین حیض گزر جائیں۔[1] یہی طریقہ درست اور صحیح ہے (اس کی مزید وضاحت آگے آئے گی)۔

4 چوتھی ہدایت یہ ہے کہ پہلی طلاق یا دوسری طلاق میں بیوی سے علیحدگی تو ضروری ہے لیکن عدت کے اندر اس کو گھر ہی میں رہنے دیا جائے، یعنی خاوند کے گھر میں۔ اس سے اسے نہ نکالا جائے۔ اس کا فائدہ اللہ نے یہ بتلایا ہے کہ مطلقہ کے اسی گھر میں رہنے سے، ہوسکتا ہے خاوند کے اندر رجوع کرنے کی رغبت اور جذبہ پیدا ہوجائے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ (الطلاق 1:65)

''تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے۔''

اسی لیے بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک طلاق دینے کی تلقین اور بیک وقت تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اگر مرد ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے (اور شریعت اسے جائز قرار دے کر نافذ بھی کردے) تو پھر یہ کہنا بے فائدہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات (خاوند کے دل میں صلح کی رغبت)

[1] مصنف ابن أبی شیبة، حدیث: 18034.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کردے۔ [1]

عورت کو اپنا رویہ صحیح رکھنا چاہیے

یہاں تک تو بات تھی مرد کے حقِ طلاق اور اس کے طریقۂ استعمال کی۔ اس مقام پر ہم چند باتیں خواتین سے بھی عرض کرنا مناسب بلکہ ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ مرد اکثر و بیشتر عورتوں کے رویوں کی وجہ سے طلاق دینے پر مجبور ہوتے ہیں ورنہ کسی کو بھی اپنا گھر اجاڑنا پسند نہیں۔ بنابریں عورتوں کو ہر وقت اپنا رویہ درست رکھنا چاہیے اور مرد کو اتنا پریشان نہیں کرنا چاہیے کہ معاملہ طلاق تک پہنچ جائے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ ان ہدایات پر عمل کیا جائے جو نیک عورت کے اوصاف کے ضمن میں (19، 20 کے قریب) صفات اور ''عورت نئے گھر میں، نئے ماحول میں۔'' کے تحت ہم نے اپنی کتاب ''حقوق مرداں اور حقوق نسواں''، (مطبوع مکتبہ ضیاء الحدیث) میں بیان کیے ہیں۔ علاوہ ازیں عورت مرد کو اشتعال اور غصہ دلانے والی باتوں سے گریز کرے۔ اپنی زبان پر کنٹرول رکھے، بالخصوص جب خاوند غصے میں ہو۔ فساد بالعموم زبان کی بے احتیاطی سے پیدا ہوتا اور بڑھتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے زبان کی حفاظت پر بہت زور دیا ہے۔

اسی طرح جب خاوند عورت کے رویے سے تنگ آ کر یہ کہتا ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا تو اکثر نادان عورتیں اپنی اصلاح کرنے کے بجائے، کہہ دیتی ہیں، اچھا طلاق دے دے اور خاوند اس کے جواب میں طلاق دے ڈالتا ہے، ظاہر بات ہے کہ یہ رویہ اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مارنے والی بات ہے۔

بعض عورتیں اپنے خاوند کی ماں (اپنی ساس) یا اس کی بہنوں (نندوں) کی بابت خاوند کو یہاں تک کہہ دیتی ہیں کہ ماں کو (یا بہن کو) رکھ لے یا مجھے رکھ لے، ساس یا نندوں

[1] فتح القدیر للشوکانی : 288/5.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ گزارا کرنے کے بجائے ان سے اتنی شدید نفرت کا اظہار بھی اکثر و بیشتر طلاق پر منتج ہوتا ہے۔ ایسے رویے سے بھی بچا جائے۔

عورت کو یاد رکھنا چاہیے کہ آسمان کے نیچے زمین پر خاوند اس کے لیے سائبان کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے اگر وہ محروم ہوگئی تو عورت کی حیثیت ایک کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہے جس کو تند و تیز ہوائیں کسی ویرانے میں پھینک دیتی ہیں یا آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے یا پھر عورت بھائیوں کی دست نگر بن کر ذلت و خواری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق کی قسمیں

1 طلاق رجعی

وہ طلاق ہے جس میں عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے اور یہ حق رجوع صرف پہلی اور دوسری طلاق میں ہے، تیسری طلاق کے بعد نہیں۔

2 طلاق بائن

یہ وہ طلاق ہے کہ خاوند نے ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا، رجوع نہیں کیا، حتیٰ کہ عدت گزر گئی۔ لیکن یہ بینونہ صغریٰ ہے۔ یعنی اس میں عدت گزر جانے کے بعد خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہوسکتا ہے۔ (یہ پہلی اور دوسری طلاق کی حد تک ہے، کیونکہ رجوع یا نکاح کے بعد بھی حق طلاق شمار میں آئے گا، یعنی ایک طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو دو مرتبہ حق طلاق باقی رہے گا۔ دوسری طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو ایک حق طلاق باقی رہ جائے گا۔

3 طلاق بائنہ مُغلّظہ

اس سے مراد وہ طلاق ہے کہ خاوند دو مرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجوع کر چکا ہے، پھر اس نے کچھ عرصے کے بعد طلاق دے دی، یہ تیسری طلاق، طلاقِ بائنہ مغلظہ ہے، اسے طلاق بتہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طلاق کے بعد خاوند نہ رجوع کرسکتا ہے اور نہ اس سے نکاح۔ اب حلالہ شرعیہ کے بغیر زوج اول سے نکاح نہیں ہوسکتا اور حلالۂ مروجہ ملعونہ کے ذریعے سے کیا گیا نکاح باطل ہے۔ اس نکاح باطل سے عورت، زوج اول کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

4 طلاق بالکنایہ

اس میں خاوند طلاق کا لفظ استعمال نہیں کرتا بلکہ ذو معنی لفظ استعمال کرتا ہے، جیسے: تو میری طرف سے آزاد ہے یا فارغ ہے وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ سے اگر طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق ہو جائے گی، بصورت دیگر طلاق نہیں ہوگی۔

احناف کی بیان کردہ طلاق کی تین قسمیں

یہاں ایک یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ فقہائے احناف نے طلاق کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور وہ بہت مشہور ہیں۔ ایک طلاق احسن، دوسری طلاق حسن اور تیسری طلاقِ بدعی۔

طلاق احسن وہ ہے جو خاوند حالت طہر میں ہم بستری کیے بغیر ایک طلاق دے اور عدت میں رجوع نہ کرے، حتیٰ کہ عدت گزر جانے پر ان کے درمیان جدائی ہو جائے۔

طلاق حسن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ اس طرح تین طہروں (تین مہینوں) میں تین طلاقیں پوری ہو کر طلاق مغلّظہ یا طلاق بتّہ واقع ہو جائے گی۔

تیسری قسم بدعی ہے اور اس سے مراد وہ طلاق ہے جو حالت حیض میں دی جائے۔ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے، تاہم حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔

طلاق حسن، طلاق کی بدترین قسم ہے

طلاق حسن، جو بہت مشہور ہے۔ یہ طریقہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔[1] اس لیے اسے مسنون طریقہ سمجھ لیا گیا ہے اور اسے طلاق سنت کا نام دے دیا گیا، حالانکہ اسے طلاق سنت قرار دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے۔ اسی لیے مصنف ابن ابی شیبہ میں وہ طریقہ بھی منقول ہے جو سب سے بہتر بلکہ صحیح طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حالت طہر میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے، حتیٰ کہ تین حیض گزر جائیں۔[2]

ہدایہ میں ہے کہ ”صحابہ اسی بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ طلاق کا عمل ایک طلاق سے زیادہ

---

[1] سنن النسائي، حديث: 3394، سنن ابن ماجه، حديث: 2021، وغیرہ، روایت ضعیف ہے۔

[2] مصنف ابن أبي شيبة، حديث: 18036.

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہ کیا جائے، حتیٰ کہ عدت گزر جائے۔ یہ ان کے نزدیک، ہر طہر میں طلاق دینے کے مقابلے میں، افضل ہے۔'' (ہدایہ)

طلاق کی دوسری قسم، طلاق حسن جسے طلاق سنت مشہور کر دیا گیا ہے، طلاق کی بدترین قسم ہے۔ اس لیے کہ اس طرح طلاق کا عمل (پروسس) تین حیضوں (یا تین مہینوں) میں مکمل ہوتا ہے اور اس طرح یہ طلاق مغلظہ یا طلاق بتہ بن جاتی ہے۔ اس کے بعد میاں بیوی میں دوبارہ تعلق کی بحالی کا راستہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا ہے۔ اس راستے کو کھولنے کے لیے حلالۂ مروجہ ملعونہ کے جواز کا فتویٰ احناف کی طرف سے دیا جاتا ہے جو کسی غیرت مند مرد یا عورت کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ یہ طریقہ حسن یا سنت کس طرح ہو سکتا ہے؟ اسی لیے خود احناف کی سب سے معتبر کتاب ہدایہ میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ''طلاق کا یہ طریقہ بدعت ہے، طلاق صرف ایک ہی مباح ہے۔'' وقال مالك: إنه بدعة، ولا يباح إلا واحدة. ❶

بہر حال طلاق کا صحیح اور مسنون طریقہ یہی ہے کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر صلح کی صورت نہیں بنتی اور عدت گزر جاتی ہے تو اس کے بعد عورت آزاد ہے، وہ اپنے ولی کی اجازت سے جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ اس طریقۂ طلاق کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ عدت کے اندر (پہلی اور دوسری طلاق میں) رجوع ہو سکتا ہے، اگر عدت گزرنے کے بعد صلح کی صورت بنے تو بذریعۂ نکاح دوبارہ تعلق بحال ہو سکتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، راقم کی کتاب ''حقوق مرداں اور حقوق نسواں'' ص: 280۔286)

❶ الهداية: 226/1، المكتبة الإسلامية، بحواله المكتبة الشاملة.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ طلاق ثلاثہ اور اس کی نوعیت

گزشتہ تفصیلات سے واضح ہے کہ ذرا ذرا سی باتوں پر غصے اور اشتعال میں آ کر طلاق دے دینا شرعاً پسندیدہ امر ہے نہ مرد کے شایانِ شان ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے بجائے مرد کو طلاق کا حق اسی لیے دیا ہے کہ مرد عورت کے مقابلے میں زیادہ حوصلہ مند اور زیادہ ضبط و تحمل کا مالک ہے لیکن اکثر لوگ اپنے شیوۂ مردانگی کو بھول جاتے ہیں اور غصے اور جذبات میں آ کر فوراً طلاق دے ڈالتے ہیں، پھر جب غصہ اور جذبات ٹھنڈے پڑتے ہیں تو ہوش آتا ہے اور دیکھتے ہیں کہ ان کا تو ہنستا بستا گھر ہی اجڑ گیا ہے، ان کا گلستاں خزاں دیدہ اور ان کے مستقبل کا شیش محل چکنا چور ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ طلاق دینے کا طریقہ ہی غلط اختیار کرتے ہیں، یعنی بیک وقت تین طلاقیں دے دیتے ہیں جو متفقہ طور پر ناجائز طریقہ ہے، حالانکہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حالت طہر میں، بغیر صحبت کیے، صرف ایک طلاق دی جائے اور وہ بھی صرف اُس صورت میں کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔

صحیح طریقۂ طلاق اختیار کرنے کا فائدہ

اس طرح طلاق دینے کا فائدہ یہ ہے (جیسا کہ پہلے بھی وضاحت کی گئی ہے) کہ اس کے بعد اگر رجوع اور صلح کی صورت بن جائے تو محدثین اور فقہائے اربعہ سب کے نزدیک تین حیض یا تین مہینے کے اندر رجوع اور عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر طلاق دینے کے بعد رجوع نہ ہو اور عدت (تین حیض) گزر جائے تو ان کے مابین تعلق زوجیت ختم ہو جائے گا۔ مطلقہ بیوی اس کے بعد آزاد ہے، جہاں چاہے نکاح کرے حتیٰ کہ پہلے خاوند سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اس طریقے میں دوسری اور تیسری طلاق دینے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہی پیش نہیں آتی اور موٹی سی بات ہے کہ جب ایک ہی مرتبہ طلاق دینے سے مسئلہ حل ہوجاتا ہے تو بیک وقت تین طلاقیں کیوں دی جائیں؟

لیکن ہمارے ملک میں جہالت عام ہے حتیٰ کہ وکلاء اور عرضی نویس حضرات بھی بالکل بے علم ہیں اور جس طرح جاہل لوگ بغیر سوچے سمجھے ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں، اگر کوئی وکیل یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتا ہے تو وہ بھی تین طلاقیں لکھ کر اس کے حوالے کر دیتے ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینے پر شدید غصے کا اظہار فرمایا ہے اور اسے اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزاء اور مذاق قرار دیا ہے اور اسی غلط طریقے کی وجہ سے پھر اختلاف بھی واقع ہوتا ہے۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ اس طرح تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور اب حلالے کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس کے بغیر دونوں کا دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، حالانکہ اسلام میں حلالے کا تصور نہیں ہے، یہ ایک لعنتی فعل ہے جسے کوئی غیرت مند مرد اور عورت برداشت نہیں کرسکتی اور نبی ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور حلالہ کرنے والے کو کرائے کا سانڈ قرار دیا ہے، جیسے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: هُوَ الْمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.))[1]

"کیا میں تمھیں کرائے کا سانڈ بتلاؤں؟ صحابہ نے کہا: ہاں، ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ حلالہ کرنے والے پر لعنت فرمائے اور اس پر بھی جس کے لیے حلالہ کروایا جائے۔"

اس کے برعکس دوسرے علماء کا موقف یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی شمار ہوں گی، یعنی اس کے بعد خاوند اگر رجوع کرنا چاہے تو تین مہینے کی عدت کے اندر

[1] سنن ابن ماجه، النكاح، باب المحلل والمحلل له، حديث: 1936، المستدرك للحاكم، الطلاق: 199/2، حديث: 2805، السنن الكبرىٰ للبيهقي، النكاح، باب ما جاء في نكاح المحلل: 208/7.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رجوع کرسکتا ہے۔ اس کے لیے اسے نکاح جدید کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں! اگر عدت گزرنے کے بعد صلح کرنا چاہیں گے تو پھر نکاح ضروری ہے اور حلالے کے بغیر ان کا باہم نکاح کرنا جائز ہوگا۔ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ طلاق میں یہی حکم ہوگا، البتہ تیسری مرتبہ طلاق کے بعد نہ رجوع ہوسکتا ہے اور نہ نکاح ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ ''یہاں تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔''

اس موقف کے مختصر دلائل حسبِ ذیل ہیں:

قرآنی دلیل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ﴾

(البقرة 229:2)

''طلاق دو مرتبہ ہے پس (اس کے بعد) بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا۔''

مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو طلاق دینے کے بعد بیوی سے رجوع کرکے اپنے پاس روک لینے یا طلاق کو مؤثر کرکے احسان کے ساتھ اسے اپنے سے جدا کردینے کا دو مرتبہ حق حاصل ہے، البتہ تیسری طلاق کے بعد یہ حق نہیں، تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے جدا ہوجاتی ہے، اس سے رجوع ہوسکتا ہے نہ نکاح، یہاں تک کہ وہ کسی اور شخص سے آباد ہونے کی نیت سے باقاعدہ نکاح کرے، پھر وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہوجائے تو پہلے خاوند سے اس کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

قرآن کریم کے اس اندازِ بیان سے صاف واضح ہے کہ ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دینا یا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین شمار کرکے بیوی کو ہمیشہ کے لیے جدا کردینا، قرآن کے مذکورہ حکم سے متصادم ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ پہلی اور دوسری طلاق کے بعد سوچنے اور نظرِ ثانی کا موقع اور گنجائش باقی ہے لیکن لوگ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے موقع اور گنجائش کو ختم کر دیتے ہیں جو کسی لحاظ سے بھی صحیح اور مستحسن نہیں، کیونکہ اس طرح وہ حکمت فوت ہو جاتی ہے جو پہلی اور دوسری طلاق کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش میں مضمر ہے، اس لیے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق رجعی شمار کرنا، جس کے بعد عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہو، قرآن کریم کی رو سے زیادہ صحیح ہے اور ذیل کی احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

احادیث سے استدلال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

((طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيْدَ أَخُوْ بَنِي مُطَّلِبٍ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ، فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيْدًا، قَالَ: فَسَأَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟ قَالَ: طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا، قَالَ: فَقَالَ: فِي مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ، فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ، قَالَ: فَرَجَعَهَا.)) [1]

''حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں لیکن بعد میں سخت غمگین ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے اسے کس طرح طلاق دی تھی؟ انھوں نے کہا: تین مرتبہ۔ آپ نے پوچھا: ایک ہی مجلس میں طلاقیں دی تھیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: پھر یہ ایک ہی طلاق ہوئی ہے، اگر تم چاہو تو رجوع کر سکتے ہو۔ راویٔ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس کے بعد حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔''

[1] مسند أحمد: 123/4، به تحقيق أحمد شاكر۔ اس حدیث کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں: هٰذا الحديث نص في المسئلة لا يقبل التأويل الذي في غيره من الروايات (فتح الباري: 362/9).

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

((كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً.))[1]

''عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک (ایک مجلس کی) تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھیں۔''

ان دونوں حدیثوں سے بھی واضح ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی شمار ہوں گی۔

متعدد حنفی علماء کا اعتراف

انھی مذکورہ دلائل قرآن و حدیث کی بنیاد پر موجودہ دور کے بہت سے علمائے احناف نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کر کے خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا اور عدت گزرنے کے بعد بہ نکاح جدید (بغیر حلالہ مروجہ کے) اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے گھر بسانے کا حق حاصل ہے۔ جیسے مولانا سعید احمد اکبر آبادی، (مدیر ماہنامہ ''برہان'' دہلی) مولانا عبدالحلیم قاسمی، (جامعہ حنفیہ گلبرگ، لاہور) مولانا پیر کرم شاہ ازہری (جج سپریم اپیلیٹ شریعت بنچ، پاکستان) مولانا حسین علی واں بھچراں اور دیگر حضرات ہیں جس کی تفصیل ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' نامی کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس کتاب میں پیر کرم شاہ ازہری کا ایک مدلل مقالہ بھی شامل ہے جس میں اسی مسلک کی تائید کی گئی ہے۔ (ان کے مقالات و فتاویٰ کی ضروری تلخیص راقم کی کتاب ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں)۔

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی کا فتویٰ

مثال کے طور پر مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی سے پوچھا گیا کہ زید نے اپنی بیوی کو تین

[1] صحيح مسلم، الطلاق، باب طلاق الثلاث: 1472، المستدرك للحاكم، الطلاق: 196/2، حديث: 2793، سنن الدارقطني، الطلاق، حديث: 3961.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاقیں دے دیں۔ لیکن زید کو اپنی بیوی سے نہایت الفت ہے اور مفارقت نا قابل برداشت، لہٰذا بدرجۂ مجبوری مذہب شافعی کی تقلید کرتے ہوئے نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا عبدالحی مرحوم نے فرمایا: ''ضرورتِ شدیدہ کے وقت مذہب شافعی کی تقلید کرنا جائز ہے۔''[1]

مولانا مرحوم کا مطلب یہ ہے کہ اگر مفاسد کا اندیشہ ہو تو دوسرے مذہب کے فتویٰ کے مطابق نکاح کر کے اپنا گھر آباد کرلیا جائے۔

مولانا کفایت اللہ حنفی مفتیٔ اعظم ہند کا فتویٰ

یہی اجازت مولانا کفایت اللہ مرحوم مفتیٔ اعظم ہند نے بھی مخصوص حالات کے لیے دی ہے، چنانچہ ان کے مجموعہ فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک حنفی نے طلاق ثلاثہ کے بعد اہل حدیث عالم سے فتویٰ لے کر اپنی بیوی سے رجوع کرلیا جس پر دوسرے علماء نے اہل حدیث مفتی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور اس کے مقاطعے کا حکم دیا اور مسجد میں آنے سے روک دیا۔ (سوال کیا گیا کہ) کیا یہ فعل جائز ہے؟ اس کا جواب دیا گیا:

''ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے اور ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے علاوہ بعض علماء اس کے قائل ضرور ہیں کہ ایک طلاق رجعی ہوتی ہے اور یہ مذہب اہل حدیث نے بھی اختیار کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور طاؤس وعکرمہ وابن اسحاق رحمہم اللہ سے منقول ہے، پس کسی اہل حدیث کو اس حکم کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں اور نہ وہ قابل مقاطعہ اور نہ مستحق إخراج عن المسجد ہے۔ ہاں! حنفی کا اہل حدیث سے فتویٰ حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا تو یہ

[1] فتاوٰی مولانا عبد الحی، ص: 166.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہ اعتبار فتویٰ ناجائز تھا۔ لیکن اگر وہ بھی مجبوری اور اضطراری حالت میں اس کا مرتکب ہوا ہو تو قابل درگزر ہے۔''[1]

اس تفصیل سے واضح ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کے ایک ہی شمار کرنے میں اہل حدیث منفرد نہیں ہیں بلکہ عصر صحابہ سے عصرِ حاضر تک ہر دور میں ایسے علماء و ائمہ موجود رہے ہیں جو اسے ایک طلاق رجعی شمار کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ اس مسئلے میں اہل حدیث کو بلاوجہ مطعون کرتے اور ان کے خلاف گوہر افشانی کرتے ہیں۔

[1] کفایت المفتی: 361/6.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذاہبِ اربعہ کا متفقہ موقف

تاکید کے طور پر تین طلاقیں، ایک ہی طلاق ہے

چاروں فقہوں (حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی) میں ایک اور نقطۂ نظر سے بھی تین دفعہ طلاق کا لفظ دہرانے کے باوجود، اسے ایک طلاق شمار کرنے کی گنجائش موجود ہے، حالانکہ یہ سب اصحابِ فقہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی شمار کرنے کے قائل ہیں۔

وہ گنجائش کیا ہے اور کس طرح ہے؟ وہ اس طرح کہ کبھی محض تاکید کے لیے طلاق کا لفظ دہرا دیا جاتا ہے جیسے مرد کہتا ہے: تجھے طلاق، طلاق، طلاق۔ یا میں تجھے طلاق دیتا ہوں، تجھے طلاق دیتا ہوں، تجھے طلاق دیتا ہوں۔ لیکن اس طرح کہتے ہوئے اس کی نیت تین طلاقیں دینے کی نہیں ہوتی بلکہ صرف طلاق دینے کی ہوتی ہے اور وہ طلاق کا لفظ صرف تاکید کے طور پر دہراتا ہے اور اکثر لوگوں کی نیت واقعی صرف طلاق دینے ہی کی ہوتی ہے، ایسی صورت میں مذکورہ فقہاء بھی ایک ہی طلاق شمار کرنے کے قائل ہیں۔

چنانچہ کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعة کے مؤلف فقہ مالکی کی صراحت کرتے ہیں۔

فقہ مالکی کا فتویٰ

((اَلصُّوْرَةُ الْأُوْلٰی أَنْ يَّقُوْلَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ ، طَالِقٌ ، طَالِقٌ ، بِدُوْنِ عَطْفٍ ، وَتَعْلِيْقٍ ، وَحُكْمُ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ أَنَّهٗ يَقَعُ بِهَا وَاحِدَةٌ إِذَا نَوٰی بِالثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ التَّأْكِيْدَ .))

''اگر اس نے کہا: تجھے طلاق، طلاق، طلاق، بغیر عطف اور تعلیق کے تو اس صورت میں ایک ہی طلاق ہوگی، جب اس کی نیت دوسری اور تیسری طلاق سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاکید ہو۔"❶

فقہ حنبلی کا فتویٰ

حنبلی مسلک کی کتاب "المغنی" میں علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

((فَإِنْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ، طَالِقٌ، طَالِقٌ، وَقَالَ أَرَدْتُ التَّوْكِيدَ قُبِلَ مِنْهُ، لِأَنَّ الْكَلَامَ يُكَرَّرُ لِلتَّوْكِيدِ كَقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، بَاطِلٌ، بَاطِلٌ، وَإِنْ قَصَدَ الْإِيقَاعَ وَكَرَّرَ الطَّلْقَاتِ طُلِّقَتْ ثَلَاثًا، وَإِنْ لَّمْ يَنْوِ شَيْئًا لَّمْ يَقَعْ إِلَّا وَاحِدَةً.))

"اگر کہا: تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، اور کہے کہ میں نے تاکید کی غرض سے کہا تھا تو اس کا یہ بیان قبول کرلیا جائے گا کیونکہ بات تاکیداً دہرائی جاتی ہے، جس طرح کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، (یعنی ایک حدیث میں نکاح کے باطل ہونے کی تاکید کی غرض سے تین مرتبہ دہرایا گیا ہے۔) لیکن اگر اس کی نیت تین طلاقوں کے اِیقاع (واقع کرنے) کی تھی اور طلاقوں کو دہرایا تھا تو پھر تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر کوئی نیت نہیں تھی تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔"❷

فقہ شافعی کا فتویٰ

شافعی مسلک کی کتاب "روضة الطالبين" میں امام نووی لکھتے ہیں:

((وَلَوْ كَرَّرَ اللَّفْظَةَ ثَلَاثًا وَّأَرَادَ بِالْآخِرَتَيْنِ تَأْكِيدَ الْأُولٰى لَمْ يَقَعْ إِلَّا وَاحِدَةً))

"اگر اس نے طلاق کا لفظ تین مرتبہ دہرایا لیکن آخری دو مرتبہ سے اس کا مقصد

---

❶ الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الطلاق.

❷ المغني: 7/ 232-369 دار الفكر، بيروت: 1984ء.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی طلاق کی تاکید تھا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔"[1]

فقہ حنفی کا فتویٰ

حنفی مسلک کی کتاب "بہشتی زیور" میں مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"کسی نے تین دفعہ کہا: تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق، تینوں طلاقیں پڑ گئیں یا گول الفاظ میں تین مرتبہ کہا تب بھی تین پڑ گئیں لیکن اگر نیت ایک ہی طلاق کی ہے، فقط مضبوطی کے لیے تین دفعہ کہا کہ بات خوب پکی ہو جائے تو ایک ہی طلاق ہوئی لیکن عورت کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں، اس لیے یہی سمجھے کہ تین طلاقیں مل گئیں۔"[2]

مولانا مجیب اللہ ندوی

مولانا مجیب اللہ ندوی (بھارت) یہ بھی مسئلہ طلاق ثلاثہ میں حنفی موقف کے نہایت سختی سے قائل ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی کتاب "اسلامی فقہ" میں لکھتے ہیں:

"البتہ اگر کسی نے اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق۔ تو اگر اس سے اس کی نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ صرف تاکید کرنی مقصود تھی تو ایک ہی طلاق رجعی پڑے گی۔"[3]

مفتی مہدی حسن سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

یہ اپنی کتاب إقامة القيامة میں تحریر کرتے ہیں:

"اگر عورت مدخول بہا ہے اور ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ تھا لیکن بتکرار لفظ تین طلاق دی اور دوسری اور تیسری طلاق کو بطور تاکید استعمال کیا ہو تو دیانتاً قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور ایک طلاق رجعی واقع ہو گی، اس میں

---

[1] روضة الطالبين: 8/ 78، طبع المكتب الإسلامي، بيروت: 1991ء.

[2] بہشتی زیور: 4/19.

[3] اسلامی فقہ: 4/260.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف نہیں۔''[1]

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ المحلّٰی میں لکھتے ہیں:

((فَلَوْ قَالَ لِمَوْطُوءَةٍ: أَنْتِ طَالِقٌ، أَنْتِ طَالِقٌ، أَنْتِ طَالِقٌ، فَإِنْ نَوَى التَّكْرِيرَ لِكَلِمَتِهِ الْأُولٰى وَإِعْلَامَهَا فَهِيَ وَاحِدَةٌ وَكَذٰلِكَ إِنْ لَّمْ يَنْوِ بِتَكْرَارِهِ شَيْئًا))

''اگر کوئی اپنی مدخول بہا عورت سے کہے: تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، پس اگر اس تکرار سے اس کی نیت پہلی طلاق ہی کی تاکید اور اس کی اطلاع ہے تو یہ ایک ہی طلاق ہے اور اسی طرح اس وقت بھی ایک ہی طلاق ہوگی جب اس تکرار سے اس کی کوئی نیت ہی نہ ہو۔''[2]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

تاکید کے طور پر تین طلاق کا لفظ دہرانے کے بارے میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حنفی نے ''تین طلاقوں میں تاکید کا اعتبار'' کا عنوان قائم کر کے اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور یہ ان علمائے احناف میں سے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے کے مسئلے میں سخت متشدد ہیں لیکن اس کے باوجود لکھتے ہیں:

''ایک مجلس کی تین طلاقیں بھی واقع ہو جائیں گی..... لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ تین کے عدد کی صراحت ہو، مثلاً: کہا جائے: میں نے تین طلاقیں دیں۔ اگر صرف طلاق کو تین بار کہا کہ تم کو طلاق، طلاق، طلاق۔ تو اب دو باتوں کا احتمال ہے۔ ایک یہ کہ تین طلاقیں دینا مقصود ہے یا یہ کہ ایک ہی طلاق دینی مقصود ہے اور تاکید کے لیے تین بار طلاق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ پہلی صورت میں تین طلاقیں واقع ہوں گی اور دوسری صورت میں صرف ایک، اس لیے کہ تاکید کسی چیز کے وقوع کو اور مؤکد تو کرتا ہے لیکن اس کی تعداد میں کوئی

[1] إقامة القيامة، ص: 75.
[2] المحلّٰی: 10/ 174.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اضافہ نہیں کرتا۔

اس طرح اس معاملہ کا مدار ''نیت'' اور طلاق دینے والے کے ''ارادہ'' پر ہے۔ مگر اس میں اس بات کا قوی احتمال تھا کہ لوگ تین طلاق کے ارادہ سے اس طرح کا فقرہ استعمال کریں اور بعد میں بیوی کی علیحدگی سے بچنے کے لیے کہہ دیں کہ ''تاکید'' کی نیت تھی، اس لیے فقہاء نے کہا کہ ایسے فقروں میں دیانتاً اور فِی مَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ۔ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ یہاں تک اگر کوئی اس طرح طلاق دینے کے بعد پھر اپنی بیوی سے رجعت کر لے تو اس کو ان شاء اللہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔

مگر ہمارے زمانے میں جہالت اور ناواقفیت اور شرعی تعلیمات سے دوری کے باعث صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ طلاق واقع ہی اس وقت ہوتی ہے جب تین بار طلاق کا لفظ کہا جائے۔ ان حالات میں مناسب ہوگا کہ جہاں صرف لفظ ''طلاق'' کا تکرار ہو اور تاکید کا معنی مراد لیا جا سکتا ہو وہاں ایک ہی طلاق واقع قرار دی جائے اور قضاءً بھی اس شخص کی نیت کا اعتبار کیا جائے۔ خوشی کی بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء نے اس مسئلے میں پیش قدمی کی ہے اور فتاویٰ میں اس کی رعایت شروع کر دی ہے، چنانچہ اس مسئلے میں دارالعلوم دیوبند کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو:

[redacted] 1075: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دی۔ تم کو طلاق، طلاق، طلاق۔ اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی اور کیا مراجعت کی گنجائش ہوگی؟

المستفتی: خالد سیف اللہ رحمانی

[redacted] 943: صورت مذکورہ میں ہمارے اطراف کے عرف کے اعتبار سے زید کی مدخولہ بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اگر آپ کے ہاں کا عرف بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی ہو تو ایک طلاق رجعی کے وقوع کا حکم ہوگا۔

طلاق رجعی کا حکم ہے کہ اندرون عدت رجوع اور بعد عدت بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ (الفتاویٰ الھندیہ: 2/ 50)

کفیل الرحمٰن نشاط

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، 1405.8.21ھ

الجواب صحیح:

ظفیر الدین غفرلہٗ (مفتی دارالعلوم دیوبند)

21 شعبان 1405ھ

مہر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کے دوسرے دارالافتاء اور اہل علم بھی اسی کے مطابق فتوے دیا کریں، اس لیے کہ قریب قریب پورے ملک کا عرف یہی ہے کہ لوگوں نے ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب تک تین بار طلاق کا لفظ نہ استعمال کیا جائے طلاق واقع ہی نہ ہوگی۔"[1]

از مرتب

اسی سے ملتی جلتی صورت ہمارے خیال میں یہ ہے کہ لوگ شرعی احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے تین کے عدد کے ساتھ طلاق دیتے ہیں۔ لیکن بعد میں جب اس کا علم ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم سمجھ رہے تھے کہ تین مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔

اس صورت حال کو بھی ہمدردی سے دیکھنا چاہیے اور ایسے شخص کی بھی تین طلاقوں کو تاکید پر محمول کر کے ایک طلاق کے وقوع کا حکم لگانا چاہیے۔ (ص۔ی)

[1] جدید فقہی مسائل: 2/ 108۔111، تالیف: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حنفی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم ممالک میں طلاق کا قانون

مسلم ممالک نے تطلیقات ثلاثہ کے سلسلے میں جو قوانین بنائے ہیں ان کی حیثیت شرعی حجت کی ہرگز نہیں ہے، اس لیے ان قوانین کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ کن ممالک نے اس سلسلے میں اقدامات کیے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر، یعنی بغرض معلومات اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے مصر نے 1929ء میں ایک ہی وقت کی تین طلاقوں کے اصول کو ختم کر دیا اور قانون یہ بنایا کہ متعدد طلاقیں صرف ایک طلاق شمار ہوں گی اور وہ رجعی ہوں گی۔ پیر کرم شاہ ازہری نے بھی اپنی مذکورہ کتاب میں اس مصری قانون کی مختصر تفصیل پیش کی ہے اور اس کے حوالے سے پاکستان کے حنفی علماء کو بھی یہی مسلک اپنانے کی تلقین کی ہے۔ اسی قسم کا قانون سوڈان نے 1935ء میں، اردن نے 1951ء میں، شام نے 1953ء میں، مراکش نے 1958ء میں، عراق نے 1909ء میں اور پاکستان نے 1961ء میں نافذ کیا۔ [1]

[1] ایک مجلس کی تین طلاق: ص 68، 69، نعمانی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا اشرف علی تھانوی کا طرز عمل

علمائے احناف کے لیے دعوت غور وفکر

آج سے تقریباً 90 سال قبل (1351ھ) میں مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے ایک کتاب تالیف فرمائی تھی جس کا نام ہے الحیلة الناجزة فی الحلیلة العاجزة (مشکلات سے دو چار شادی شدہ عورت کے لیے کامیاب حیلہ یا تدبیر) اس میں حسب ذیل عورتوں کی مشکلات کا حل پیش کیا گیا تھا۔

☆ نامرد شخص کی بیوی۔ ☆ مجنون شخص کی بیوی۔ ☆ متعنّت (نان نفقہ نہ دینے والے) کی بیوی۔ ☆ مفقود الخبر (لاپتہ شوہر) کی بیوی۔

ان کا حل پیش کرنے کی وجہ یہ تھی کہ فقہ حنفی میں مذکورہ عورتوں کی مشکلات کا، یعنی خاوندوں سے گلوخلاصی (چھٹکارا) حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اس بات کا اعتراف اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے دیباچے میں مولانا تقی عثمانی نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''ایسی خواتین جنھوں نے نکاح کے وقت تفویض طلاق کے طریقے کو اختیار نہ کیا ہو، اگر بعد میں کسی شدید مجبوری کے تحت شوہر سے گلوخلاصی حاصل کرنا چاہیں، مثلاً: شوہر اتنا ظالم ہو کہ نہ نفقہ دیتا ہو، نہ آباد کرتا ہو، یا وہ پاگل ہو جائے یا مفقود الخبر ہو جائے یا نامرد ہو اور از خود طلاق یا خلع پر آمادہ نہ ہو تو اصل حنفی مسلک میں ایسی عورتوں کے لیے شدید مشکلات ہیں، خاص طور پر ان مقامات پر جہاں شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والا کوئی قاضی موجود نہ ہو، ایسی عورتوں کے لیے اصل حنفی مسلک میں شوہر سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے۔''[1]

---

[1] الحیلة الناجزة، ص: 10، دار الاشاعت کراچی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا اشرف علی تھانوی نے مذکورہ بیشتر مسائل میں فقہ حنفی سے انحراف کر کے مالکی مذہب کے مطابق فتویٰ دیا اور اس کی روشنی میں ان کو اپنے شوہروں سے گلا خلاصی (چھٹکارے) کا طریقہ بتلایا۔ اس کی تفصیل مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا تھانوی کے ان فتووں کو اس وقت کے تمام کبار حنفی علماء نے بھی تسلیم کیا جن کی تصدیقات بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ کسی نے بھی ان پر فقہ حنفی سے خروج کا فتویٰ نہیں لگایا کیونکہ کتاب میں مولانا تھانوی نے صراحت کی ہے کہ ضرورت شدیدہ کے وقت کسی دوسری فقہ پر عمل کرنے کی اجازت خود فقہائے احناف نے دی ہے۔ اسی اجازت کی وجہ سے یہ سہولتیں عورتوں کو دی جارہی ہیں جو فقہ حنفی میں نہیں ہیں۔

یہاں یہ مثال پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقوں کو نافذ کر کے دفعتاً میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کر دینا بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے بے شمار پیچیدگیاں اور معاشرتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں جس کی دردناک تفصیلات آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔ اس کے حل کے لیے بھی ضروری ہے کہ موجودہ علمائے احناف مولانا تھانوی کی طرح ایسا اقدام کریں کہ مسئلہ طلاق ثلاثہ کی وجہ سے مسلمان عورت جن آلام و مصائب کا شکار ہوتی ہے، ان سے وہ محفوظ ہو جائے اور وہ حل یہی ہے کہ زیر بحث طلاق ثلاثہ کو ایک طلاقِ رجعی شمار کریں جس کی پوری گنجائش شریعت ہی میں موجود ہے جیسا کہ گزشتہ مباحث و دلائل سے واضح ہے۔ بلکہ فقہ حنفی میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے۔ کاش علمائے احناف اس نہایت اہم مسئلے پر غور کر کے وہ طریقہ اختیار کریں جو ان ہی کے ایک ہم مسلک مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے تجویز کیا ہے بلکہ دارالعلوم دیوبند نے بھی۔

آمدم برسر مطلب

اس ساری تفصیل کے پیش کرنے سے اصل مقصود یہ ہے کہ مسئلہ طلاقِ ثلاثہ میں یہ پوری گنجائش موجود ہے کہ اسے ایک طلاقِ رجعی شمار کر کے خاوند کو عدت کے اندر صلح اور رجوع کرنے کا حق دیا جائے، تاکہ گھر اجڑنے سے بچ جائے۔ لیکن علمائے احناف اپنے فقہی جمود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے یہ معقول راستہ اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جس کی وجہ سے پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں میں بے شمار خاندان اس جمود کا شکار ہو کر اجڑ چکے ہیں اور آئے دن یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، حتیٰ کہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ بھارتی سپریم کورٹ نے اس طریقۂ طلاق کو سب سے بدترین قسم قرار دیا اور پھر بالآخر اس کو غیر قانونی بھی قرار دے دیا۔ (یہ دونوں خبریں قارئین مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

پس چہ باید کرد؟

اس مرحلے میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح مولانا اشرف علی تھانوی نے زوجۂ مفقود الخبر کے بارے میں حنفی مسلک چھوڑ کر مالکی مسلک اختیار کیا اور اس پر دیگر علمائے احناف کو بھی قائل کیا، بالکل اسی طرح پاکستان اور بھارت کے علمائے احناف کو متفق ہو کر ایک مجلس کی تین طلاقوں میں جو گنجائش خود حنفی علماء نے اپنی فقہ ہی کی روشنی میں بیان کی ہے، اسے اختیار کرنا چاہیے۔ پاک و ہند کی مسلمان عورتوں پر یہ اسی قسم کا ایک بڑا احسان ہوگا جو آج سے 88 سال قبل ہندوستان ہی میں ہندوستانی علمائے احناف نے متحد ہو کر اور ایک موقف اپنا کر مسلمان عورتوں پر کیا تھا۔ وما علینا إلا البلاغ المبین.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ مباحث کا خلاصہ

مذکورہ وضاحت اور تفصیل سے درج ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

- بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنا، کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ عہد رسالت ہی سے اسے ایک طلاق شمار کیا جاتا آرہا ہے۔
- سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے تیسرے سال میں، جب دیکھا کہ لوگ کثرت سے طلاقیں دینے لگے ہیں، تو لوگوں کو اس سے باز رکھنے کے لیے تعزیری اقدام کے طور پر ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی شمار کرنے کا حکم دیا۔
- یہ کوئی شرعی حکم نہیں تھا بلکہ اجتہادی اور تادیبی (تعزیری) اقدام تھا۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سیاسی وتدبیری حکم کے بعد بھی متعدد صحابہ وتابعین نے اس سے عملاً اختلاف کیا اور زیر بحث طلاق ثلاثہ کو ایک ہی طلاق شمار کرتے رہے۔
- صحابہ وتابعین کے بعد بھی بہت سے جلیل القدر ائمہ اسی موقف کے قائل رہے ہیں۔
- متعدد مفسرین نے ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ کی تفسیر میں تسلیم کیا ہے کہ ان الفاظ کا تقاضا ہے کہ اکٹھی دو یا تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے۔
- آج کل کے بہت سے علمائے عرب نے بھی حالات کے پیش نظر اسی مسلک کو اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔
- پاک و ہند کے متعدد علمائے احناف نے بھی اعتراف کیا ہے کہ مسلمان عورت کی مشکلات کا حل یہی ہے کہ مسلک اہل حدیث کو اپنایا جائے یا اہل حدیث عالم سے فتویٰ لے کر رجوع کرنے کو صحیح قرار دیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- مروجہ حلالہ لعنتی فعل اور زنا کاری ہے، اس حلالے سے مطلقہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی۔
- زیر بحث طلاقِ ثلاثہ کے تین ہونے پر اجماع کا دعویٰ یکسر غلط اور بے بنیاد ہے۔
- اگر کوئی حنفی اہل حدیث عالم سے فتویٰ لے کر رجوع کر لے تو ایسا کرنا جائز ہے۔
- اگر کوئی شخص تاکید کے طور پر طلاق کا لفظ تین مرتبہ دہراتا ہے جبکہ اس کی نیت صرف طلاق دینے کی تھی تو اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا اور اسے ایک ہی طلاق شمار کیا جائے گا۔ چاروں مذاہب کا یہ متفقہ مسلک ہے۔
- ضرورت شدیدہ کے وقت علمائے احناف کے نزدیک بھی کسی دوسری فقہ کے مطابق فتویٰ دینا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔
- ایک طلاقِ رجعی کا مطلب ہے کہ خاوند عدّت کے اندر رجوع اور عدّت گزرنے کے بعد بغیر حلالے کے نکاح کر سکتا ہے۔
- طلاق کی عدت تین حیض یا تین مہینے ہے۔ جس عورت کو رخصتی سے پہلے ہی طلاق مل جائے، اس کے لیے عدت نہیں ہے۔ (الاحزاب)
- خلع کی عدت ایک حیض ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمائے احناف کے فقہی جمود کا نتیجہ

بہ یک وقت تین طلاقوں کو تین ہی طلاقیں شمار کرنے کے مسئلے پر علمائے احناف کا جو فقہی جمود ہے، اس نے ایک تو بھارتی سپریم کورٹ کو یہ کہنے کا حوصلہ عطا کر دیا کہ وہ اسے اسلام یا مسلمانوں کا قانونِ طلاق قرار دیں (حالانکہ یہ اسلام کا قانونِ طلاق نہیں، البتہ فقہی جمود میں مبتلا حنفی علماء اس کو اسلام کا قانون باور کراتے ہیں، جیسے عدالتی خلع کو وہ خلاف اسلام قرار دیتے ہیں جب کہ عدالتی خلع قرآن کریم اور احادیث صریحہ دونوں سے ثابت ہے۔ اسی طرح بھارتی ججوں کو اس شوخ چشمانہ جسارت کا بھی حوصلہ مل گیا کہ انھوں نے اسلام کی طرف منسوب اس حنفی طریقۂ طلاق کو نہایت ظالمانہ بھی قرار دے دیا۔ اور انھوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ بھارتی آئین سے (جو کہ سیکولر ہے) تجاوز کر کے مسلمانوں کے سول پرسنل کے خلاف قانون سازی کر کے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو قابل تعزیر جرم قرار دے کر طلاق دینے والے خاوند کے لیے تین سالہ جیل کی سزا تجویز کر دی ہے جس پر وہاں عمل شروع کر دیا گیا ہے، جس سے مسلمان گھرانے مزید مشکلات کا شکار ہوں گے۔ اس کی تقلید میں پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل بھی زیر بحث طریقۂ طلاق کو تعزیری جرم قرار دینے کے بارے میں سوچ بچار کر رہی ہے، حالانکہ اس کا حل وہ نہیں ہے جو بھارتی حکومت نے تجویز کیا ہے اور نہ اس کا وہ حل صحیح ہوگا جس پر اسلامی نظریاتی کونسل غور و فکر کر رہی ہے۔ بلکہ صحیح حل ایک اور صرف ایک ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاقِ رجعی شمار کیا جائے۔ جیسا کہ متعدد علمائے احناف نے بھی بالآخر اسی حل کو تسلیم اور تجویز کیا ہے جس کی تفصیل آئندہ مقالے میں ملاحظہ فرمائیں جو راقم نے بھارتی سپریم کورٹ کے ریمارکس اور فیصلے پر ردِّ عمل کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں میں تین طلاقیں نکاح ختم کرنے کی بدترین قسم ہے

(بھارتی سپریم کورٹ)

اس کے لیے عدالتی جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (سلمان خورشید)

مساویانہ حقوق پر حملہ ہے۔ (رام جیٹھ ملانی)

نئی دہلی (آواز نیوز) بھارتی سپریم کورٹ نے بیک وقت تین طلاقوں کو مسلمانوں میں نکاح ختم کرنے کی سب سے بدترین اور نامناسب قسم قرار دے دیا ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جے ایس کھیہر کی سربراہی میں پانچ رکنی بینچ نے بیک وقت تین طلاقوں کے حوالے سے کیس کی سماعت کی۔ سابق بھارتی وزیر سلمان خورشید نے عدالت کو بتایا کہ بیک وقت تین طلاقوں کے لیے عدالتی جانچ پڑتال کی ضرورت نہیں ہوتی اور یہ کہ خواتین کے پاس اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ شادی کے وقت نکاح نامے میں یہ شرط عائد کردیں کہ بیک وقت تین طلاقیں انھیں نامنظور ہیں۔ عدالت نے سابق وفاقی وزیر سے کہا کہ ایسے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کی فہرست پیش کریں جہاں بیک وقت تین طلاقیں دینے پر پابندی عائد ہے جس پر بنچ کو بتایا گیا کہ پاکستان، افغانستان، مراکش اور سعودی عرب میں قانونی طور پر نکاح کے خاتمے کے لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے کی اجازت نہیں ہے۔ سینئر وکیل رام جیٹھ ملانی نے عدالت میں موقف اختیار کیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا آئینی بنیادوں پر بھی مساویانہ حقوق پر حملہ ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے کا حق صرف شوہر کو حاصل ہے جو آئین کے آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی ہے۔ رام جیٹھ ملانی کا کہنا ہے کہ اس طرح طلاق دینے کا طریقہ کار بے رحمانی اور قرآن کریم کے اصولوں کے بھی خلاف ہے جس کی کسی بھی صورت میں وکالت نہیں کی جاسکتی۔ تین طلاقوں سے متاثرہ خاتون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے وکیل نے عدالت کو بتایا کہ دنیا کا کوئی بھی قانون شوہر کی خواہش پر بیوی کو سابقہ بیوی بنانے کی اجازت نہیں دیتا اور یہ لاقانونیت کی سب سے بری قسم ہے۔ عدالت نے فریقین کے دلائل سننے کے بعد ریمارکس دیے کہ باوجود اس کے مسلمانوں کے کچھ مسالک میں بیک وقت تین طلاقیں دینا جائز ہے، لیکن پھر بھی بیک وقت تین طلاقیں دے کر نکاح ختم کرنے کا عمل مسلمانوں میں نکاح ختم کرنے کی سب سے بدترین قسم ہے۔ ❶

بھارتی سپریم کورٹ نے اکٹھی تین طلاقوں کو غیر قانونی قرار دے دیا، معاملہ قانون سازی کے لیے اسمبلی بھیجنے کی تجویز

(تین طلاقیں مسلم خواتین کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ پانچ رکنی بینچ میں دو ججز کا اختلافِ رائے۔ فیصلے سے آزادی محسوس کر رہی ہوں۔ درخواست گزار)

نئی دہلی (آواز نیوز) بھارتی سپریم کورٹ نے مسلمانوں میں تین طلاق کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بینچ نے تین طلاق کے خلاف دائر درخواست کی سماعت کی، جب کہ عدالت نے تین طلاقوں کو مسلم خواتین کے حقوق کے خلاف قرار دیتے ہوئے اسے غیر قانونی قرار دے دیا۔ پانچ رکنی ججز میں سے تین ججز نے تین طلاقوں کو آئین سے متصادم، جب کہ بھارت کے چیف جسٹس سمیت دو ججز نے اس معاملے کو قانون سازی کے لیے اسمبلی میں بھیجنے کی رائے دی۔ چیف جسٹس جے ایس کھیہر اور جسٹس ایس عبدالنظیر نے قرار دیا کہ تین طلاق کا معاملہ مسلم مذہب کا بنیادی حق ہے اور یہ غیر قانونی نہیں۔ جسٹس کورین جوزف، جسٹس آر ایف ناریمان اور جسٹس یو یو لالت نے تین طلاقوں کو مسلم خواتین کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی اور غیر قانونی قرار دیا۔ بھارتی چیف جسٹس نے ذاتی رائے دیتے ہوئے اور درخواست کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ اس معاملے کو حکومت کے پاس بھیج دیا جائے اور حکم دیا کہ چھ ماہ میں تین طلاقوں پر قانون سازی کی جائے۔ تاہم حتمی فیصلے میں ججز

❶ روزنامہ آواز: 13 مئی 2017ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تین دو سے رائے آنے کے بعد اکثریت کو سامنے رکھتے ہوئے پانچ رکنی بینچ نے تین طلاقوں کو غیر قانونی قرار دیا۔ عدالتی فیصلے کے بعد تین طلاقوں کے خلاف درخواست گزار شیارا بانو کا کہنا تھا کہ آج میں خود کو آزاد محسوس کر رہی ہوں، عدالتی فیصلے سے بہت سی مسلم خواتین کو آزادی ملے گی۔ شیارا بانو نے دعویٰ کیا کہ بہت سے مسلم ممالک میں تین طلاقوں پر پابندی ہے۔ [1]

بھارت میں نیا قانون

بھارتی سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلوں اور ریمارکس کے بعد بھارت کی قانون ساز اسمبلی نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جو بھی مسلمان مرد، اپنی بیوی کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے گا، اسے جرمانے کے علاوہ تین سال قید کی سزا ہوگی۔

اس قانون کے بن جانے کے بعد وہاں کیا صورت حال ہے؟ اس کا ہمیں علم نہیں۔ علاوہ ازیں بھارت کے حنفی علماء کا کیا ردّعمل ہے؟ اس سے بھی ہم بے خبر ہیں۔

تاہم ہم یہ ضرور کہیں گے کہ بھارتی حکومت کا یہ نیا قانون صحیح نہیں، اس سے مسلمان عورت کے لیے کئی مشکلات پیدا ہوں گی۔ اس کا صحیح حل یہی ہے کہ اس اقدام پر مرد پر کوئی تعزیری سزا دی جائے اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دے کر (پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ کی طلاق میں) خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا اور عدت گزر جانے کی صورت میں نئے نکاح کے ذریعے سے دونوں کے درمیان تعلق بحال کرنے کا حکم دیا جائے۔

[1] روزنامہ آواز: 23 اگست 2017ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا صحیح حل

وزارت قانون اور نظریاتی کونسل کی خدمت میں

گزشتہ مضمون میں، جو بعض رسائل میں شائع ہوا، راقم نے بھارتی سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی تحسین کی تھی جس میں اس نے مسلم معاشرے میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کے لیے اسے طلاق کا بدترین طریقہ اور پھر اسے غیر قانونی قرار دیا تھا اور حکومت کو تاکید کی تھی کہ وہ اس سلسلے میں قانون سازی کرے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ (ہند) نے اس فیصلے کی مذمت کی تھی اور اسے مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت اور اس اعتبار سے بھارت میں مسلمانوں کو غیر محفوظ قرار دیا تھا۔ ❶

یہ بات بلاشبہ صحیح ہے کہ بھارت کے سیکولر آئین کی رو سے بھارتی حکومت کو مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن مسلمان عورتیں بھی بھارت کی شہری ہیں، جب مسلمان مردوں کی طرف سے ان پر ظلم روا رکھا جائے گا اور تسلسل سے کیا جائے گا اور مسلمان رہنماؤں کی طرف سے اس کے ازالے اور سدباب کے لیے کوئی معقول کوشش نہیں کی جائے گی تو پھر بھارتی عدالتوں اور بھارتی حکومت کی ذمے داری بنتی ہے کہ وہ اس ظلم کے سدباب کے لیے کوئی طریق کار تجویز کرے۔

اس لیے بھارت کے مذہبی پیشواؤں کا اس کو مذہب میں مداخلت قرار دینا، گو ایک حد تک درست ہے لیکن انھیں یہ سوچنا چاہیے کہ انھوں نے مسلمان عورتوں کو اس ظلم سے بچانے کے لیے کچھ کیا ہے؟ وہ تو اپنے فقہی خول میں بند ہیں اور اس سے باہر نکلنا انھیں پسند ہی نہیں

❶ روزنامہ آواز: 13 فروری، 2018ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جب کہ اس مسئلے کے حل کے لیے فقہی جمود کے بجائے فقہی توسیع کی ضرورت ہے جس کی مثالیں ہم نے اپنے گزشتہ مضمون میں پیش بھی کی تھیں۔ اس اعتبار سے بھارت کے مسلمان مذہبی پیشواؤں سے یہی کہا جاسکتا ہے کہ ؎

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

ایک دوسرا رخ

بھارتی حکومت نے اپنی عدالت عظمیٰ کے فیصلے کی روشنی میں مسئلہ زیر بحث میں قانون سازی کی کہ جو مسلمان بیک وقت تین طلاقیں دے گا، اس کو تین سال قید اور جرمانہ ہوگا۔ قومی اسمبلی (لوک سبھا) سے پاس ہوکر جب یہ قانون ایوان بالا (راجیہ سبھا) میں گیا تو اس پر بجا طور پر یہ اعتراض ہوا کہ تین برس کی مدت میں اس کے گھر کا محافظ اور بیوی بچوں کے نان نفقہ کا ذمے دار کون ہوگا؟ یہ اعتراض چونکہ نہایت وزنی ہے اور اسے حل کیے بغیر اس قانون پر عمل درآمد بہت سی خرابیوں اور پیچیدگیوں کا باعث ہوگا۔ اس لیے راجیہ سبھا میں یہ قانون پاس نہیں ہوسکا، اور بلاشبہ پاس ہونا بھی نہیں چاہیے۔

اس کا اصل حل یہ ہے جو ہم نے گزشتہ مضمون میں بھی پیش کیا تھا اور متعدد علمائے احناف کے تائیدی فتاوے اور آراء بھی پیش کی تھیں اور اب پھر پیش کر رہے ہیں۔ اس کا آسان اور صحیح حل یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی شمار کیا جائے۔ اس صورت میں گھر بھی اجڑنے سے محفوظ رہیں گے، عورتوں پر ظلم وستم کا راستہ بھی بند ہوجائے گا اور معصوم بچے باپ کے ہوتے ہوئے بے سہارا نہیں ہوں گے۔ علاوہ ازیں یہ ایسا حل ہے جس میں شریعت سے کوئی تجاوز یا انحراف نہیں ہوتا بلکہ حنفیت سے بھی خروج لازم نہیں آتا جس کی ضروری تفصیل گزشتہ مضمون میں موجود ہے۔ بھارت کے علمائے احناف کو چاہیے کہ وہ بھارتی حکومت کے سامنے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا یہ حل پیش کرے تاکہ صحیح قانون بنے اور اس قانون سے بچ جائے جو تجویز کیا گیا ہے اور جو اپنی غیر معقولیت کی وجہ سے پاس بھی نہیں ہوسکا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی قانون، الٰہی قانون کا مقابلہ نہیں کرسکتا، نہ انسانی قانون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانی مسائل کو حل ہی کرسکتا ہے۔ انسانی مسائل کا حل اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے قوانین کے اختیار کرنے ہی میں مضمر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسانی فطرت کا خالق ہے اور اسی کے قوانین انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق رجعی شمار کر کے خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق دینا عین منشائے الٰہی ہے جو قرآن کریم کی آیت: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ (البقرۃ 229:2) سے واضح ہے۔

پاکستان میں بھی یہ مسئلہ اپنی شدت، وسعت اور سنگینی کے اعتبار سے کافی اہمیت کا حامل ہے لیکن یہاں بھی چونکہ وہی فقہی جمود ہے جس میں بھارت کے حنفی علماء مبتلا ہیں، اس لیے یہاں بھی یہ مسئلہ عورتوں اور بچوں پر ظلم وستم کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل نے دو تین مرتبہ مختلف اوقات میں اس کے لیے تعزیری سزا تجویز کرنے کی سفارش کی ہے لیکن عملاً کچھ نہیں ہوا۔ اب ایک مرتبہ پھر بھارتی حکومت کی مذکورہ مساعی کے پیش نظر اس نے جھرجھری لی ہے اور اس کے موجودہ چیئرمین قبلہ ایاز صاحب نے اس کے لیے وزارت قانون کو قانون سازی کی ہدایت کی ہے جس کی روشنی میں کونسل بھی اس پر غور کرے گی اور اس کے لیے سزا تجویز کرے گی۔[1] لیکن پاکستان کی وزارت قانون اور اسلامی نظریاتی کونسل دونوں سے ہماری استدعا ہے کہ وہ اس کے لیے تعزیری سزا تجویز کرنے کے بجائے، اس کو ایک طلاق شمار کرنے کا قانون بنائے اور بھارتی حکومت کی نقالی نہ کرے۔ تعزیری سزا سے یہ مسئلہ حل ہونا نہایت مشکل ہے، البتہ ہمارے بتلائے ہوئے شرعی حل سے بہت حد تک یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ تعزیری سزا انسانی حل ہے اور اسے ایک ہی طلاق شمار کرنا شرعی حل ہے۔ اگر یہ دونوں ادارے واقعی اس مسئلے کے حل میں مخلص ہیں تو اس کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی شمار کرنے کا قانون بنایا جائے۔

انسانی قانون اور الٰہی قانون میں فرق کی ایک واضح مثال

انسانوں کے بنائے ہوئے قانون اور شریعت کے بتلائے ہوئے قانون میں جتنا عظیم

[1] روزنامہ آواز، لاہور 10 فروری 2018ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرق ہے اور ان دونوں کے مؤثر یا غیر مؤثر ہونے کا جو تعلق ہے، اس کا اندازہ ایک مثال اور واقعے سے بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے۔

روزنامہ ''جنگ'' کے کالم نگار خلیل احمد نینی تال والا نے، اپنے ایک کالم میں شاہ فیصل کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

''آج سے 40 سال قبل مرحوم شاہ فیصل سے دورۂ امریکہ میں ایک مشہور یونیورسٹی میں ایک پروفیسر نے سوال کیا کہ سعودی عرب میں سزائے موت کیوں ہے جبکہ امریکہ جیسے مہذب ملک میں قتل کے بدلے قید کی سزا ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں مرحوم شاہ فیصل نے 2 دلائل دیے۔ پہلا آپ کا قانون مظلوم کو انصاف دینے کے بجائے ظالم کو بچانے کے بہانے ڈھونڈتا ہے اور صرف ایک کمزور دلیل پر رہا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے صرف نیویارک میں ہر سال 10 ہزار سے زیادہ بچیوں اور خواتین کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور ملزم چند سال گزار کر رہا ہو جاتا ہے انھوں نے بتایا کہ صرف نیویارک میں 8 ہزار سے زیادہ اُس سال قتل ہو چکے ہیں۔ جواب میں 5 ہزار کے قریب افراد پکڑے گئے جن کو 14 سال کی سزا ہوئی جو کٹ کر آدھی رہ جائے گی۔ بتایا جائے کہ مقتول کو کہاں انصاف ملا؟ جبکہ نیویارک سے 5 گنا بڑے ملک سعودی عرب میں پورے سال میں 10 قتل ہوئے ہم نے ان 10 قاتلوں کو چند ہفتوں میں مجرم ثابت کر کے ان کے سر قلم کر دیے۔ ایک طرف مقتول خاندان کو انصاف مل گیا تو دوسری طرف کروڑوں افراد کو سبق مل گیا کہ قاتل بچ نہیں سکتا اور قتل کرنے سے پہلے 100 دفعہ سوچے گا۔ بتائیں صرف 10 افراد کی قربانی دے کر ہم نے کروڑوں افراد کو تحفظ فراہم کر کے مثال قائم کر دی ہے۔ آپ کا مہذب معاشرہ 5 ہزار افراد کو سزائیں دے کر بھی تحفظ فراہم نہ کر سکا تو ظالم آپ ہوئے یا ہم۔''[1]

[1] روزنامہ جنگ، لاہور 4 فروری 2018ء۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عورت کا حق خلع اور اس کے مسائل

اللہ تعالیٰ نے جس طرح مرد کو طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح عورت کو بھی اللہ نے علیحدگی کا حق دیا ہے کیونکہ کسی وقت عورت کو بھی مرد سے علیحدہ ہونے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے، جیسے خاوند نامرد ہو، وہ عورت کے جنسی حقوق ادا کرنے پر قادر نہ ہو یا وہ نان ونفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو یا قادر تو ہو لیکن اسے مہیا نہ کرتا ہو یا بلاوجہ اس پر ظلم وستم یا مار پیٹ سے کام لیتا ہو یا عورت اپنے بدشکل خاوند کو پسند نہ کرتی ہو اور محسوس کرتی ہو کہ وہ اس کے ساتھ نباہ یا اس کے حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتی۔

ان یا ان جیسی دیگر صورتوں میں عورت خاوند کو یہ پیش کش کرے کہ تو نے مجھے جو مہر اور ہدیہ وغیرہ دیا ہے، وہ تجھے واپس کر دیتی ہوں، تو مجھے طلاق دے دے۔ اگر خاوند اس پر رضامند ہو کر اسے طلاق دے دے تو ٹھیک ہے بصورت دیگر وہ عورت عدالت یا پنچائت کے ذریعے سے خاوند سے گلوخلاصی حاصل کر سکتی ہے۔

عورت کے اس حق کو ''خلع'' کہتے ہیں۔ بعض فقہاء عورت کے اس حق خلع کو تسلیم نہیں کرتے لیکن شریعت نے اسے تسلیم کیا ہے، اس لیے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی تو اسلامی تعلیمات کا اعتدال اور حسن ہے کہ اس میں تمام فطری باتوں اور حقوق کا جواز ہے اور عورت کے لیے بعض دفعہ مذکورہ صورتوں میں علیحدگی کی ضرورت و اہمیت بلکہ ناگزیریت سے انکار کرنا، حقائق سے آنکھیں چرانا ہے جو کسی طرح بھی پسندیدہ امر نہیں۔

علاوہ ازیں اسلامی تعلیمات کے بھی مطابق نہیں۔ اس کے مختصر دلائل حسب ذیل ہیں:

جواز خلع کے دلائل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ﴾ (البقرۃ 2:229)

''تمھارے لیے جائز نہیں کہ تم نے ان (عورتوں) کو جو کچھ (مہر) میں دیا ہے (طلاق دینے کے بعد) اس میں سے کچھ (واپس) لے لو۔ مگر اس صورت میں (یہ جائز ہے) کہ وہ دونوں (میاں بیوی) یہ اندیشہ محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہیں کر سکیں گے، پس اگر تم ڈرو کہ واقعی وہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم نہیں کر سکیں گے تو پھر عورت (خاوند سے گلو خلاصی کرانے کے لیے) جو بھی فدیہ (بدلہ) دے گی، اس میں ان دونوں (لینے دینے والوں) پر کوئی گناہ نہیں۔''

یہ آیت خلع کے جواز میں نص صریح ہے۔ اس میں واضح طور پر بتلایا گیا ہے کہ طلاق کی صورت میں تو مہر میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے، البتہ خلع میں مہر واپس لینے والے پر کوئی گناہ ہے نہ دینے والے پر کیونکہ دینے والی اپنی خوشی سے دے رہی ہے اور لینے والا اپنا وہ خرچ وصول کر رہا ہے جو اس نے اس عورت پر اس نقطۂ نظر سے کیا تھا کہ وہ اس کے گھر میں آباد رہے گی لیکن اب وہ آباد رہنے کے لیے تیار نہیں ہے تو یہ اس کا وہ حق ہے جو واپس لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔

آیت میں جوازِ خلع کی وہ وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے جس کی بنیاد پر ایسا کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ خوف ہے کہ کسی وجہ سے وہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، یعنی حق زوجیت ادا کرنے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے جو نکاح کا اصل مقصد ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب ایک عورت مذکورہ وجوہات میں سے کسی ایک وجہ سے خاوند کو پسند ہی نہیں کرتی تو وہ خوش دلی سے خاوند کے ساتھ اپنا تعلق برقرار نہیں رکھ سکتی اور وہ اس کی جنسی خواہش بھی پوری کرنے سے قاصر رہے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل اور فیصلے سے بھی خلع کا اثبات ہوتا ہے، چنانچہ حدیث میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آتا ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ، وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ، (وَفِي رِوَايَةٍ: وَلٰكِنِّي لَا أُطِيقُهُ) فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً)) ❶

''اللہ کے رسول! میرا خاوند ثابت بن قیس ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ وہ بدخلق ہے یا دین کے معاملے میں خراب ہے (اخلاقی اور دینی اعتبار سے اس میں کوئی عیب نہیں) لیکن میں اس بات سے ڈرتی ہوں کہ مسلمان ہوتے ہوئے کفریہ کام میں مبتلا ہو جاؤں (دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ میں اس کے ساتھ نباہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی) رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تجھے اس نے جو باغ دیا ہے وہ اسے واپس کر دے گی؟ اس نے کہا: ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے (اس کے اس خاوند سے) فرمایا: ''اس سے باغ واپس لے لے اور اسے ایک طلاق دے دے۔''

اس میں کفر یا کفریہ کام سے مراد، خاوند کے حقوق ادا نہ کرنا ہی ہے کیونکہ وہ خاوند کو ناپسند کرتی تھی، جس کی صراحت دوسری روایت میں ہے کہ میں اس کے ساتھ نباہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور اس کی وجہ دوسری روایات میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خود نہایت حسین و جمیل عورت تھی جبکہ حضرت ثابت اس کے برعکس سیاہ فام اور بدشکل تھے۔ ❷

جب بدشکل ہونے کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو خلع کا حق دے دیا جبکہ یہ انسان کے اپنے اختیار کا معاملہ بھی نہیں تو جو خاوند اپنے اختیار سے عورت کے ساتھ ظلم و

❶ صحيح البخاري، الطلاق، باب الخلع وكيف الطلاق فيه، حديث: 5273-5275.

❷ فتح الباري: 9/ 399، 400.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادتی کا معاملہ کرے یا اسے نان ونفقہ مہیا نہ کرے یا وہ اس کے جنسی حقوق ادا نہ کرے یا ادا کرنے کے قابل ہی نہ ہو تو پھر عورت بذریعہ خلع ایسے خاوند سے علیحدگی کیوں اختیار نہیں کر سکتی؟ یقیناً کر سکتی ہے۔ اسلام نے ہر ظلم کا راستہ بند کیا ہے تو عورتوں پر ظلم کا راستہ وہ کیوں بند نہ کرتا؟ عورت کو خلع کا یہ حق اسی لیے دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا انسداد کر سکے۔

نان ونفقہ مہیا نہ کرنے پر علیحدگی کا جواز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، تَقُولُ الْمَرْأَةُ: إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي وَإِمَّا أَنْ تُطَلِّقَنِي، وَيَقُولُ الْعَبْدُ: أَطْعِمْنِي وَاسْتَعْمِلْنِي، وَيَقُولُ الْابْنُ: أَطْعِمْنِي إِلٰى مَنْ تَدَعُنِي؟ فَقَالُوا: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: لَا، هٰذَا مِنْ كِيسِ أَبِي هُرَيْرَةَ))[1]

''افضل صدقہ وہ ہے جو (اہل وعیال کو) بے نیاز چھوڑے (ان کی ضروریات پوری کرنے کے بعد کیا جائے تاکہ وہ کسی کے محتاج نہ رہیں) اور بلند (دینے والا) ہاتھ، نچلے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور آغاز اس سے کرو جس کے (اخراجات کے) کفیل اور ذمے دار تم ہو۔ عورت کہتی ہے: مجھے کھلایا مجھے طلاق دے۔ غلام کہتا ہے: مجھے کھلا اور مجھ سے کام لے (بعض روایات میں ہے: مجھے کھلا ورنہ مجھے فروخت کر دے) اور بیٹا کہتا ہے: مجھے کھلا، مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے؟ لوگوں نے پوچھا: ابو ہریرہ! کیا یہ (سب باتیں) تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں! یہ ابو ہریرہ کی زنبیل سے ہیں۔''

[1] صحيح البخاري، النفقات، باب وجوب النفقة على الأهل والعيال، حديث: 5355.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ تک تو بلاشبہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ اس کے بعد کا حصہ وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث رسول سے سمجھا اور استنباط کیا۔ گویا ایک صحابیٔ رسول نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے یہ استنباط کیا کہ ایک مرد جن لوگوں کے اخراجات کا ذمے دار ہے، وہ اس کی بیوی، غلام اور اولاد ہے (جو ابھی کمانے کے قابل نہیں ہیں) وہ انھیں نان ونفقہ مہیا کرے ورنہ ان کو آزاد کر دے، یعنی بیوی کو طلاق دے دے، غلام کو فروخت کر دے، اسی طرح اولاد بھی کسی کے سپرد کر دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسی استنباط اور قول سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کو نان ونفقہ مہیا نہیں کر سکتا اور اس کی بنا پر عورت علیحدہ ہونا پسند کرے تو ان کے درمیان تفریق کرا دی جائے، یعنی اسے طلاق دلوا دی جائے۔

اس مسئلے میں جمہور علماء نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ﴾ (البقرة 2:231)

''اور تم ان عورتوں کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو تا کہ تم ان پر ظلم و زیادتی کرو۔''

یہ بات اللہ تعالیٰ نے اگرچہ طلاق کے ضمن میں بیان فرمائی ہے کہ جن عورتوں کو تم نے (پہلی یا دوسری) طلاق دی ہے اور ان کی عدت ختم ہونے کے قریب ہے تو تمھیں اختیار ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے پہلے رجوع کر لو یا پھر ان کو اپنے سے علیحدہ کر دو (عدت گزر جانے دو) لیکن دونوں صورتوں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ان کو رخصت کرنا ہو تب بھی انھیں کوئی ہدیہ وغیرہ دے کر اپنے سے علیحدہ کرو اور اگر رجوع کر کے انھیں اپنے گھر دوبارہ بسانا چاہتے ہو تب بھی تمھاری نیت انھیں صحیح طریقے سے آباد کرنا ہو، انھیں نقصان پہنچانا اور ان پر ظلم و زیادتی کرنا تمھارا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن اس میں عموم ہے کہ عورت کے ساتھ کسی وقت اور کسی حالت میں ظلم و زیادتی کرنے کی اجازت نہیں ہے، تمھارے گھر میں آباد ہے، تب بھی اور طلاق دے کر تم دوبارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آباد کرنا چاہتے ہو تب بھی۔ اگر ظلم و زیادتی کرو گے تو افسران مجاز یا معاشرے کے ذمے دار افراد اس کا ازالہ کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔ اگر خاوند حسن سلوک کا اہتمام کرنے سے قاصر ہوگا اور عورت اس بنا پر اس سے علیحدہ ہونا چاہے گی تو ان کے درمیان جدائی کرانا ضروری ہوگا۔

آثار صحابہ و تابعین

بعض آثارِ صحابہ اور تابعین سے بھی مذکورہ موقف کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سرکاری حکم نامہ جاری کیا تھا:

((أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ فِي رِجَالٍ غَابُوْا عَنْ نِّسَائِهِمْ ، إِمَّا أَنْ يُّنْفِقُوا وَإِمَّا أَنْ يُّطَلِّقُوْا وَيَبْعَثُوا نَفَقَةَ مَا حَبَسُوْا)) [1]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی بابت، جو اپنی بیویوں سے عرصۂ دراز سے دور (غائب) ہیں، لشکروں کے امراء کے نام یہ لکھا کہ وہ اپنی بیویوں کا خرچ بھیجیں یا ان کو طلاق دے دیں اور جتنا عرصہ انھوں نے خرچ روکے رکھا، ان دنوں کا خرچہ بھی بھیجیں۔''

اسی طرح مشہور جلیل القدر تابعی سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایسا شخص جو اپنی بیوی کا نان و نفقہ مہیا کرنے سے قاصر ہے تو اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کروا دی جائے۔ [2]

ابو الزناد کہتے ہیں: میں نے حضرت سعید بن مسیّب سے پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ انھوں نے کہا: یہ سنت ہے۔ یہ نہایت قوی مرسل روایت ہے۔ [3]

فقہ حنفی کی صراحت

فقہ حنفی میں نان و نفقہ مہیا نہ کرنے کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان تفریق کی

---

[1] التعليق المغني، مولانا شمس الحق عظيم آبادي: 3/ 297.

[2] سنن الدارقطني: 3/ 297، حديث: 3741.

[3] التعليق المغني: 3/ 297.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجازت نہیں بلکہ تفریق کی بجائے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ بیوی قرض لے کر گزارہ کرتی رہے لیکن ظاہر بات ہے کہ اس موقف میں معقولیت نہیں۔ آخر ایک گھریلو عورت کو زیادہ عرصے تک کون قرض دے گا؟ یا وہ کب تک قرض لے کر گزارہ کرے گی؟ پھر اس کی ادائیگی کب اور کون کرے گا؟ چنانچہ ان مشکلات کو دیکھتے ہوئے فقہائے احناف نے بھی تفریق کی اجازت دے دی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ معاملہ شافعی حاکم کی عدالت میں لے جا کر علیحدگی کا فیصلہ لے لیا جائے۔ حنفی حاکم از خود یہ فیصلہ نہ کرے۔ ❶

لیکن یہ سیدھے طریقے سے ناک پکڑنے کے بجائے، پیچھے سے ہاتھ گھما کر ناک پکڑنے والی بات ہے۔ افسوس! تقلید کی جکڑ بندیوں نے عقل و دانش پر کس طرح پہرے بٹھائے ہوئے ہیں۔ الامان والحفیظ۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو، بالآخر فقہائے احناف نے بھی بالواسطہ عدم نان ونفقہ کی صورت میں تفریق بین الزوجین کی اہمیت کو تسلیم کرلیا ہے۔

نامردی کی صورت میں علیحدگی کا جواز

خاوند اگر نامرد ہو تو اس صورت میں بھی نکاح کا مقصد پورا نہیں ہوتا، اس لیے اس صورت میں بھی عورت کی طرف سے طلاق کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔ اگر علاج معالجے کے باوجود مرد صحیح نہ ہو تو فی الفور علیحدگی کرا دی جائے ورنہ اسے علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جا سکتی ہے، چنانچہ کتب حدیث میں ہے:

((قَضٰی بِهِ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فِي الْعِنِّينِ أَنْ يُؤَجَّلَ سَنَةً)) ❷

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نامرد کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اسے ایک سال تک مہلت دی جائے۔''

اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابو رکانہ عبد یزید رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی ام رکانہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر مزینہ قبیلے کی ایک

❶ شرح الوقاية : 2/ 174 .

❷ سنن الدارقطني: 3/ 305، وبلوغ المرام، النكاح، باب الكفاءة والخيار .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت سے شادی کر لی تو اس عورت نے نبی ﷺ کے پاس آ کر حضرت ابورکانہ رضی اللہ عنہ کی بابت یہ شکایت کی کہ وہ نامرد ہیں، اس لیے آپ میرے اور ان کے درمیان جدائی کروا دیں۔ آپ ﷺ نے اس معاملے کی تحقیق کی تو یہ بات صحیح ثابت نہیں ہوئی کیونکہ ان کے سب بیٹے باپ کے مشابہ تھے، تاہم آپ نے ابورکانہ سے کہا: اسے طلاق دے دو، چنانچہ انھوں نے طلاق دے دی۔ ❶

اس حدیث سے واضح ہے کہ نبی ﷺ نے محض نامردی کی تہمت ہی پر خاوند کو طلاق کا حکم فرمایا۔ گو حضرت ابورکانہ رضی اللہ عنہ نامرد نہیں تھے، اس کے باوجود یہ دیکھ کر کہ یہ عورت ان کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی، آپ نے خاوند کو اسے اپنے سے علیحدہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ علاوہ ازیں عورت نے بھی علیحدگی کے لیے نامردی کو جواز بنایا، گویا اس کے نزدیک بھی علیحدگی کے لیے نامردانہ پن ایک معقول سبب تھا۔ اس سے فی الجملہ مذکورہ موقف ہی کی تائید ہوتی ہے۔

بعض دیگر بیماریوں کی وجہ سے علیحدگی کا جواز

اسی طرح خاوند میں کوئی اور ایسی بیماری ہو، جسے عورت ناپسند کرے اور شادی سے پہلے اس کی بابت اسے بتلایا نہ گیا ہو تو وہ بھی نکاح فسخ کرا کے خاوند سے علیحدہ ہو سکتی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَبِهَا جُنُوْنٌ أَوْ جُذَامٌ أَوْ بَرَصٌ فَمَسَّهَا، فَلَهَا صَدَاقُهَا كَامِلًا، وَذٰلِكَ لِزَوْجِهَا غُرْمٌ عَلٰى وَلِيِّهَا)) ❷

''جس آدمی نے کسی عورت کے ساتھ شادی کی (بعد میں معلوم ہوا کہ) اسے

---

❶ سنن أبي داؤد، الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، حديث: 2196، اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے: إرواء الغليل: 7/ 144.

❷ الموطأ، النكاح، باب ما جاء في الصداق والحباء: 2/ 526 بترقيم محمد فؤاد عبد الباقي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیوانگی، کوڑھ یا برص کی بیماری ہے (تو اسے اختیار ہے کہ اسے طلاق دے کر رخصت کر دے) اور اس سے اس نے صحبت کی ہے تو اسے اس کا پورا حق مہر دینا ہوگا اور یہ مہر خاوند عورت کے ولی سے وصول کرے گا (اس لیے کہ اس نے اسے عورت کے ان عیبوں سے آگاہ نہیں کیا تھا)۔''

اس اثر میں مرد کے اختیار کا بیان ہے لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے یہی اختیار اس عورت کو بھی ہوگا جس کی شادی ایسے مرد سے کر دی جائے جس کو مذکورہ بیماریوں میں سے کوئی بیماری یا کوئی اور خطرناک بیماری لگی ہو اور شادی سے پہلے اس بیماری کی اطلاع اسے نہ مل سکی ہو، نیز اس بیماری کی وجہ سے وہ اس کے پاس رہنا پسند نہ کرے تو اسے بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ خاوند سے بذریعہ طلاق یا بذریعۂ عدالت یا پنچایت نکاح فسخ کرا کے علیحدگی اختیار کر لے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قیاس کا تقاضا ہے کہ ہر وہ عیب جو میاں بیوی میں سے ایک کو دوسرے سے متنفر کر دے اور اس کی وجہ سے نکاح کا مقصود، شفقت و محبت حاصل نہ ہو، وہ دونوں کے لیے اکٹھے رہنے یا نہ رہنے کو واجب کر دیتا ہے اور یہ اختیار اس سے زیادہ اولیٰ ہے جو خرید و فروخت میں ملتا ہے۔ جیسے ان شرطوں کا پورا کرنا، جو نکاح میں باندھی جاتی ہیں، خرید و فروخت کی شرطوں سے اولیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کبھی کسی ''مغرور'' (جس کو فریب دیا جائے) یا ''مغبون'' (جس سے بدیانتی کی جائے) پر اس چیز کو لازم نہیں کیا ہے جس میں ان کے ساتھ دھوکہ اور بددیانتی کی گئی ہو۔ جو شخص بھی شریعت کے مقاصد اور اس کے عدل و حکمت اور اس پر مشتمل مصلحتوں پر غور کرے گا تو اس پر اس رائے کا راجح ہونا اور اس کا قواعد شریعت کے قریب ہونا مخفی نہیں رہے گا۔'' [1]

[1] زاد المعاد: 5/ 183.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معقول وجہ کے بغیر خلع کے مطالبے پر سخت وعید

مذکورہ تفصیل سے واضح ہے کہ ہر اس خطرناک بیماری کی وجہ سے عورت خلع کروا سکتی ہے جس سے اسے نفرت و کراہت ہو اور اس کی وجہ سے وہ مرد کے وہ حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو جو اس پر عائد ہوتے ہیں، چنانچہ امام زہری کا قول ہے:

((يُرَدُّ النِّكَاحُ مِنْ كُلِّ دَاءٍ عُضَالٍ)) ❶

''ہر خطرناک بیماری کی وجہ سے نکاح رد (ختم) کر دیا جائے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اہل کار تھا جس کی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اسے انھوں نے اپنے کسی کام کے لیے بھیجا تو اس نے وہاں جا کر ایک عورت سے شادی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی تو انھوں نے اس سے فرمایا: ''تو نے اس عورت کو بتلایا کہ تو اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے۔'' اس نے کہا: نہیں! تو حضرت عمر نے اس سے کہا: ''جا اسے بتلا اور پھر اسے اختیار دے (کہ وہ اس صورت میں اس کے پاس رہنا پسند کرتی ہے یا نہیں)۔'' ❷

تاہم جیسے کسی معقول وجہ کے بغیر مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ طلاق کا حق استعمال کرے۔ اسی طرح عورت کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ محض ذائقے کی تبدیلی کے لیے، معقول سبب کے بغیر، خلع کا مطالبہ کرے۔ اگر کوئی عورت ایسا کرے گی تو اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ)) ❸

---

❶ زاد المعاد: 5/ 184 .

❷ المصنف لعبد الرزاق، حديث : 10346 .

❸ جامع الترمذي، الطلاق، باب ما جاء في المختلعات، حديث : 1187، وإرواء الغليل، الخلع: 7/ 100، حديث : 2035 .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس عورت نے بغیر کسی وجہ کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔''

خلع کے چند ضروری مسائل

* خلع، طلاق ہے یا فسخ نکاح۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن قیم نے اسے فسخ نکاح قرار دیا ہے۔ [1]

فقہائے محدثین بھی اسی رائے کے قائل ہیں۔

* خلع، طہر کی حالت میں ہو یا حیض کی؟ دونوں حالتوں میں جائز ہے۔
* خلع کی عدت، ایک حیض ہے جیسا کہ احادیث میں صراحت ہے۔

((عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ حَيْضَةٌ)) [2]

''خلع لینے والی عورت کی عدت ایک حیض ہے۔''

* خلع میں، فدیہ یا معاوضہ زیادہ لینے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ خاوند اس سے صرف وہی لے جو اس نے مہر یا ہدیہ وغیرہ دیا ہے۔
* خلع میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، البتہ دونوں کی رضامندی سے عدت گزرنے کے بعد باہم نکاح جائز ہے۔
* دوبارہ نکاح کرنے کی دلیل یہ ہے کہ پہلے خاوند سے نکاح صرف دو صورتوں میں نہیں ہوسکتا: ایک لعان کے بعد تفریق ہونے کی صورت میں۔ دوسرے، طلاق مغلّظہ کے بعد ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (البقرة 2:230) کے بغیر۔ خلع ان دونوں صورتوں میں نہیں آتا۔ اس لیے خلع میں عدّت گزرنے کے بعد دونوں کے درمیان نکاح جدید، نئے حق مہر کے ساتھ جائز ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو زاد المعاد: 4/ 196-200.

[2] سنن أبي داود، الطلاق، باب في الخلع، حديث : 2230.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلع کے بارے میں احناف کا موقف
ایک ضروری وضاحت

یہاں کسی کے ذہن میں یہ اشکال آسکتا ہے کہ علمائے احناف تو خلع کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اس کا اثبات بھی، پھر ان کی بابت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ خلع کا انکار کرتے ہیں؟

یہ بات ایک حد تک صحیح ہے کہ وہ ظاہری طور پر خلع کا اقرار کرتے ہیں لیکن وہ اس کو اس طرح ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جس طرح شریعت نے یہ حق عورت کو دیا ہے، اس لیے ان کا ماننا اقرار کے پردے میں انکار کے مترادف ہے۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

خلع عورت کا وہ حق ہے جو اسے مرد کے حقِ طلاق کے مقابلے میں دیا گیا ہے۔ مرد تو اپنا حق طلاق ایسے موقعوں پر استعمال کر لیتا ہے جب وہ اپنی بیوی سے ناخوش ہو۔ لیکن اگر عورت کو ایسی ضرورت پیش آجائے کہ وہ خاوند سے گلوخلاصی کرانا چاہے، مثلاً شوہر نامرد ہو، وہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو، یا وہ نان ونفقہ دینے پر قادر نہ ہو یا قادر تو ہو لیکن دیتا نہ ہو، یا کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جس کا علم عورت کو شادی کے بعد ہو، یا وہ سخت ظالم و جابر قسم کا ہو جو عورت پر بے جا ظلم وتشدد کرتا ہو، شکل وصورت کے اعتبار سے عورت کے لیے ناقابل برداشت اور اس کا اس کے ساتھ نباہ مشکل ہو۔ اس قسم کی تمام صورتوں میں شریعت نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر کا دیا ہوا حق مہر اس کو واپس کر کے اس سے طلاق کا مطالبہ کرے، اگر شوہر عورت کی خواہش اور مطالبے پر اس کو طلاق دے دے تو ٹھیک ہے۔ اس طرح مسئلہ نہایت آسانی سے گھر کے اندر ہی حل ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر مرد مذکورہ معقول وجوہات کے باوجود عورت کی خواہش اور مطالبے کو تسلیم نہ کرے، تو پھر عدالت یا پنچایت کے ذریعے سے اس مسئلے کا حل کیا جائے گا، اگر عدالت اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نتیجے پر پہنچے کہ عورت کا مطالبۂ علیحدگی بالکل جائز ہے تو وہ مرد کو طلاق دینے کا حکم دے گی، اگر وہ پھر بھی طلاق نہ دے تو عدالت یا پنچایت فسخ نکاح کا حکم جاری کرے گی جو مرد کے طلاق کے قائم مقام ہو جائے گا اور عورت عدت خلع (ایک حیض) گزارنے کے بعد کسی دوسری جگہ شادی کرنے کی مجاز ہوگی۔

یہ ہے خلع کا وہ طریقہ جو قرآن کریم کی آیت: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ﴾ (البقرة 2:229) اور حدیث میں مذکور واقعۂ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ﴾ ''پس اگر تم ڈرو.....'' میں خطاب خاندان کے اولیاء (ذمے داران)، معاشرے کے معزز افراد یا حکومت کے افسران مجاز (عدالتی حکام) سے ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان پیدا ہونے والا نزاع، ان کی آپس کی بات چیت سے ختم نہ ہو سکے تو تم مداخلت کر کے اس کو حل کرو اور عورت سے فدیہ (حق مہر) لے کر مرد کو دو اور اس سے طلاق دلواؤ، اگر وہ طلاق نہ دے تو تم فسخ نکاح کا آرڈر جاری کر کے ان کے درمیان علیحدگی کروا دو۔

حدیث سے بھی اسی بات کا اثبات ہوتا ہے، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خوش شکل نہ تھے جب کہ ان کی بیوی خوبرو تھی۔ اس نے بارگاہ رسالت میں آ کر نہایت مناسب الفاظ میں اس بات کو بیان کیا اور کہا کہ میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے دین و اخلاق کے بارے میں تو ان کو معتوب نہیں کرتی لیکن ان کے ساتھ رہنے میں مجھے ناشکری کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر صورت حال کا اندازہ کر لیا اور اس سے پوچھا: ''کیا تو ثابت بن قیس کو وہ باغ واپس کرنے پر آمادہ ہے جو اس نے تجھے (حق مہر میں) دیا تھا؟'' اس نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو حکم دیا: ''اس سے اپنا باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔''[1] چنانچہ انھوں نے طلاق دے دی۔[2] یہ واقعہ احادیث کی ساری کتابوں میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ثابت کو طلاق کا حکم دینا ایک حاکم کے طور پر تھا اور ظاہر بات

[1] صحيح البخاري، الطلاق، حديث: 5273.

[2] سنن الدارقطني، حديث: 3629.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ خاندانی معاملات و نزاعات میں عدالت یا پنچایت کی مداخلت ناگزیر ہے، اگر عدالت کو یہ حق نہیں دیا جائے گا یا اس کا یہ حق تسلیم نہیں کیا جائے گا تو پھر ان نزاعات کا حل آخر کس طرح نکالا جائے گا؟

ہم نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ علمائے احناف عورت کے حق خلع کو تسلیم نہیں کرتے تو اس کے بارے میں ان کا یہ غیر منطقی موقف ہی اس کی بنیاد ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خاوند اگر عورت کے مطالبۂ طلاق کو تسلیم نہیں کرتا تو عدالت کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یک طرفہ طور پر طلاق کی ڈگری جاری کر دے۔ جیسا کہ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے بعد ہماری عدالتیں اس طرح کے فیصلے کر رہی ہیں۔ علمائے احناف کہتے ہیں کہ عدالتوں کے یہ فیصلے غلط ہیں اور عورت کو طلاق نہیں ہوتی۔

حالانکہ عدالت کا یہ حق قرآن کریم کی آیت اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے واقعے سے واضح ہے جس کی مختصر تفصیل ابھی گزری۔ اور اس کے بغیر گھریلو نزاعات کا کوئی دوسرا حل ہے ہی نہیں۔ اگر آپ اس منطقی اور فطری طریق کو نہیں مانتے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ آپ شریعت کے عطا کردہ عورت کے حق خلع کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔

آپ ذرا تصور کیجئے! ایک عورت خاوند کے رویے سے سخت نالاں ہے اور وہ اس سے ہر صورت خلاصی چاہتی ہے، وہ طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، خاوند نے اس کو جو کچھ (حق مہر وغیرہ) دیا ہے، وہ اس کو واپس کرنے کی پیش کش کرتی ہے لیکن وہ کسی صورت طلاق دینے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ اب بتلایئے کہ اگر طلاق خاوند کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتی جیسا کہ علمائے احناف کہتے ہیں تو عورت کو اس کا حق خلع کون دلائے گا؟ آپ کہتے ہیں کہ عدالت مداخلت نہیں کر سکتی اور خاوند کی رضامندی کے بغیر علیحدگی ہی نہیں ہے تو اس صورت کا حل کیا ہے؟ اور کیا یہ حل خلع کو تسلیم کرنا ہے؟

یہ تو اللہ کے عطا کردہ حق خلع کا صاف انکار ہے۔ خاوند کی ہٹ دھرمی ہی کا علاج عورت کے حق خلع کی صورت میں بتلایا گیا ہے جو صرف عدالت ہی عورت کو دلوا سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالت کو اگر یہ حق نہیں ہے اور خاوند کسی صورت طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو عورت کو اس کا یہ حق کس طرح ملے گا جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے؟

حق خلع کے بارے میں علمائے احناف کی تصریحات

اگر کوئی کہے کہ علمائے احناف کا یہ موقف نہیں ہوسکتا جو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے تو لیجیے انھی کے الفاظ میں ان کا موقف پڑھ لیجیے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب پہلے عنوان قائم کرتے ہیں:

''کیا خلع عورت کا حق ہے؟''

مولانا موصوف نے اس بحث کا یہ عنوان مقرر کیا ہے۔ اس سوالیہ عنوان ہی سے اس امر کی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ ان کے نزدیک عورت کو حق خلع حاصل ہی نہیں ہے، پھر فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں خلع کے بارے میں ایک مسئلہ عصر حاضر کے متجددین نے پیدا کر دیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام علمائے امت کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خلع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں تراضی طرفین ضروری ہے اور کوئی فریق دوسرے کو مجبور نہیں کرسکتا۔

لیکن ان متجددین نے یہ دعویٰ کیا کہ خلع عورت کا ایک حق ہے، جسے وہ شوہر کی مرضی کے بغیر عدالت سے وصول کرسکتی ہے یہاں تک کہ پاکستان میں کچھ عرصہ پہلے عدالت عالیہ یعنی سپریم کورٹ نے اس کے مطابق فیصلہ دے دیا اور اب تمام عدالتوں میں اسی فیصلے پر بطور قانون عمل ہو رہا ہے، حالانکہ یہ فیصلہ قرآن وسنت کے دلائل اور جمہور کے متفقہ فیصلے کے خلاف ہے۔'' [1]

تبصرہ

اپنی رائے کو، جو تقلیدی جمود پر مبنی ہے، قرآن وسنت کے دلائل اور جمہور کے متفقہ فیصلے کے مطابق قرار دینا یکسر غلط اور خلاف واقعہ ہے، حالانکہ قرآن وسنت کے مطابق خلع کی اصل صورت

[1] درس ترمذی: 3/497.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ہے جس کی مختصر تفصیل ہم نے پیش کی ہے۔ خلع کی اس صورت کو متجددین کی رائے بتلانا اور قرآن وسنت کی نصوص صریحہ کی بے جا تاویل کر کے ان سے اپنے تقلیدی موقف کا اثبات ایک تحکمانہ انداز اور قرآن وحدیث میں بیان کردہ حق خلع کا صریح انکار ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

مضمون طویل ہو گیا ہے ورنہ ہم ان کی ان تاویلات باطلہ کی حقیقت بھی واضح کرتے جو انھوں نے ''درس ترمذی'' میں بیان کر کے تقلیدی جمود کا ثبوت دیا ہے۔ ضرورت پڑی تو ان شاء اللہ ان پر بھی گفتگو ہو گی۔ بعون اللہ وتوفیقہ

ایک اور حنفی مفسر کا حقِ خلع کا انکار

تفسیر ''روح القرآن'' کے حنفی مفسر آیتِ خلع کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''خلع میاں بیوی کا آپس کا معاملہ ہے، اس میں عدالت یا تیسرا کوئی شخص مشورہ تو دے سکتا ہے، جبر نہیں کر سکتا، نہ عدالت کے پاس از خود یہ اختیار ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت کے حق میں یک طرفہ (ون سائیڈ) خلع کا فیصلہ کر دے۔ اگر عدالت ایسا کوئی فیصلہ کرتی ہے تو وہ قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ناقابل عمل ہو گا اور اللہ کے نزدیک ناقابل قبول رہے گا۔ جس طرح نکاح کی قبولیت کا حق صرف شوہر کو یا اس کے بارے میں مقرر کردہ وکیل ہی کو حاصل ہے اسی طرح خلع کی پیش کش کو قبول کر کے طلاق دینے کا حق شوہر ہی کو حاصل ہے۔ لہٰذا جس طرح بیوی رقم کے بدلے طلاق حاصل کرنے پر راضی ہے اس طرح شوہر کا بھی رقم قبول کر کے طلاق دینے پر راضی ہونا ضروری ہے۔ جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ خلع باہمی رضامندی کے ساتھ جائز ہے۔''

تبصرہ

ان صاحب نے بھی حنفی طریقِ خلع کو قرآن وحدیث کا بیان کردہ خلع قرار دینے کی جسارت کی ہے، حالانکہ ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حنفی طریق خلع دراصل خلع کا انکار ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس میں دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر خاوند عورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مطالبۂ طلاق کو تسلیم نہ کرے تو عورت خلع حاصل کر ہی نہیں سکتی۔ خاوند کی ہٹ دھرمی کا حل قرآن و حدیث میں عدالت کو قرار دیا گیا ہے۔ لیکن حنفی فقہ کہتی ہے، عدالت کو قطعاً یہ حق حاصل نہیں۔ عدالت اگر مداخلت کر کے عورت کو حق دلائے گی تو عورت کو طلاق نہیں ہوگی۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت خاوند کی ہٹ دھرمی کی صورت میں عدالت سے خلع حاصل کرنے کے بعد عدت گزار کے کسی اور جگہ نکاح کرے گی تو یہ نکاح عند اللہ ناقابل قبول ہوگا، جب ایسا ہے تو پھر وہ نئے میاں بیوی تو ساری عمر زنا کاری ہی کے مرتکب رہیں گے۔

بتلایئے! یہ حق خلع کا اثبات ہے جو اللہ کے رسول نے عورت کو دیا ہے یا اس کا صاف انکار ہے۔ خاوند کی رضامندی کے بغیر اگر عورت اپنا یہ حق وصول نہیں کر سکتی تو پھر خاوند کی ہٹ دھرمی کی صورت میں آخر وہ اپنا یہ حق کیسے وصول کرے گی؟

علمائے احناف آخر اس کی بھی تو وضاحت فرمائیں!!

دعوائے اجماع؟

پھر اس حنفی طریقِ خلع پر اجماع کا دعویٰ؟ اور چند سطروں کے بعد ہی اسے جمہور فقہاء کا فیصلہ قرار دینا؟ عجیب تضادِ فکر ہے۔ اول تو اس کو جمہور فقہاء کا متفقہ فیصلہ بتلانا ہی غلط ہے۔ اگر جمہور کی رائے تسلیم کر بھی لی جائے، تو اجماع تو پھر بھی نہ ہوا۔ اکثریت کی رائے کو اجماع نہیں کہا جاتا۔ دراصل اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لیے یوں ہی اس کو ''جمہور کی رائے'' کہہ دیا جاتا ہے، یا اس پر ''اجماع'' کا دعویٰ کر دیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس لیے امام احمد رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''مَنِ ادَّعَى الْإِجْمَاعَ فَقَدْ كَذَبَ.''[1]

''جو کسی مسئلے کی بابت اجماع کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا ہے۔''

زیر بحث مسئلہ بھی اس کی ایک واضح مثال ہے، حنفی طریق خلع نہ جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے اور نہ اس پر اجماع ہے۔ بھلا جو مسئلہ (حنفی طریق خلع) قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ کے

[1] فتاوٰی شیخ الإسلام ابن تیمیة: 271/19.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاف ہے، اسے جمہور کس طرح اختیار کر سکتے ہیں؟ یا اس پر اجماع کس طرح ہو سکتا ہے؟

علیحدگی کے لیے طرفین کی رضامندی کی شرط؟

صاحب ''روح القرآن'' مزید فرماتے ہیں:

''اسلام کی یہ کیسی معتدل تعلیم ہے کہ حتی الوسع نہ کسی کی حق تلفی ہو نہ دل شکنی ہو، جیسے باہمی رضامندی سے عقد نکاح کیا گیا تھا ایسے ہی باہمی رضامندی سے اسے ختم کر دیا جائے، یعنی اگر میاں بیوی کو خطرہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق پورے نہیں کر سکتے تو ایسی صورت میں خلع کی اجازت ہے۔''[1]

سبحان اللہ! کیا خوب فلسفہ تراشی ہے۔ اسلام کی تعلیم میں تو بلاشبہ نہایت اعتدال اور توازن ہے کہ اس نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے جس کے ذریعے سے وہ ناپسندیدہ بیوی سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور اگر ایسے ہی حالات عورت کو پیش آ جائیں اور وہ ناپسندیدہ شوہر سے نجات حاصل کرنا چاہے تو وہ حق خلع کے ذریعے سے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے۔

یہ تو یقیناً اعتدال اور توازن کی بات ہے جس میں اسلام دیگر ادیان و مذاہب میں ممتاز ہے۔ لیکن جب آپ مرد کو تو مطلقاً یہ حق دے رہے ہیں کہ وہ جب چاہے عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ کیا طلاق دیتے وقت مرد عورت کی رضامندی حاصل کرنے کا پابند ہے؟ اور اگر عورت رضامند نہ ہو تو مرد طلاق نہیں دے سکتا؟ کیا واقعی آپ کے نزدیک ایسا ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ کہنا: ''جیسے باہمی رضامندی سے عقد نکاح کیا گیا تھا ایسے ہی باہمی رضامندی سے اسے ختم کر دیا جائے۔'' کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اور اگر اس عبارت کا تعلق صرف عورت کے حق خلع سے ہے کہ اس میں دونوں کی رضامندی ضروری ہے تو پھر اعتدال تو نہ رہا اور عورت کے حق طلاق کو تو مقید کر دیا خاوند کی رضامندی کے ساتھ۔ وہ رضامند نہ ہو تو عورت کے لیے گلوخلاصی کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس کو کون اعتدال کی تعلیم تسلیم کرے گا جس کو آپ اعتدال باور کرا رہے ہیں؟!

[1] تفسیر ''روح القرآن'': 1/588، جامعۃ البوریہ العالمیہ، کراچی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتدال تو اسلام کے بتلائے ہوئے طریق خلع ہی میں ہے کہ دونوں ہی (مرد اور عورت) کے لیے یہ راستہ کھلا ہوا ہے کہ مرد علیحدگی چاہتا ہے تو اس کے پاس طلاق کا حق ہے، عورت علیحدگی چاہتی ہے تو اس کے پاس خلع کا حق ہے، خاوند اگر اس کا یہ حق تسلیم نہ کرے تو عدالت عورت کو اس کا یہ حق دلوائے گی۔ لیکن اگر آپ مرد کے حقِ طلاق کے لیے تو رضامندی ضروری قرار نہیں دیتے لیکن عورت کے خلع کے لیے اس کو ضروری قرار دیتے ہیں تو آپ نے اپنے فقہی جمود کا ثبوت تو یقیناً دے دیا، لیکن خدارا! اس کو اسلام کی تعلیم تو قرار نہ دیں۔ اسلام تو اس عدم اعتدال اور ایک ہی فریق پر ظلم کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اس ظلم کو اپنی فقہ کی طرف منسوب کریں، اسلام کی طرف تو منسوب نہ کریں۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی پُراَسرار خاموشی

یہ بات بھی نہایت دلچسپ ہے کہ مولانا تقی عثمانی صاحب کے والد گرامی قدر جناب مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے قرآن مجید کی اردو میں نہایت مفصل تفسیر تحریر فرمائی ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع شدہ ہے۔ تفسیر ''معارف القرآن'' اس کا نام ہے۔ اس میں ہر اہم مسئلے پر مفتی صاحب موصوف نے خاصی تفصیل سے گفتگو کی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ آیت خلع میں خلع کے بارے میں سرے سے انھوں نے نہ صرف یہ کہ کوئی بحث نہیں کی بلکہ نہایت پراسرار طریقے سے بالکل خاموشی سے گزر گئے ہیں۔ یہ خاموشی کس بات کی غماز ہے؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن کچھ نہ کچھ اندازہ قرائن وشواہد سے بھی ہوجاتا ہے۔ ہمارے خیال میں اس کی وجہ شاید یہی ہوسکتی ہے کہ خلع کی اصل حقیقت جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے، وہ حنفی موقف سے متصادم ہے جس کی وضاحت ہم کرآئے ہیں۔ اس کی صراحت ان کے حلقۂ ارادت کے لیے ناقابل قبول ہوتی اور حنفی موقف کے بیان سے ان کے تقلیدی جمود کا اظہار ہوتا۔ اس لیے انھوں نے خاموشی ہی کو بہتر خیال فرمایا۔ واللہ اعلم

غفر اللہ لنا ولہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنا، شریعت میں تبدیلی ہے

شریعت سازی کا حق کسی کو حاصل نہیں

پاکستان میں حکومت کے مجوزہ نکاح فارم کی ایک شق میں یہ درج ہوتا ہے کہ خاوند نے بیوی کو طلاق کا حق تفویض کیا ہے یا نہیں؟

اکثر لوگ تو اس شق کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اثبات یا نفی (ہاں یا ناں) میں کچھ نہیں لکھتے۔ لیکن بعض لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ نکاح کے موقع پر تفویض طلاق کے اس حق کو تسلیم کیا جائے اور وہ اس شرط کو لکھواتے، یعنی منواتے ہیں کہ عورت کو طلاق کا حق تفویض کر دیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت جب چاہے اپنے خاوند کو طلاق دے سکتی ہے اور اس طرح کے واقعات اب پیش آنے لگے ہیں کہ ایسی عورتیں جن کو حق طلاق تفویض کیا گیا، انھوں نے اپنے خاوندوں کو طلاقیں دے دیں۔

علمائے احناف اور دیگر فقہاء تو تفویض طلاق کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ وہ فقہی جمود ہے جس میں وہ مبتلا ہیں، اس لیے عدم دلیل کے باوجود وہ اس بنا پر اس کے قائل ہیں کہ ان کے فقہاء نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ بنا بریں وہ عورت کے طلاق دینے کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ لیکن بعض علمائے اہل حدیث بھی اس کے جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ غالباً انھوں نے مسئلے کا گہرائی سے جائزہ نہیں لیا یا عورتوں کے ''حقوق'' کے شور میں اس کی شاید ضرورت ہی محسوس نہیں کی، اس لیے وہ بھی جواز کے قائل ہو گئے۔

راقم کے پاس بھی یہ استفسار آیا اور اس میں بعض علمائے اہل حدیث کی طرف سے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اثبات کا حوالہ بھی دیا گیا۔ اس بنا پر ضرورت محسوس ہوئی کہ مسئلے کی نوعیت کو شرعی دلائل کی روشنی میں واضح اور منقح کیا جائے۔ تاکہ ایک طرف مسلک تفویض کے حامل علمائے احناف کے دلائل کی بے ثباتی واضح ہو جائے اور جو علماء محض شبہات کی وجہ سے اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ بھی اپنے موقف پر نظر ثانی کر کے صحیح دلیل پر مبنی موقف کو اختیار کر سکیں۔

بہر حال ہمارا موقف یہ ہے کہ عورت کو طلاق کا حق تفویض نہیں کیا جا سکتا اور اگر کسی نے اس کو یہ حق دے دیا اور عورت نے اسے استعمال کرتے ہوئے خاوند کو طلاق دے دی تو یہ طلاق نہیں ہوگی۔ طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے، یہ حق اللہ نے صرف اسے ہی عطا کیا ہے۔ اسے پوری امت مل کر بھی عورت کی طرف منتقل کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

اسلام میں طلاق کا حق صرف مرد کو دیا گیا ہے، عورت کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت مرد کے مقابلے میں زود رنج، زود مشتعل اور جلد بازی میں جذباتی فیصلہ کرنے والی ہے، نیز عقل اور دور اندیشی میں کمزور ہے۔ عورت کو بھی حق طلاق دیے جانے کی صورت میں یہ اہم رشتہ، جو خاندان کے استحکام و بقا اور اس کی حفاظت و صیانت کے لیے بڑا ضروری ہے، تار عنکبوت سے زیادہ پائیدار ثابت نہ ہوتا۔ علمائے نفسیات و طبیعات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل راقم کی کتاب ''خواتین کے امتیازی مسائل'' مطبوعہ دار السلام میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اگر عورت کو بھی طلاق کا حق مل جاتا تو وہ اپنا یہ حق نہایت جلد بازی سے یا جذبات میں آ کر استعمال کر لیا کرتی اور اپنے پیروں پر آپ کلہاڑی مار لیا کرتی۔ اس سے معاشرتی زندگی میں جو بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا، اس کا تصور ہی نہایت روح فرسا ہے۔ اس کا اندازہ آپ مغرب اور یورپ کی ان معاشرتی رپورٹوں سے لگا سکتے ہیں جو وہاں عورتوں کو حق طلاق مل جانے کے بعد مرتب اور شائع ہوئی ہیں۔

ان رپورٹوں کے مطالعے سے اسلامی تعلیمات کی حقانیت اور عورت کی اس کمزوری کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اثبات ہوتا ہے جس کی بنا پر مرد کو تو حق طلاق دیا گیا ہے لیکن عورت کو یہ حق نہیں دیا۔ عورت کی جس زود رنجی، سریع الغضبی، ناشکرے پن اور جذباتی ہونے کا ہم ذکر کر رہے ہیں، احادیث سے بھی اس کا اثبات ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ، يَكْفُرْنَ، قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ؟ قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ))[1]

"مجھے جہنم کا مشاہدہ کرایا گیا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی (اس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ ناشکری کا ارتکاب کرتی ہیں۔ پوچھا گیا: کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: (نہیں) وہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ایک عورت کے ساتھ احسان کرتے رہو، پھر وہ تمھاری طرف سے کوئی ایسی چیز دیکھ لے جو اسے ناگوار ہو تو وہ فوراً کہہ اٹھے گی کہ میں نے تو تیرے ہاں کبھی بھلائی اور سکھ دیکھا ہی نہیں۔"

جب ایک عورت کی افتادِ طبع اور مزاج ہی ایسا ہے کہ وہ عمر بھر کے احسان کو مرد کی کسی ایک بات پر فراموش کر دیتی ہے تو اسے اگر حقِ طلاق مل جاتا تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس آسانی کے ساتھ وہ اپنا گھر اجاڑ لیا کرتی؟

عورت کی اس کمزوری، کم عقلی اور زود رنجی ہی کی وجہ سے مرد کو اس کے مقابلے میں صبر و ضبط، تحمل اور قوت برداشت سے کام لیتے ہوئے عورت کے ساتھ نباہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ عورت کی یہ کمزوریاں فطری ہیں، کسی مرد کے اندر یہ طاقت نہیں کہ وہ قوت کے زور سے ان کمزوریوں کو دور کر کے عورت کو سیدھا کر دے یا سیدھا رکھ سکے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب كفران العشير.....، حديث: 29.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ)) ❶

''عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت مانو، عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے زیادہ کجی اوپر کی پسلی میں ہوتی ہے، پس اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اور یوں ہی چھوڑ دو گے تو کجی باقی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت قبول کرو۔''

شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ عورت کے مزاج میں کجی (ٹیڑھا پن) ہے (جو ضد وغیرہ کی شکل میں بالعموم ظاہر ہوتی رہتی ہے)، پس اس کمزوری میں اسے معذور سمجھو کیونکہ یہ پیدائشی ہے، اسے صبر اور حوصلے سے برداشت کرو اور ان کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرو۔ اگر تم انھیں سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکو گے جبکہ ان کا وجود انسان کے سکون کے لیے ضروری ہے اور کشمکشِ حیات میں ان کا تعاون ناگزیر ہے، اس لیے صبر کے بغیر ان سے فائدہ اٹھانا اور نباہ ناممکن ہے۔'' ❷

بہرحال عورت کی یہی وہ فطری کمزوری ہے جس کی وجہ سے اللہ نے مرد کو حقِ طلاق دیا ہے لیکن عورت کو نہیں دیا۔ عورت کا مفاد ایک مرد سے وابستہ اور اس کی رفیقۂ حیات بن کر رہنے ہی میں ہے نہ کہ گھر اجاڑنے میں اور عورت کے اس مفاد کو عورت کے مقابلے میں مرد ہی صبر و ضبط اور حوصلہ مندی کا مظاہرہ کر کے زیادہ ملحوظ رکھتا اور رکھ سکتا ہے۔

بنا بریں اسلام کا یہ قانونِ طلاق بھی دراصل عورت کے مفاد ہی میں ہے، گو عورت آج کل پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اس کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

---

❶ صحيح البخاري، الإيمان، باب كفران العشير ..... ، حديث: 29.

❷ فتح الباري: 9/ 315، مطبوعہ دارالسلام.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرد کے حقِ طلاق کے مقابلے میں عورت کے لیے حقِ خلع

تاہم اسلام چونکہ دینِ فطرت اور عدل و انصاف کا علم بردار ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دوسرے پہلو کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ کسی وقت عورت کو بھی مرد سے علیحدہ ہونے کی ضرورت پیش آسکتی ہے، جیسے خاوند نامرد ہو، وہ عورت کے جنسی حقوق ادا کرنے پر قادر نہ ہو، یا وہ نان و نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو، یا قادر تو ہو لیکن بیوی کو مہیا نہ کرتا ہو، یا بلاوجہ اس پر ظلم و ستم یا مار پیٹ سے کام لیتا ہو، یا عورت اپنے خاوند کو ناپسند کرتی اور محسوس کرتی ہو کہ وہ اس کے ساتھ نباہ یا اس کے حقوق زوجیت ادا نہیں کرسکتی (جیسا کہ اس کی تفصیل خلع اور اس کے احکام کے تحت گزری ہے)۔

ان صورتوں یا ان جیسی دیگر صورتوں میں عورت خاوند کو یہ پیشکش کرے کہ تو نے مجھے جو مہر اور ہدیہ وغیرہ دیا ہے، وہ میں تجھے واپس کر دیتی ہوں تو مجھے طلاق دے دے۔ اگر خاوند اس پر رضامند ہو کر اسے طلاق دے دے تو ٹھیک ہے لیکن اگر خاوند ایسا نہیں کرتا تو اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ عدالت یا پنچائت کے ذریعے سے اس قسم کی صورتوں میں خاوند سے گلوخلاصی حاصل کر لے، اس کو خلع کہتے ہیں۔ یہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

عورت کے اس حقِ خلع کی موجودگی میں اس بات کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ نکاح کے موقع پر مرد اپنا حقِ طلاق عورت کو تفویض کرے، کیونکہ اسلام نے عورت کے لیے بھی قانون خلع کی صورت میں مرد سے علیحدگی کا طریقہ بتلا دیا ہے اور عہد رسالت میں بعض عورتوں نے اپنا یہ حق استعمال بھی کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت حاکم وقت خلع کا فیصلہ ناپسندیدہ خاوند سے علیحدگی کی صورت میں فرمایا ہے جس کی تفصیل صحیح احادیث میں موجود ہے۔

علمائے احناف کا فقہی جمود، خلع کا انکار

لیکن بدقسمتی سے قرآن و حدیث کے مقابلے میں آراء الرجال کو زیادہ اہمیت دینے والے علماء و فقہاء، اسلام کے اس قانونِ خلع کو تسلیم نہیں کرتے، اس لیے فقہ حنفی میں مذکورہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں عورت کے لیے مرد سے گلو خلاصی حاصل کرنے کا جواز نہیں ہے، اس کا اعتراف مولانا تقی عثمانی صاحب (دیوبندی) نے بھی کیا ہے۔ ❶

مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے بھی مذکورہ کتاب اسی لیے تحریر فرمائی تھی کہ عورتوں کی مشکلات کا کوئی حل، جو فقہ حنفی میں نہیں ہے، تلاش کیا جائے، چنانچہ انھوں نے کچھ فقہی جمود توڑتے ہوئے دوسری فقہوں کے بعض مسائل کو اختیار کر کے بعض حل پیش فرمائے اور دیگر علمائے احناف کی تصدیقات بھی حاصل کیں۔ اس کے باوجود علمائے احناف کا جمود برقرار ہے کہ جب تک خاوند کی رضامندی حاصل نہ ہو، عورت کے لیے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں۔ ❷

حالانکہ عورت کو حق خلع دیا ہی اس لیے گیا ہے کہ خاوند راضی ہو یا راضی نہ ہو، عورت عدالت یا پنچایت کے ذریعے سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے اور عدالت کا فیصلہ طلاق کے قائم مقام ہو جائے گا۔

فقہائے احناف کی شریعت سازی

شریعت کے دیے ہوئے حقِ خلع کو تو فقہائے احناف نے تسلیم نہیں کیا، جو ایک ناگزیر ضرورت ہے، البتہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی طرف سے یہ طریقہ تجویز کیا کہ عورت کو حق طلاق تفویض کر دیا جائے جو حکم الٰہی میں تبدیلی اور شریعت سازی کے مترادف ہے، حالانکہ عورت کو حقِ طلاق دینے میں جو شدید خطرات ہیں، وہ مسلمہ ہیں اور انھی کے پیش نظر اللہ عزوجل نے یہ حق عورت کو نہیں دیا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ جو حق اللہ نے نہیں دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں دیا تو وہ اور کون سی اتھارٹی ہو سکتی ہے جو یہ حق عورتوں کو دے دے؟ یقیناً ایسی کوئی اتھارٹی نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے، اس لیے اس تفویض طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت انسانوں کے اپنے تفویض کردہ اس حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے

❶ ملاحظہ ہو، مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة" کے نئے ایڈیشن (ادارۂ اسلامیات) کا پیش لفظ، از مولانا تقی عثمانی۔

❷ دیکھیے: درس ترمذی 3/ 497، از مولانا تقی عثمانی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاوند کو طلاق دے دیتی ہے تو اس طرح قطعاً طلاق واقع نہیں ہوگی۔ نکاح ایک میثاقِ غلیظ (نہایت مضبوط عہد) ہے جو حکم الٰہی کے تحت طے پاتا ہے، اسے خود ساختہ طریقے سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عہد اسی وقت ختم ہوگا جب اس کے ختم کرنے کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جو خود اللہ نے بتلایا ہے اور وہ طریقہ صرف اور صرف مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع لینا ہے۔ اس کے علاوہ رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

کون سی شرطیں قابل اعتبار یا نا قابل اعتبار ہیں؟

اس تفویض طلاق کے جواز میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ نکاح کے موقع پر جو شرطیں طے پائیں، ان کا پورا کرنا ضروری ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ)) [1]

''جن شرطوں کا پورا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعے سے تم شرم گاہیں حلال کرو۔''

یہ حدیث اپنی جگہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس سے مراد وہ شرطیں جن سے مقاصد نکاح کو مزید مؤکد کرنا مقصود ہو، جیسے خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو مہر کی ادائیگی کے ضمن میں بیان کیا ہے، اسی طرح کسی مرد سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ نان نفقہ میں کوتاہی کرے گا یا شاید حسن سلوک کے تقاضے پورے نہیں کرے گا، یا رشتے داروں سے میل ملاپ میں ناجائز تنگ کرے گا، وغیرہ، تو نکاح کے موقع پر اس قسم کی شرطیں طے کر لی جائیں، تو ان کو پورا کرنا مرد کے لیے ضروری ہوگا۔ یہ حدیث اسی قسم کی شرطوں تک محدود رہے گی۔

اس کے برعکس اگر خاوند یہ شرط عائد کرے کہ وہ بیوی کے نان و نفقہ کا ذمے دار نہیں ہوگا، شادی کے بعد وہ ماں باپ یا بہن بھائیوں سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا، یا میں اس کو پردہ نہیں کرنے دوں گا، وعلیٰ ہذا القیاس، اس قسم کی ناجائز شرطیں، تو وہ کالعدم ہوں گی، یا عورت یہ شرط عائد کرے کہ وہ خاوند کو ہم بستری نہیں کرنے دے گی تاکہ بچے پیدا نہ ہوں، یا

[1] صحيح البخاري، الشرط، حديث: 2721.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاوند کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، یا مردوں کے ساتھ مخلوط ملازمت سے وہ نہیں روکے گا وغیرہ وغیرہ۔ تو ان شرطوں کا بھی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ یہ ناجائز شرطیں ہیں یا مقاصدِ نکاح کے منافی ہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کے اس فرمان کو کہ ''عورت اپنی سوتن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ وہ اس کا برتن الٹائے'' یعنی سہولیات زندگی سے محروم کر دے جو خاوند کے ہاں اس کو میسر ہیں۔ (حدیث: 2723) کتاب الشروط کے باب (ما لا یجوز من الشروط فی النکاح) یعنی ''ان شرطوں کا بیان جو نکاح میں جائز نہیں'' میں ذکر کیا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ شریعت کے عطا کردہ کسی حق کو ختم کرنے کی شرط عائد کی جائے گی تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس قسم کی شرطوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرما دیا ہے:

((وَالْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا)) [1]

''مسلمانوں کے لیے اپنی طے کردہ شرطوں کی پابندی ضروری ہے، سوائے اس شرط کے جو کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال کر دے (ایسی شرطیں کالعدم ہوں گی)۔''

نکاح کے موقع پر تفویضِ طلاق کی شرط بھی، شرطِ باطل ہے جس سے مرد کا وہ حق جو اللہ نے صرف مرد کو دیا ہے، وہ اس سے ختم ہو کر عورت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مرد کے اس حق شرعی کا عورت کی طرف انتقال، حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینے ہی کے مترادف ہے، جس کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ اس شرط سے عورت کو طلاق دینے کا حق قطعاً حاصل نہیں ہوسکتا، اُس کو اس قسم کے حالات سے سابقہ پیش آئے تو وہ، شرط کے باوجود، طلاق دینے کی مجاز نہیں ہوگی بلکہ طلاق لینے، یعنی خلع کرنے ہی کی پابند ہوگی۔

[1] جامع الترمذي، كتاب الأحكام، حديث: 1352.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عہد رسالت کا ایک واقعہ اور فیصلہ کن فرمان رسول ﷺ

اس مسئلے میں نبی ﷺ کے زمانے کا ایک واقعہ ہماری بڑی رہنمائی کرتا ہے۔ بریرہ ایک لونڈی تھی اور مُکاتَبہ تھی، یعنی مالکوں کے ساتھ اس کا معاہدہ ہو چکا تھا کہ اتنی رقم تو ادا کر دے گی تو ہماری طرف سے آزاد ہے۔ بریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ام المؤمنین! آپ مجھے خرید کر آزاد کر دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ بریرہ نے کہا: لیکن میرے آقا کہتے ہیں کہ حق ولاء ان کا ہوگا۔ (ورثاء کی عدم موجودگی میں وراثت وغیرہ کے حق کو ولاء کہا جاتا ہے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے حق ولاء کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ بات نبی ﷺ نے سن لی یا آپ تک پہنچ گئی تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((اِشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا وَدَعِيهِمْ يَشْتَرِطُوْنَ مَا شَاءُوْا))

''اس کو خرید کر آزاد کر دے اور مالکوں کو چھوڑ، وہ جو چاہے شرط کر لیں۔''

چنانچہ حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو قیمت ادا کر کے آزاد کر دیا اور اس کے مالکوں نے ولاء کی شرط کر لی کہ وہ ہمارا حق ہوگا۔ لیکن نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَإِنِ اشْتَرَطُوا مِائَةَ شَرْطٍ)) ❶

''حق ولاء آزاد کرنے والے کا ہے، چاہے مالک سو شرطیں لگا لیں۔''

ایک اور مقام پر آپ کا یہ فرمان بایں الفاظ منقول ہے:

((مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)) ❷

صحيح البخاري، المكاتب، حديث: 2565.

❷ صحيح البخاري، البيوع، باب: 73، حديث: 2168.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''لوگوں کا کیا حال ہے، وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں؟ (یاد رکھو) جو شرط ایسی ہوگی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ زیادہ حق دار ہے (کہ اس کو مانا جائے) اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے (کہ اس کی پاسداری کی جائے) ولاء اسی کا حق ہے جس نے اسے آزاد کیا۔''

اس حدیث میں آپ نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہیں ہے، یعنی شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے خلاف ہے، وہ باطل ہے اور باطل کا مطلب کالعدم ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

علاوہ ازیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے احکام وراثت بیان فرما کر ان کی بابت کہا کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور اس کے بعد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا﴾ (النسآء 14:4)

''جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مقررہ حصہ ہائے وراثت میں تبدیلی کرنا، اللہ کی حدوں سے تجاوز اور اللہ ورسول کی نافرمانی ہے جس کی کسی کو اجازت نہیں۔

اسی طرح اللہ نے طلاق اور خلع کے احکام بیان کر کے فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ (البقرة 229:2)

''یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو تم ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، وہ لوگ ظالم ہیں۔''

اس کا مطب بھی یہی ہے کہ طلاق وخلع کے احکام، حدود اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں تبدیلی کرنا، یعنی عورت کو حقِ خلع کے بجائے، جو اسے اللہ نے دیا ہے، طلاق کا حق تفویض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دینا، حدود اللہ میں تجاوز کرنا ہے جس کا حق کسی کو حاصل نہیں، یہ سراسر ظلم ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔

چنانچہ آیت مذکورہ: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا﴾ (البقرۃ 229:2) کے تحت مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم نے لکھا ہے اور کیا خوب لکھا ہے:

''یہ تاکید ہے اس امر کی کہ احکام شرعی میں کسی خفیف جزئیہ کو بھی ناقابل التفات نہ سمجھا جائے اور شریعت جیسے بے انتہا منظم فن میں ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ مشین جتنی نازک اور اعلیٰ صناعی کا نمونہ ہوگی، اسی قدر اس کا ایک ایک تنہا پرزہ بھی اپنی جگہ پر بے بدل ہوگا۔'' [1]

بنا بریں عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنا، امر باطل ہے۔ اس سے حکم شریعت میں تبدیلی لازم آتی ہے، مرد کا جو حق ہے وہ عورت کو مل جاتا ہے اور عورت جو مرد کی محکوم ہے، وہ حاکم (قوام) بن جاتی ہے اور مرد اپنی قوامیت کو (جو اللہ نے اسے عطا کی ہے) چھوڑ کر محکومیت کے درجے میں آجاتا ہے، یا بالفاظ دیگر عورت طلاق کی مالک بن کر مرد بن جاتی ہے اور مرد عورت بن جاتا ہے کہ بیوی اگر اسے طلاق دے دے تو وہ سوائے اپنی بے بسی کے اور بے چارگی پہ رونے کے کچھ نہیں کرسکتا۔ ﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ (النجم 22:53)

چند شبہات و اشکالات کا ازالہ

1 آیتِ تخییر:

بعض علماء آیتِ تخییر سے تفویض طلاق کا جواز ثابت کرتے ہیں، حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

آیت تخییر سے مراد وہ واقعہ ہے جو نبی ﷺ اور ازواج مطہرات کے درمیان پیش آیا کہ جب فتوحات کے نتیجے میں مال غنیمت کی وجہ سے مسلمانوں کی معاشی حالت قدرے بہتر ہوئی تو ازواج مطہرات نے بھی اپنے نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا جو نبی ﷺ کو پسند نہ

[1] تفسیر ماجدی: 1/ 92، طبع تاج کمپنی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ ﴾ (الأحزاب 28:33)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے: اگر تم دنیا اور اس کی زینت کی طالب ہو، تو آؤ میں تمھیں کچھ متعہ (فائدہ) دے کر تمھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دیتا ہوں، یعنی طلاق دے دیتا ہوں۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سمیت تمام ازواج مطہرات کو اختیار دے دیا کہ تم دنیا چاہتی ہو یا آخرت؟ اگر دنیا کی آسائشیں مطلوب ہیں تو میں تمھیں طلاق اور کچھ متعۂ طلاق دے کر آزاد کر دیتا ہوں لیکن سب نے دنیا کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد ہی میں رہنے کو پسند کیا۔

یہ آیت تخییر کہلاتی ہے۔ اس سے تفویض طلاق کا اثبات نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو ان کے مطالبات کے جواب میں انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ اگر تمھیں اپنے مطالبات پورے کرانے پر اصرار ہے تو میں زبردستی تمھیں اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور نہیں کرتا، میں تمھیں طلاق دے دیتا ہوں، قرآن کے الفاظ واضح ہیں ''آؤ میں تمھیں متعۂ طلاق اور طلاق دے کر چھوڑ دیتا ہوں۔'' جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نبی ﷺ کے ساتھ رہنے کے بجائے دنیا کی آسائشیں پسند کرتیں تو آپ ان کو طلاق دے کر اپنے سے جدا کر دیتے۔ از خود ان کو طلاق نہ ہوتی۔

اس سے مستقل طور پر عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنے کا اثبات ہرگز نہیں ہوتا۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت اگر کچھ ایسے مطالبات پیش کرے جس کو خاوند پورا نہ کر سکتا ہو تو وہ بیوی سے یہ کہے کہ میں یہ مطالبات پورے نہیں کر سکتا، اگر تو انھی حالات کے ساتھ گزارا کر سکتی ہے تو ٹھیک ہے، بصورت دیگر میں طلاق دے کر اچھے طریقے سے تجھے فارغ کر دیتا ہوں۔ اگر عورت دوسری (طلاق کی) صورت اختیار کرتی ہے تو اسے طلاق نہیں ہو جائے گی بلکہ خاوند اس کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے طلاق دے گا تبھی طلاق، یعنی علیحدگی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس صورت کا تفویضِ طلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے اس آیت سے استدلال یکسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

2 أَمْرُكِ بِيَدِكِ (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔):

اس سے ملتی جلتی ایک دوسری صورت یہ ہے کہ جھگڑے کے موقع پر خاوند عورت سے یہ کہہ دے: أَمْرُكِ بِيَدِكِ (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔)

اس سے بھی بعض لوگوں نے تفویض طلاق کے جواز پر استدلال کیا ہے، حالانکہ یہ طلاق کنائی کی ایک صورت بنتی ہے اور اکثر فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ تفویض نہیں بلکہ طلاق ہے۔

نیز اول تو یہ الفاظ نہ مرفوعاً ثابت ہیں اور نہ موقوفاً، یعنی یہ نہ حدیث رسول ﷺ ہے اور نہ کسی صحابی کا قول۔ [1] یہ الفاظ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں منقول ہیں۔ ان سب کی سندیں ضعیف ہیں، تاہم اسے حسن بصری رحمہ اللہ کا قول قرار دیا گیا ہے۔ (اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

البتہ بعض صحابہ کے ان الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ سے بھی استدلال کیا گیا ہے، مثلاً:

المعجم الکبیر للطبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ: أَمْرُكِ بِيَدِكِ أَوِ اسْتَفْلِحِي بِأَمْرِكِ أَوْ وَهَبَهَا لِأَهْلِهَا فَقَبِلُوهَا، فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ)) [2]

''اگر آدمی اپنی بیوی سے کہے: تیرا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے، یا تم اپنے معاملے میں کامیاب ہو جاؤ، یا وہ اس (حق) کو اس بیوی کے گھر والوں کے حوالے کر دے، پھر وہ اسے قبول کر لیں تو یہ ایک (طلاق) بائن (نکاح کو ختم کر دینے

---

[1] دیکھیے: مفصل ضعيف سنن أبي داؤد: 10/ 234، رقم: 379.

[2] المعجم الكبير للطبراني: 325/9، حديث: 9627۔ (ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو، مئی 2013ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی) ہے۔"

اس اثر میں غور کریں، کیا اس کا تعلق زیر بحث تفویض طلاق سے ہے؟ قطعاً نہیں۔ اس میں بھی وہی خیارِ طلاق (طلاقِ کنائی) یا توکیل کی صورت ہے کہ اختلاف اور جھگڑے کی صورت میں خاوند بیوی کو اختیار دے دے کہ اگر تو میرے پاس رہنے کے لیے تیار نہیں ہے تو تجھے اختیار ہے کہ تو خود میرے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا فیصلہ کر لے۔ اگر وہ علیحدگی کا فیصلہ کر لیتی ہے تو مذکورہ اثر کی بنیاد پر اسے طلاق ہو جائے گی اور بقول عبداللہ بن مسعود یہ ایک طلاق بائن ہو گی۔ یہ خیارِ طلاق سے ملتی جلتی وہی صورت ہے جس کی تفصیل آیت تخییر کے ضمن میں گزری ہے یا یہ طلاق بالکنایہ ہے، لیکن یہ طلاق کون سی ہو گی؟ یہ خاوند کی نیت پر منحصر ہے جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

دوسری صورت اس میں توکیل کی ہے، یعنی بیوی کے گھر والوں کو طلاق دینے کا حق دے دے اور وہ طلاق دے دیں، تو طلاق بائن ہو جائے گی۔ وکالت کو بھی شریعت نے تسلیم کیا ہے، یعنی خاوند خود طلاق نہ دے بلکہ وکیل کے سپرد یہ کام کر دے، تو وہ طلاق خاوند ہی کی طرف سے تسلیم کی جائے گی۔ مذکورہ اثر میں یہی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک صورت خیارِ طلاق کی سی ہے بلکہ یہ طلاق بالکنایہ ہے اور دوسری توکیل طلاق کی۔ اس اثر سے زیر بحث تفویض طلاق کا اثبات ہرگز نہیں ہوتا۔

دوسرا اثر: جس سے استدلال کیا گیا ہے، حسب ذیل ہے:

"سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس وفد میں ابو الحلال العسکی رحمہ اللہ آئے، تو کہا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اس کا اختیار دے دیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: "فأمرها بيدها" پس اس عورت کا اختیار اس کے پاس ہی ہے۔" ❶

اس میں بھی وہی خیارِ طلاق بلکہ طلاق بالکنایہ کا اثبات ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں، یعنی لڑائی جھگڑے کی صورت میں عورت کو علیحدگی کا اختیار کنائے کی صورت میں دے

❶ مصنف ابن أبي شيبة: 5/ 56، حديث: 18071.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینا۔ اس اثر کا بھی تفویض طلاق کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تیسرا اثر: جس سے استدلال کیا گیا ہے، حسب ذیل ہے:

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو اس کا اختیار دے دیا تو انھوں نے فرمایا: ''اَلْقَضَاءُ مَا قَضَتْ فَإِنْ تَنَاكَرَا حُلِّفَ'' وہ عورت جو فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ ہے، پھر اگر وہ دونوں ایک دوسرے کا انکار کریں تو مرد کو قسم دی جائے گی۔''[1]

یہ اثر نقل کر کے فاضل مفتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہاں پر چونکہ یہ اختیار نکاح نامے پر شوہر کے دستخطوں اور گواہوں کے ساتھ لکھا ہوا ہے، لہٰذا یہاں کسی قسم کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''[2]

لیکن اس اثر میں بھی پہلے قابل غور بات تو یہ ہے کہ اس میں بھی طلاق بالکنایہ والا مسئلہ ہی بیان ہوا ہے یا تفویض طلاق کا؟ واقعے پر غور فرما لیا جائے اس میں بھی طلاق کنائی یا خیار طلاق ہی کا مسئلہ بیان ہوا ہے جس کا تعلق شادی کے بعد ہونے والے میاں بیوی کے درمیان شدید جھگڑے سے ہے کہ اگر اختلافات کا کوئی حل نہ نکلے تو خاوند اس کا یہی حل پیش کرے کہ تجھے اختیار ہے میرے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا۔ اس صورت میں ظاہر بات ہے کہ عورت جو فیصلہ کرے گی وہی نافذ ہوگا۔ علیحدگی پسند کرے گی تو طلاق ہو جائے گی، بصورت دیگر نہیں۔ لیکن اس طلاق میں بھی فیصلہ کن بات خاوند کی نیت ہی ہے کہ طلاق رجعی ہے یا بائن؟

اس اثر سے بھی رشتۂ ازدواج میں جڑنے سے پہلے ہی نکاح کے موقع پر مرد کا اپنے اس حق طلاق سے دست بردار ہو کر، جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے، عورت کو اس کا مالک بنا دینا، کس طرح ثابت ہوتا ہے؟

میاں بیوی کے درمیان عدم موافقت کی صورت میں ان کے اختلافات دور کرنے کے

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة: 9/ 581، حديث: 18388.

[2] ماہنامہ ''الحدیث''، حضرو، مئی 2013ء۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کئی طریقے ثابت ہیں۔ ایک یہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ ایک ثالث (حکم) بیوی کی طرف سے اور ایک خاوند کی طرف سے مقرر کیے جائیں، وہ دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ کریں اور دونوں کی کوتاہیوں کو معلوم کر کے ان کو دور کرنے کی تلقین دونوں کو کریں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ بطور وکالت ان کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کر دیں۔ اس کو "توکیل بالفرقہ" کہا جاتا ہے، یہ وکالت کی وہ صورت ہے جو جائز ہے۔

دوسری صورت خیارِ طلاق کی ہے جو نبی ﷺ نے اختیار فرمائی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر ازواج مطہرات علیحدگی کو پسند کرتیں تو آپ ﷺ ان کو طلاق دے کر فارغ کر دیتے۔

تیسری صورت، جو بعض آثار صحابہ سے ثابت ہے، یہ ہے کہ خاوند علیحدگی کا معاملہ عورت کے سپرد کر دے: أَمْرُكِ بِيَدِكِ (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔) مذکورہ سارے آثار کا تعلق اسی صورت سے ہے۔ اس جملے کی بابت فقہاء کہتے ہیں اور مذکورہ آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر عورت علیحدگی اختیار نہیں کرتی اور خاوند ہی کے پاس رہنے کو اختیار کرتی ہے تو طلاق نہیں ہوگی اور اگر وہ علیحدگی کا فیصلہ کرتی ہے تو یہ طلاق شمار ہوگی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ طلاق ایک ہوگی یا تین طلاقیں۔ ایک طلاق ہونے کی صورت میں رجعی ہوگی یا بائنہ؟ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خاوند کی نیت کے مطابق فیصلہ ہوگا، اگر اس سے مراد اس کی ایک طلاق رجعی ہے تو یہ ایک طلاق رجعی شمار ہوگی اور خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اس میں خاوند کی نیت کے فیصلہ کن ہونے نے اس کو طلاق بالکنایہ بنا دیا ہے اور یوں یہ خیارِ طلاق سے مختلف صورت ہے کیونکہ اسے اگر خیار طلاق کی وہی صورت قرار دیں جو نبی ﷺ نے ازواج مطہرات کے سلسلے میں اختیار کی تھی تو اس میں بھی طلاق کا حق مرد ہی کو حاصل تھا، اور أَمْرُكِ بِيَدِكِ میں یہ اختیار عورت کو دے دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ طلاقِ کنائی بنے گی اس لیے کہ یہ طلاق، طلاقِ رجعی ہوگی یا بائنہ؟ اس کا فیصلہ خاوند کی نیت کے مطابق ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس محمد بن عتیق نامی ایک شخص آیا اور اس کی آنکھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے آنسو جاری تھے۔ حضرت زید نے پوچھا: کیا بات ہے روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا: میں نے اپنی عورت کو اس کے معاملے کا مالک بنا دیا تھا تو اس نے مجھ سے جدائی اختیار کر لی ہے۔ حضرت زید نے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ کہنے لگا: بس اسے تقدیر ہی سمجھ لیں۔ حضرت زید نے فرمایا: اگر تو رجوع کرنا چاہتا ہے تو رجوع کر لے، یہ ایک ہی طلاق ہے اور تو رجوع کرنے کا اس عورت سے زیادہ اختیار رکھتا ہے۔

اور حضرت زید بن ثابت کا ایک دوسرا قول یہ نقل ہوا ہے اور اسے حضرت عثمان اور حضرت علی کا بھی قول بتلایا گیا ہے کہ "اَلْقَضَاءُ مَا قَضَتْ" (عورت جو فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ ہوگا)، یعنی اس کے کہنے کے مطابق اسے طلاق رجعی یا بائنہ، ایک یا تین شمار کیا جائے گا، کیونکہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

اور ایک تیسری رائے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر عورت اسے تین طلاق شمار کرے اور خاوند کہے کہ عورت کو طلاق کا مالک بناتے وقت میری نیت ایک طلاق کی تھی، تین طلاق کا انکار کرے جس کا فیصلہ عورت نے کیا تھا، تو خاوند سے قسم لی جائے گی اور پھر اسے ایک ہی طلاق شمار کر کے خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق دیا جائے گا۔ [1]

ان آثار سے، قدرے اختلاف کے باوجود، یہ واضح ہے کہ لڑائی جھگڑے کی صورت میں عورت کو علیحدگی کا اختیار دینا، زیر بحث تفویض طلاق سے یکسر مختلف معاملہ ہے، جس کا جواز ان آثار سے کشید کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ أَمْرُكِ بِيَدِكِ کی صورت یا تو توکیل کی بنتی ہے کہ مرد کسی اور کو وکیل بنانے کے بجائے عورت ہی کو وکیل بنا دیتا ہے یا یہ کنائی صورت ہے کیونکہ اس میں فیصلہ کن رائے خاوند ہی کی ہوگی کہ اگر عورت نے علیحدگی پسند کر لی ہے تو یہ کون سی طلاق شمار ہوگی، رجعی یا بائنہ، ایک یا تین؟ ایک رجعی شمار کرنے کی صورت میں خاوند کو عدت

[1] ملاحظہ ہو: شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی رحمہ اللہ کی تالیف "جائزة الأحوذي في التعليقات على سنن الترمذي": 2/ 449-451.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

اس سے زیر بحث تفویضِ طلاق کا اثبات کرنے والوں سے ہمارے چند سوال ہیں:

1. تفویضِ طلاق والی عورت اگر خاوند کو طلاق دے دیتی ہے تو کیا اس میں خاوند کی نیت کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟
2. اگر خاوند کہے کہ میری مراد اس تفویض طلاق سے ایک طلاق رجعی تھی، تو کیا خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا؟
3. اور اگر خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہوگا تو پھر تفویض طلاق کی شق ہی بے معنی ہو جاتی ہے، کیونکہ جو عورت بھی اس حق کو استعمال کرتے ہوئے خاوند کو طلاق دے گی تو خاوند رجوع کر لیا کرے گا۔ (کم از کم دو مرتبہ تو خاوند اپنا حق رجوع استعمال کر سکے گا۔)
4. اگر تفویض طلاق میں طلاق بائنہ ہوگی تو پھر یہ صورت أَمْرُكِ بِيَدِكِ میں کس طرح آسکتی ہے جس کو اس کے جواز میں دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے؟ جبکہ أَمْرُكِ بِيَدِكِ کی صورت میں طلاق بائنہ نہیں ہوگی جیسا کہ آثار سے واضح ہے۔

3 توکیل (وکیل بنانے) کی اجازت

ایک تیسری اصطلاح ''توکیل'' ہے، یعنی ایک جائز کام کو خود کرنے کے بجائے کسی دوسرے شخص سے کرایا جائے۔ شریعت نے اس کو جائز رکھا ہے، اس کو نیابت بھی کہا جاتا ہے۔ طلاق دینا بھی (ناگزیر حالات میں) جائز ہے اور یہ صرف خاوند کا حق ہے، تاہم خاوند اپنا یہ حقِ طلاق وکیل کے ذریعے سے استعمال کرے تو دوسرے معاملات کی طرح یہ ''توکیل'' بھی جائز ہے۔ قرآن کریم کی آیت:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا﴾

(النسآء 35:4)

میں جمہور علماء کے نزدیک حَکَمین کے توکیل بالفرقہ ہی کے اختیار کا بیان ہے۔

اسی توکیل میں وہ خاص صورت بھی شامل ہے جو پنچایتی توکیل کی ضرورت پیدا کر دیتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، مثلاً: ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا حتی کہ بیوی بار بار اپنے میکے آ جاتی ہے اور خاوند بار بار حسن سلوک کا وعدہ کر کے لے جاتا ہے، لیکن وعدے کے مطابق حسن سلوک نہیں کرتا، بالآخر لڑکی کے والدین تنگ آ کر اس سے وعدہ لیں کہ اس دفعہ عہد کی پاسداری نہیں کی تو ہم آئندہ اس کو تمھارے پاس نہیں بھیجیں گے، خاوند سے پنچایت میں یہ اقرار لیا جائے۔ اس صورت میں یہ پنچایت توکیل بالفرقہ کا کردار ادا کر کے دونوں کے درمیان جدائی کروا دے۔

پنچایت یا عدالت کا فیصلہ طلاق کے قائم مقام ہو جائے گا، جیسے خلع میں عدالت کا فیصلہ فسخ نکاح سمجھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کے اقرباء خاوند سے تفویضِ طلاق کا مطالبہ نہیں کر سکتے کہ تم بیوی کو حق طلاق تفویض کرو، یعنی معاہدۂ حسن سلوک کی پاسداری نہیں کی گئی تو بیوی حقِ طلاق استعمال کرے گی بلکہ خلع کی طرح پنچایت یا عدالت ہی علیحدگی کا فیصلہ کرے گی۔

خلع اور اس توکیل میں فرق یہ ہے کہ خلع میں حق مہر واپس لینے کا حق خاوند کو حاصل ہے جب کہ پنچایتی فیصلے میں خاوند کو یہ حق نہیں ہوگا کیونکہ یہ جدائی خاوند کے اقرار یا وعدے کی بنیاد پر ہوگی۔ دوسرے، توکیل کی وجہ سے یہ جدائی طلاق کے قائم مقام ہوگی۔

4 تفویض طلاق

چوتھی اصطلاح، تفویض طلاق ہے جس کی اجازت فقہائے احناف اور دیگر بعض فقہاء دیتے ہیں لیکن شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے گزری۔ کیونکہ بیوی کو حق طلاق تفویض کرنے میں ان تمام حکمتوں کی نفی ہے جو حق طلاق کو صرف مرد کے ساتھ خاص کرنے میں مضمر ہیں۔

اس اعتبار سے عورت کو کسی مرحلے میں حق طلاق تفویض نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ابتدا میں عقد نکاح کے وقت اور نہ بعد میں عدم موافقت کی صورت میں۔ عدم موافقت کی صورت میں چار صورتیں جائز ہوں گی جن کی تفصیل گزری۔ ہم خلاصے کے طور پر اسے دوبارہ مختصراً عرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں:

1. تخییر: نبی ﷺ کی طرح خاوند کی طرف سے عورت کو اختیار دیا جا سکتا ہے کہ وہ خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہو تو خاوند اس کو طلاق دے کر اپنے سے علیحدہ کر دے، جیسا کہ ﴿أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ (الأحزاب 28:33) سے واضح ہے، یعنی طلاق دے کر علیحدگی کا کام مرد ہی کی طرف سے ہوگا۔
2. توکیل: یا پھر حَکَمَیْن (دو ثالثوں) کے ذریعے سے توکیل کا اہتمام کیا جائے گا۔ ایک ثالث خاوند اور ایک بیوی کی طرف سے ہوگا۔ وہ دونوں میاں بیوی کی باتیں آمنے سامنے یا الگ الگ (جو بھی صورت مناسب اور مفید ہوگی) سنیں گے اور اس کی روشنی میں صلح و مفاہمت کی مخلصانہ کوشش کریں گے لیکن اگر یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی تو پھر وہ ان دونوں کے درمیان جدائی کا فیصلہ کر دیں گے۔ یہ فیصلہ بھی طلاق کے قائم مقام ہوگا۔
3. یا أَمْرُكِ بِيَدِكِ: کہہ کر خاوند عورت کو علیحدگی کا حق دے دے۔ یہ بھی اختلافات ختم کرنے کی ایک صورت ہے جو آثار صحابہ سے ثابت ہے اور یہ طلاقِ کنائی کی ایک شکل ہے۔
4. یا خلع یا پنچایت: کے ذریعے سے علیحدگی عمل میں لائی جائے گی۔ خلع کی صورت میں عورت کو حق مہر وغیرہ واپس کرنا پڑے گا۔

ان چار طریقوں کے علاوہ کوئی پانچواں طریقہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہوگا۔

اور یہ تفویضِ طلاق پانچواں طریقہ ہے جو فقہاء کا ایجاد کردہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل ہے نہ صحابہ و تابعین کا کوئی اثر اس کی تائید میں ہے۔

ایک اور عجیب جسارت یا حیلہ

احناف شریعت کے دیے ہوئے اس حق خلع کو نہیں مانتے جو عورت کو مرد کے حق طلاق کے مقابلے میں دیا گیا ہے، جبکہ عورت کو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ اس لیے احناف نے اس کا متبادل حل ایک تو تفویض طلاق کی صورت میں ایجاد کیا جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ کی۔ اس کا ایک اور حل فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے جو عجیب بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اسلامی تعلیمات کے مقابلے میں شوخ چشمانہ جسارت بھی۔

اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو اس کا خاوند نہ چھوڑتا ہو اور وہ اس کے ہاتھ سے تنگ ہو تو وہ خاوند کے بیٹے سے زنا کروا لے، تاکہ وہ خاوند پر حرام ہو جائے کیونکہ فقہ حنفی میں حرام کاری سے بھی رشتۂ مصاہرت قائم ہو جاتا ہے۔ ❶

اس حیلے کی بھی ضرورت اسی لیے پیش آئی کہ قرآن و حدیث میں بیان کردہ حق خلع علمائے احناف کو تسلیم نہیں، ورنہ اس قسم کی صورتوں میں عورت عدالت سے خلع کے ذریعے سے ناپسندیدہ یا ظالم شوہر سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ هَدَاهُمُ اللّٰه تعالیٰ

ہمارے نزدیک یہ حیلہ بھی بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ حرام کام کے کرنے سے کوئی حلال حرام نہیں ہو سکتا۔ میاں بیوی کا تعلق حلال ہے، بیوی اگر خاوند کے بیٹے سے منہ کالا کروائے گی تو زنا کاری جیسے جرم کبیرہ کی مرتکب ہوگی لیکن اس سے وہ اپنے میاں کے لیے حرام نہیں ہوگی، حدیث رسول ﷺ ہے:

((لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ)) ❷

''حرام کام حلال کو حرام نہیں کرے گا۔''

اس لیے اَسلم و اَحوط راستہ عورت کے لیے حق خلع کا تسلیم کرنا ہے، اس حق شرعی کو ماننے کے بعد نہ تفویض طلاق کے کھکھیڑ میں پڑھنے کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ اپنے سوتیلے بیٹے سے منہ کالا کرانے کی۔ اس کے بغیر ہی عورت خاوند سے نجات حاصل کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ شریعت نے جب کئی معقول طریقے تجویز کیے ہیں تو ان کو چھوڑ کر اپنی خود ساختہ غیر معقول تجاویز پر اصرار کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟

❶ شرح بخاری، از مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ: 8/266، طبع مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔

❷ سنن ابن ماجه، حدیث: 2015۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلالۂ ملعونہ مروجہ کا جواز، قرآن سے؟

این چہ بو العجبی است

جوازِ حلالہ کے دلائل کا جائزہ

تفویض طلاق کے مسئلے میں جس طرح فقہائے احناف کا مسلک ایک طرح کی شریعت سازی کے مترادف ہے، جس کی ضروری تفصیل بیان ہو چکی ہے، اسی طرح انھوں نے مروجہ لعنتی حلالے کو بھی نہ صرف جائز بلکہ اسے باعث اجر وثواب قرار دے کر شریعت کے ایک نہایت اہم حکم کی پامالی کا راستہ کھولا ہوا ہے، یا بہ الفاظ دیگر تفویض طلاق کی طرح ایک اور شریعت سازی کر رکھی ہے۔

شریعت اسلامیہ میں جس عورت کو طلاق بتہ (الگ الگ تین موقعوں پر تین طلاقیں یا احناف کے نزدیک بیک وقت ہی تین طلاقیں) مل گئی ہوں، اس کے لیے حکم ہے کہ اس کے بعد وہ پہلے خاوند سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور اس کے پاس ہی آباد نہ رہے، پھر اگر اتفاق سے ان کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور وہ طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو عدت گزارنے کے بعد وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔

لیکن طلاق بتہ مل جانے کے بعد پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کرنا کہ کسی مرد سے شرط کر کے نکاح کر کے ایک دو راتیں اس کے پاس گزار کر طلاق حاصل کر لینا اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لینا، اس حیلے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے لعنتی فعل قرار دیا ہے اور حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ)) ❶

بلکہ ایک اور حدیث میں حلالہ کرنے والے شخص کے لیے ((اَلتَّيْسُ الْمُسْتَعَارُ)) ''کرائے کا سانڈ'' جیسے کریہہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ❷

قرآن یا حدیث میں کسی کام کے بارے میں اس قسم کے الفاظ کہ یہ باعث لعنت ہیں، یا رِجس (ناپاک) ہیں، یا شیطانی عمل ہیں وغیرہ تو ان سے مقصود ان کاموں کی حرمت و ممانعت ہوتی ہے جیسے شراب کو رِجس اور شیطانی عمل کہا گیا ہے، فضول خرچی کرنے والے کو شیاطین کا بھائی کہا، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ یہ افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ان کے مرتکبین ملعون ہیں۔ یہ کام اپنے لیے کیے جائیں یا کسی دوسرے کی خاطر۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ حرام کام اپنے لیے ممنوع ہو، وہ کسی دوسرے کی خاطر کرنے کی وجہ سے جائز ہوجائے۔ علاوہ ازیں حرام کام حسن نیت سے حلال نہیں ہوجائے گا، وہ حرام ہی رہے گا، الا یہ کہ کسی نص سے کوئی استثناء ثابت ہو۔

مروجہ حلالے کو بھی شریعت میں لعنت کا باعث قرار دیا گیا ہے اور اس کی بابت کسی قسم کا استثناء بھی ثابت نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا اقتضاء یہ ہے کہ ایسا مشروط نکاح حلالہ یا حلالے کی نیت سے کیا گیا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا بلکہ یہ زنا کاری شمار ہوگا اور اس زنا کاری سے وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

❶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بجا طور پر ان فرامین رسول ﷺ کا یہی مطلب سمجھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

❶ جامع الترمذي، باب ما جاء في المحل والمحلل له، حديث: 1120.

❷ سنن ابن ماجه، النكاح، باب المحلِّل والمحلَّل له، حديث: 1936.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((لَا أُوتِيَ بِمُحَلِّلٍ وَلَا بِمُحَلَّلَةٍ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا)) ❶

''میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس کے ساتھ حلالہ کیا گیا لائے جائیں گے تو میں دونوں کو سنگسار کر دوں گا، یعنی زنا کاری کی سزا دوں گا۔''

❷ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو مطلقہ عورت سے اس کے خاوند کے لیے اسے حلال کرنے کی نیت سے شادی کرتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((كِلَاهُمَا زَانٍ، وَإِنْ مَكَثَا كَذَا وَكَذَا، وَذَكَرَ عِشْرِينَ سَنَةً، أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ اللّٰهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُحِلَّهَا لَهُ.)) ❷

''دونوں (مرد و عورت) زانی ہیں، چاہے وہ اس نکاح میں 20 سال یا اس کے قریب عرصے تک بھی رہیں، جب کہ اللہ کے علم میں ہو کہ اس شخص کی نیت اس عورت کو اس کے خاوند کے لیے حلال کرنے کی ہے۔''

❸ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا: میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، پس اللہ نے اس کو پشیمانی میں ڈال دیا ہے اور اس نے شیطان کی پیروی کی ہے، اب اس کے لیے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔''

اس نے مزید پوچھا: اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو میری چچی سے اس کو میرے چچا کے لیے حلال کرنے کی نیت سے نکاح کر لے؟ آپ نے فرمایا:

((مَنْ يُخَادِعُ اللّٰهَ يَخْدَعْهُ)) ❸

---

❶ مصنف عبد الرزاق الصنعاني، باب التحليل: 6/ 265.

❷ مصنف عبد الرزاق الصنعاني: 6/ 269.

❸ السنن الكبرىٰ للبيهقي: 337/7، حديث: 15376، مصنف عبد الرزاق، حديث: 10779.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جو اللہ سے دھوکہ کرتا ہے، اللہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔''

4 حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کا گواہ بننے والے، اس کے لکھنے والے اور دیگر بعض ممنوع کام کرنے والوں اور حلالہ کرنے والے اور کروانے والے، ان سب کی بابت فرماتے ہیں:

((مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[1]

''یہ سب قیامت کے روز نبی ﷺ کی زبان مبارک کی رو سے ملعون ہوں گے۔''

فرمان رسول اور صحابہ کے موقف کے برعکس فقہائے احناف کا مسلک

رسول اللہ ﷺ کے واضح فرمان اور آثار صحابہ کی رو سے یہ لعنتی فعل (حلالہ) فقہائے احناف اور موجودہ علمائے احناف کے نزدیک نہ صرف جائز ہے بلکہ ان کے نزدیک (نعوذ باللہ) یہ باعث اجر کام ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اب تک تو ہم سنتے ہی آئے تھے کہ علمائے احناف حلالے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ موجودہ علمائے احناف میں ایک نہایت برسرآوردہ عالم مولانا تقی عثمانی صاحب ہیں جن کو ان کے عقیدت مندوں نے شیخ الاسلام کے لقب سے نوازا ہوا ہے، جن کا اس دور میں ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ ''میزان بینک'' کے نام سے جو بینک قائم ہوا ہے اس کو غیر سودی بینک قرار دے کر سودی طریقوں کو سند جواز مہیا کی ہے۔ گویا فقہی حیلوں کے ذریعے سے حرام کو حلال کرنے میں ان کو خصوصی مہارت حاصل ہے۔ اللہ کرے زور فقاہت اور زیادہ۔

اسی فقہی مہارت کے ذریعے سے انھوں نے حلالہ جیسے لعنتی فعل کے جواز میں سات دلائل مہیا کیے ہیں جو ان کے ''درس ترمذی'' نامی کتاب کی زینت ہیں۔

دلائل سبعہ کا تحقیقی جائزہ

ہم مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر ان دلائل سبعہ کا مختصراً جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم

[1] مصنف عبد الرزاق: 6/ 266.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترتیب وار ان پر گفتگو کریں گے۔ پہلے مولانا موصوف کی عبارت، پھر تبصرہ کے عنوان سے اس پر نقد ہوگا۔ وباللہ التوفیق

1 مولانا عثمانی صاحب حدیث: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ)) (ترمذی) کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی بنا پر نکاح بشرط التحلیل بالاتفاق ناجائز ہے۔ البتہ اگر عقد میں تحلیل کی شرط نہ لگائی گئی ہو لیکن دل میں یہ نیت ہو کہ کچھ دن اپنے پاس رکھ کر چھوڑ دوں گا تو حنفیہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے بلکہ امام ابوثور کا قول ہے کہ ایسا کرنے والا ماجور ہوگا۔'' (درس ترمذی)

احناف کی پہلی دلیل پر تبصرہ

حالانکہ مشہور حدیث ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ)) ''عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

علاوہ ازیں نیت کا تعلق صرف حلال کاموں سے ہے۔ حرام کام کرتے وقت نیت کتنی بھی اچھی ہو، وہ حلال نہیں ہوگا، نہ اس پر اجر ملے گا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایک حرام کام کرتے وقت زبان سے اس کو حلال کرنے کا اظہار نہ ہو لیکن اگر دل میں اس کو حلال سمجھتے ہوئے کرے گا تو نہ وہ حلال ہوگا اور نہ اس پر اجر ملے گا بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ڈبل جرم کا مرتکب سمجھا جائے۔ ایک حرام کام کو اختیار کرنے کا، دوسرا حرام کو حلال سمجھنے کا بلکہ ایک تیسرا جرم کسی دوسرے کے لیے حرام کو حلال کرنے کا۔ پھر یہ کون سا اصول ہے کہ زبان سے تو تحلیل کا نہ کہے لیکن دل میں تحلیل کی نیت کر لے تو وہ نہ صرف جائز بلکہ قابل اجر ہو جائے گا؟ اس فقہی حیلے کی رو سے تو ہر حرام کام حلال اور جائز قرار پا جائیں گے۔ مثلاً: ایک چور اس نیت سے چوری کرے، ایک ڈاکو اس نیت سے ڈاکہ ڈالے کہ میں اس رقم کو غریبوں پر خرچ کروں گا۔ اس طرح کوئی سود اور رشوت بھی غریبوں پر خرچ کرنے کی نیت سے لے تو کیا اچھی سی نیت کر لینے سے مذکورہ حرام کام نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر ہو جائیں گے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے کہ حسن نیت سے کوئی حرام کام بھی جائز ہو سکتا ہے تو پھر حلالہ جیسا حرام اور لعنتی فعل محض اس نیت سے کہ میرے اس حرام کام سے دوسرے شخص کا اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہو جائے گا اور ایک دوسرے بھائی کا بھلا ہو جائے گا۔ کیسے حلال اور جائز بلکہ ماجور کام قرار پائے گا؟

2 مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''امام احمد کے نزدیک یہ صورت بھی (بہ نیت تحلیل عارضی نکاح) ناجائز اور باطل ہے، وہ حدیث باب کے اطلاق سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں محلِّل پر مطلقاً لعنت کی گئی ہے اور تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم (احناف) یہ کہتے ہیں کہ تخصیص تو آپ نے بھی دی ہے وہ اس طرح کہ حدیث باب کے اطلاق کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر نکاح نہ بشرط التحلیل ہو اور نہ بنیۃ التحلیل ہو پھر بھی اگر زوج ثانی طلاق دے کر اس کو زوج اول کے لیے حلال کر دے تو بھی ناجائز ہے کیونکہ محلل کا لفظ اس پر بھی صادق آتا ہے حالانکہ ایسا شخص کسی کے نزدیک بھی ملعون نہیں۔'' (درس ترمذی)

دوسری دلیل پر تبصرہ

یہ ساری گفتگو محض اپنی بات کو جائز قرار دینے کے لیے ہے، نیز خلاف حقیقت ہے۔ یہ دعویٰ کہ ''ایسا شخص کسی کے نزدیک بھی ملعون نہیں'' یکسر غلط ہے۔ جب ایسا شخص زبان رسالت مآب ﷺ کی رو سے ملعون ہے تو اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ علاوہ ازیں کوئی اور اسے ملعون کہے یا نہ کہے، جب رسول اللہ ﷺ اسے ملعون قرار دے رہے ہیں تو اس کے بعد بھی اس کے ملعون ہونے کے لیے کسی ہما شما کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ کیا آپ ﷺ کا کسی کو ملعون قرار دینا اس کے ملعون ہونے کے لیے کافی نہیں ہے؟!

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے، یعنی یہ دونوں ملعون ہیں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اور بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت سے کام کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، یعنی وہ سب ملعون ہیں۔ جیسے:

■ ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوْكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کا گواہ بننے والے اور اس کے لکھنے والے پر۔''

■ ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ))[2]

''رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

■ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُوْلَةَ إِلَيْهِ))[3]

''اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے (ساقی) پر، اس کے بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، اس کے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے پر، اس کو اٹھا کر لے جانے والے اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اس پر۔''

■ ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ.))[4]

''رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔''

اور متعدد فیشنی عورتوں پر لعنت فرمائی:

---

[1] سنن أبي داؤد، حديث: 3333.
[2] سنن أبي داؤد، حديث: 3580.
[3] سنن أبي داؤد، حديث: 3674.
[4] سنن أبي داؤد، حديث: 4098.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ ، وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ))[1]

''اللہ تعالیٰ نے گودنے والی اور گودوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

کیا یہ اور دیگر بہت سے لعنتی کام اسی وقت لعنتی اور ان کے کرنے والے اسی وقت ملعون ہوں گے جب ان کو کوئی خود ساختہ امام انھیں ملعون قرار دے گا؟ کیا نبی ﷺ کا ان کو ملعون قرار دینا کافی نہیں ہوگا؟!

کیا نبی ﷺ کے مذکورہ کاموں اور ان کے مرتکبین کو ملعون قرار دینے کے بعد کسی فقہی حیلے سے ان کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟

اگر ان میں سے کوئی ملعون کام حلال نہیں ہو سکتا تو حلالہ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟!

حلالۂ ملعونہ کو کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ اس کو ملعون کے بجائے ماجور (قابل اجر) مان لیا جائے؟

آخر دوسرے ملعون کام اور حلالۂ ملعونہ میں کیا فرق ہے جس کی بنیاد پر ایک تو حلال ہو جائے اور دوسرے حرام کے حرام ہی رہیں؟

﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾ (البقرة 2:111)

3 مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''پھر نکاح بشرط التحلیل امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک محقق ہی نہیں ہوتا اور نہ اس سے عورت زوج اول کے لیے حلال ہوتی ہے جبکہ ہمارے (احناف) کے نزدیک ایسا کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کا ارتکاب کر لے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور عورت زوج اول کے لیے حلال ہو جائے گی۔'' (درس ترمذی)

تیسری دلیل پر تبصرہ

یہ منطق بھی ناقابل فہم ہے کہ حلالہ اگرچہ حرام ہے لیکن اس کے ارتکاب سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حرام کام بوقت ضرورت کرنے جائز ہیں اور اس

[1] سنن أبي داؤد، حديث : 4169.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ارتکاب سے وہ سارے مقاصد بھی حاصل ہو جائیں گے جو حلال کام کے ذریعے سے حاصل ہوتے ہیں۔ پھر حلال، حرام کے درمیان کوئی فرق نہ رہا۔ ایک شخص کسی کا مال حرام طریقے (چوری، ڈاکے، غصب وغیرہ) سے حاصل کر لے، تو یہ فعل تو حرام ہے لیکن کیا یہ حاصل شدہ مال اسی طرح جائز ہے، جس طرح حلال طریقے سے حاصل کردہ مال ہوتا ہے اور اس غاصب، چور اور ڈاکو کے لیے اس مال کا استعمال بالکل حلال طریقے سے حاصل کردہ مال ہی کی طرح جائز ہوگا؟

اسی طرح اگر ایک کام حرام ہونے کے باوجود جائز ہوسکتا ہے تو پھر شیعوں کا نکاح متعہ بھی حلال ہونا چاہیے، اس کو حرام اور ناجائز کیوں کہا جاتا ہے؟ یا پھر ان دونوں حرام کاموں کے درمیان فرق بتلایا جائے کہ نکاح حلالہ حرام ہونے کے باوجود اس لیے حلال ہے بلکہ باعث اجر ہے اور نکاح متعہ اس لیے حلال نہیں۔ اس فرق کی وضاحت کے بغیر ایک حرام کو حلال اور دوسرے حرام کو حرام ہی کیوں کر سمجھا جا سکتا ہے؟

4 مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''ان حضرات کا استدلال حدیث باب ((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ)) سے ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں نَهْی عَنِ التَّحْلِیْل ہے، نفیِ نکاح نہیں ہے اور نَهْی ''عَنِ الْأَفْعَالِ الشَّرْعِیَّةِ'' اصل فعل کی مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے۔ کما تقرر فی أصول الفقه''

(درس ترمذی)

چوتھی دلیل پر تبصرہ

مولانا موصوف نے اس پیرے کا مطلب غالباً یہ لیا ہے کہ نکاح حلالہ کو ملعون قرار دے کر نکاح حلالہ سے روکنا مقصود ہے لیکن اس نہی (روکنے) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نکاح حلالہ منعقد ہی نہیں ہوگا کیونکہ نہی (ممانعت) اصل فعل کی مشروعیت کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے جن کاموں پر لعنت فرمائی ہے (جن کے متعلق چند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث پہلے بیان ہوئی ہیں) ان سے اصل مقصود تو نہی (روکنا) ہی ہے لیکن اصول فقہ کی رو سے یہ نہی (روکنا) بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایسے تمام افعال شرعیہ (جن سے روکا گیا ہے) اس فعل کی اصل مشروع (جائز) ہے۔ یعنی شراب کا بنانا، پینا، بیچنا، سود کا کھانا، رشوت کھانا، رشوت کا لینا دینا وغیرہ وغیرہ، ان کو ملعون قرار دینے سے مقصود تو یقیناً نہی (روکنا) ہے لیکن اصل میں یہ سب مشروع (جائز) کام ہیں اس لیے یہ سب کام اصل کے اعتبار سے جائز ہوں گے۔ اگر کوئی ان کا ارتکاب کرے گا تو اس کے لیے ان کا جواز ہوگا اور وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

ہمیں اصول فقہ میں مہارت کا دعویٰ تو نہیں لیکن موصوف کی ظاہری عبارت کا مفہوم ہماری سمجھ میں یہی آیا ہے۔ اس کی تائید اس بات سے ہو رہی ہے کہ جس سیاق میں اس خودساختہ اصول کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نکاح حلالہ کا جواز مہیا کرنا ہے جبکہ خود موصوف کو بھی یہ تسلیم ہے کہ شریعت میں اس کی بابت نہی (ممانعت) بصورت لعنت وارد ہے، اس کے باوجود وہ ایک خانہ ساز فقہی اصول کے حوالے سے اسے اصل کے اعتبار سے مشروع (جائز) قرار دے رہے ہیں۔ بنابریں ہم نے جو سمجھا ہے وہ یقیناً صحیح ہے۔

اس اعتبار سے یہ فقہی اصول بھی ان خودساختہ اصولوں میں سے ایک ہے جو نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہے اور نہ صاحبین (قاضی ابو یوسف اور امام محمد) سے، بلکہ جب تقلیدی جمود میں شدت آئی تو خودساختہ فقہی مسائل سے متصادم صحیح احادیث کو ٹھکرانے کے لیے یہ اصول وضع کیے گئے۔ ان اصولوں کے ذریعے سے ہر صحیح حدیث کو، جسے احادیث کے نقد و تحقیق کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں رد نہیں کیا جا سکتا، اسے ان وضعی اصولوں میں سے کسی ایک اصول کا سہارا لے کر ٹھکرا دیا جاتا ہے، جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔

ان خانہ ساز اصولوں کی درانتی سے کام لینے والوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس سے ہمارے فقہی جزیئے کا جواز تو مہیا ہو جائے گا لیکن اس کی زد شریعت کے کتنے ہی حرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاموں پر پڑے گی اور اس ایک فقہی مسئلے کے اثبات سے کتنے ہی حرام کاموں کا جواز ثابت ہو جائے گا۔ ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

5 مولانا عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''شافعیہ کے مسلک (کہ حلالہ حرام ہے) پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما، فَسَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَهَا أَخٌ لَّهُ، مِنْ غَيْرِ مُؤَامَرَةٍ مِّنْهُ، لِيُحِلَّهَا لِأَخِيهِ، هَلْ تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا نِكَاحَ رَغْبَةٍ، كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا سِفَاحًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ))[1]

اس روایت کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے بھی اس پر سکوت کیا ہے۔

اس استدلال کا کوئی جواب احقر کی نظر سے نہیں گزرا، البتہ اس کا یہ جواب سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ میں مطلق نکاح کا ذکر ہے، خواہ شرط تحلیل کے ساتھ ہو یا بغیر شرط تحلیل کے۔ اس پر خبر واحد سے زیادتی نہیں کی جا سکتی۔'' (درس ترمذی)

پانچویں دلیل پر تبصرہ

مولانا موصوف کے اس مفصل پیرے پر تبصرہ سے پہلے اس حدیث کا ترجمہ ملاحظہ فرما لیں جس کا ترجمہ انھوں نے نہیں کیا، نیز روایت کی صحت مان لینے اور اس کا کوئی جواب نہ ہونے

[1] المستدرك على الصحيحين: 2806.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے اعتراف کے باوجود ایک خود ساختہ اصول کی آڑ لے کر اس صحیح حدیث کو رد کر دیا ہے۔

ترجمۂ حدیث

''ایک شخص سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس نے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کے بھائی نے اپنے بھائی سے مشورہ کیے بغیر اس کی بیوی (اپنی بھابھی) سے اس نیت سے شادی کر لی تاکہ وہ بھائی کے لیے اپنی (مطلقۂ ثلاثہ) بیوی سے (دوبارہ) نکاح کرنے کو جائز کر دے (بنیۃ التحلیل عارضی نکاح کی بابت پوچھا جس کو احناف جائز کہتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور) کیا اس طرح وہ زوج اول کے لیے حلال ہو جائے گی؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ نکاح نہیں ہے۔ نکاح وہ ہے جو (بغیر شرط تحلیل اور بغیر نیت تحلیل کے) اپنی رغبت سے کیا جائے (گویا یہ زنا ہے) ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسے نکاح کو زنا سمجھتے تھے۔''

کتنی واضح حدیث ہے اور اس کے ساتھ (مولانا کا) یہ اعتراف بھی ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کا کوئی جواب بھی آج تک کسی حنفی عالم نے نہیں دیا ہے۔ (سبحان اللہ، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔)

اس صحیح اور لاجواب حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ نکاح حلالہ چاہے شرط کے ساتھ نہ بھی ہو لیکن نیت حلالے کی ہو تو وہ حرام اور زنا کاری ہے۔ زنا کاری کے ذریعے سے ایسی عورت پہلے خاوند کے لیے کس طرح حلال ہو جائے گی؟ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پہلے میاں بیوی حلالۂ ملعونہ کے بعد دوبارہ آپس میں بظاہر ازدواجی تعلق قائم کریں گے تو یہ جائز ملاپ نہیں ہوگا بلکہ وہ زانیوں کا ملاپ ہوگا اور ساری عمر زنا کاری کے مرتکب ہوں گے۔

قرآنی آیت سے استدلال کی حقیقت

اب ہم آتے ہیں قرآن کریم کی آیت: ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ کی طرف جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے انھوں نے اس صحیح حدیث کو جس سے اس آیت کی تخصیص بھی ہوتی ہے اور صحیح مفہوم کی وضاحت بھی، اپنے ایک خود ساختہ اصول کے حوالے سے ٹھکرا دیا ہے اور وہ حدیث ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ.))

قرآن کریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کے بعد اب خاوند اپنی مطلقہ بیوی سے نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح ہی کے ذریعے سے ان کے درمیان تعلق بحال ہو سکتا ہے جب کہ پہلی اور دوسری طلاق میں دونوں راستے کھلے ہوتے ہیں۔ عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے اور عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد یہ دونوں ہی راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اب ان کے درمیان دوبارہ نکاح کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ مطلقہ کسی اور شخص سے نکاح کرے، پھر اتفاق سے ان کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور وہ طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے تو طلاق یا وفات کی عدت گزارنے کے بعد وہ زوج اول سے نکاح کر سکتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین حلالے کا یہی واحد مشروع طریقہ بیان کرتے ہیں، کسی بھی مفسر نے یہ جرأت نہیں کی کہ اس آیت کے عموم سے حلالہ ملعونہ کا بھی جواز ثابت کرے جس سے نکاح متعہ بھی از خود جائز قرار پا جائے۔

ماضی قریب کے چند حنفی مفسرین کے حوالے ملاحظہ فرمائیں جن سب کا خصوصی تعلق دار العلوم دیوبند ہی سے ہے جو پاک و ہند کے علمائے احناف کی مسلمہ مادر علمی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم لکھتے ہیں:

> ”پھر اگر (دو طلاقوں کے بعد) کوئی (تیسری) طلاق بھی دے دے عورت کو تو پھر وہ (عورت) اس (تیسری طلاق دینے والے) کے لیے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس (خاوند) کے سوا اور خاوند کے ساتھ (عدت کے بعد) نکاح کرے (اور اس سے ہم بستری بھی ہو) پھر اگر یہ (دوسرا خاوند)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس (عورت) کو طلاق دے دے (اور عدت بھی گزر جائے) تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ (دوبارہ نکاح کر کے) بدستور پھر مل جاویں....."

آیت کے اس تفسیری ترجمے کے بعد مولانا تھانوی فرماتے ہیں:

ف: اس کو حلالہ کہتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بی بی کو تین طلاق دے گا پھر دوبارہ اس کا نکاح کرنے کے لیے یہی حلالے کا طریق شرط ہے....."[1]

مولانا تھانوی نے "بہشتی زیور" میں بھی یہ مسئلہ بیان کیا ہے، لیکن اس میں تقلیدی جمود کو چھوڑا اور حلالے والے نکاح کو حرام اور باعث لعنت قرار دینے کے باوجود نکاح کا جواز تسلیم کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت کر کے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا کچھ اعتبار نہیں، اس کو اختیار ہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب چاہے چھوڑے اور یہ اقرار کر کے نکاح کرنا بہت گناہ اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے لیکن نکاح ہو جاتا ہے۔"[2]

مولانا تقی عثمانی صاحب کے والد مفتی محمد شفیع مرحوم اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"یعنی اگر اس شخص نے تیسری طلاق بھی دے ڈالی (جو شرعاً پسندیدہ نہ تھی) تو اب نکاح کا معاملہ بالکلیہ ختم ہو گیا۔ اس کو رجعت کرنے کا کوئی اختیار نہ رہا اور چونکہ اس نے شرعی حدود سے تجاوز کیا کہ بلاوجہ تیسری طلاق دے دی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اب اگر یہ دونوں راضی ہو کر پھر آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی نہیں کر سکتے، اب ان کے آپس میں دوبارہ نکاح کے لیے شرط یہ ہے کہ یہ عورت (عدت طلاق پوری کر کے) کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور حقوق

---

[1] تفسیر بیان القرآن، ص: 75، مطبوعہ تاج کمپنی۔

[2] بہشتی زیور، حصہ چہارم، ص 239، طبع مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زوجیت ادا کر کے دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، پھر اگر اتفاق سے وہ دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے (یا مر جائے) تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہوسکتا ہے۔ آیت کے آخری جملے ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا﴾ کا یہی مطلب ہے۔''[1]

یعنی والد مرحوم نے اللہ کی منشا یہ سمجھی کہ تیسری طلاق دینے والے کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریق حلالہ کے بغیر اب یہ دونوں میاں بیوی باہمی رضامندی کے باوجود بھی دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے لیکن صاحبزادہ گرامی قدر فرماتے ہیں کہ تیسری طلاق بھی دے دی ہے تو کوئی فکر والی بات نہیں ہے ایک دو راتوں کے لیے کسی سے عارضی نکاح کر دیا جائے، پھر اس سے طلاق لے کر (عدت گزارنے کے بعد) دونوں میاں بیوی دوبارہ نکاح کر لیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ یہ تیسری طلاق دینے والے کو ایک مخصوص سزا دے کر طلاق دینے کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتا ہے تاکہ گھر برباد نہ ہوں اور بچے والدین کی شفقت اور نگرانی سے محروم نہ ہوں لیکن حلالہ ملعونہ کو حلال ثابت کرنے والے یا بقول علامہ اقبال: قرآن کو بدلنے (اللہ کی منشا کو ختم کرنے) والے فقیہان حرم طلاق کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں اور وہ بھی کس وجہ سے؟ کیا ان کے پاس اپنے موقف کی کوئی نقلی دلیل ہے؟ نہیں یقیناً نہیں۔ کوئی عقلی دلیل ہے؟ نہیں وہ بھی یقیناً نہیں ہے۔ سوائے اس تقلیدی جمود کے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جو اہل تقلید کا ہر دور میں شعار رہا ہے اور علم و تحقیق کے اس دور میں بھی وہ اپنی اسی روش پر مصر ہیں اور دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی واضح نصوص کے مقابلے میں اس تقلیدی جمود کو یہ علمائے مقلدین خود بھی یکسر ناجائز، حرام اور کفر کے قریب طرز عمل قرار دیتے ہیں۔ جس کو ہماری اس بات میں شبہ ہو، وہ ''تذکرۃ الرشید'' میں مولانا اشرف علی تھانوی کا وہ مکتوب پڑھ لیں جو مقلدین کے اسی طرز عمل کی بابت انھوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو تحریر

[1] تفسیر ''معارف القرآن'': 1/ 558، 859/ 1983ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تھا اور ان کے فتاویٰ امدادیہ میں بھی اس کی صدائے بازگشت سنی جا سکتی ہے۔ اسی قسم کی رائے کا اظہار مولانا محمود الحسن مرحوم نے ''ایضاح الادلہ'' میں کیا ہے اور خود مولانا تقی عثمانی صاحب نے اپنی تالیف ''تقلید کی شرعی حیثیت'' میں بھی کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی متعدد کتابوں (حجة اللّٰه البالغة، عقد الجيد، الانصاف اور التفهيمات وغیرہ) میں اس طرز عمل کا شکوہ اور اپنے دکھ کا اظہار کیا ہے۔

طوالت سے بچنے کے لیے ہم نے صرف حوالوں پر اکتفا کیا ہے، تاہم ہم یہاں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا صرف ایک اقتباس پیش کر کے آگے چلتے ہیں، کیونکہ یہ بات تو درمیان میں ضمناً نوک قلم پر آ گئی۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''اگر تم اس امت میں یہود کا نمونہ دیکھنا چاہو تو ان علمائے سوء کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب اور اپنے اسلاف کی تقلید کے خوگر اور کتاب وسنت سے روگردانی کرنے والے ہیں اور جو عالموں کے تعمق اور تشدد یا ان کے بے اصل استنباط کو سند ٹھہرا کر معصوم شارع کے کلام سے بے پروا ہو گئے ہیں اور موضوع حدیثوں اور فاسد تاویلوں کو اپنا مقتدا بنا رکھا ہے۔''[1]

مولانا عبد الماجد دریا آبادی مرحوم بھی حنفیت کے تقلیدی جمود سے باہر نہ نکل سکے اور اس لعنتی فعل کے ذریعے سے جواز نکاح کے قائل رہے، تاہم اس آیت کی وضاحت میں ان کا تفسیری نوٹ نہایت گراں قدر ہے، فرماتے ہیں:

''اس شرط کے ساتھ نئے شوہر کا کسی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنا کہ بعد صحبت طلاق دے دی جائے گی تاکہ وہ اپنے شوہر اول کے لیے جائز ہو جائے، حلالہ کہلاتا ہے۔ حدیث میں محلل یعنی وہ دوسرا شوہر جو نکاح جیسے اہم اور مقدس معاہدے کو پہلے شوہر کی خاطر ایک کھیل اور تفریح کی چیز بنائے دیتا ہے اور

[1] الفوز الكبير، اردو ترجمہ، ص: 17، ندوة المصنفين دهلي.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محلَّل لہ یعنی وہ پہلا شوہر جس کی خاطر معاہدہ نکاح کی اہمیت، سنجیدگی و تقدیس خاک میں ملائی جارہی ہے، ان دونوں پر لعنت آئی ہے۔''[1]

لیکن ہم ان حنفی علماء سے پوچھتے ہیں کہ محلِّل اور محلل لہٗ کو تو آپ مستحق لعنت سمجھ رہے ہیں لیکن جن فقہاء نے اس کو سند جواز دے کر نکاح جیسے سنجیدہ اور مقدس معاہدے کو ایک کھیل اور تفریح کی چیز اور معاہدۂ نکاح کی اہمیت، سنجیدگی و تقدیس کو خاک میں ملایا ہے اور آج بھی ان کی تقلید میں آپ لوگ دین کو کھلونا بنائے ہوئے ہیں، کیا آپ اسلام کی صحیح وکالت، قرآن کی صحیح وضاحت اور شریعت کی صحیح تعبیر کر رہے ہیں؟ اور اگر محلِّل اور محلَّل لہٗ ملعون ہیں تو اس لعنتی فعل کو جواز کی سند مہیا کرنے والے کیا ہیں؟

بہرحال بات ہو رہی تھی مذکورہ آیت کی بابت اردو مفسرین کے توضیحی نوٹس کی، اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ خود مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی ''آسان ترجمۂ قرآن'' کے نام سے ایک مختصر تفسیر لکھی ہے۔ موصوف اس میں ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پہلی اور دوسری طلاق میں عدت کے اندر رجوع اور عدت گزر جانے کے بعد میاں بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اور پھر آیت:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ﴾

(البقرۃ 2:230)

''اگر وہ تیسری طلاق بھی دے دے تو.....'' کے تحت لکھتے ہیں:

''تین طلاقوں کے بعد دونوں راستے بند ہو جاتے ہیں اور تعلقات کی بحالی کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔''[2]

اب اس آیت کے عموم سے اگر بہ نیت تحلیل نکاح کا جواز نکلتا ہے جیسا کہ انھوں نے ''درس ترمذی'' میں یہ استدلال پیش کر کے اس سے یہ جواز ثابت کیا ہے تو پھر ''آسان ترجمۂ

[1] تفسیر ماجدی: 1/ 92، مطبوعہ تاج کمپنی.

[2] آسان ترجمۂ قرآن، ص: 143، 144.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن'' میں یہ کہنا کہ ''تینوں طلاقوں کے بعد تعلقات کی بحالی کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔'' کس طرح درست ہے؟ اگر قرآن کی آیت کی وہ تفسیر صحیح ہے جو انھوں نے اپنی تفسیر میں کی ہے تو ''درس ترمذی'' میں بیان کردہ استدلال اور اس سے ایک تیسرا راستہ نکالنا غلط ہے اور اگر ''درس ترمذی'' والی بات صحیح ہے تو پھر تفسیر والی بات غلط ہے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب سے سوال

اس کی وضاحت وہ خود ہی فرمائیں گے کہ ان میں سے کون سی بات درست اور کون سا استدلال صحیح ہے؟ قرآن کریم کی بیان کردہ وضاحت جس کی صحیح تفسیر کرنے کی توفیق اللہ نے آپ کو دی یا ''درس ترمذی'' کا وہ استدلال جو آپ نے خانہ ساز اصول کی آڑ لے کر تقلیدی جمود میں پیش کیا؟ اور جس سے تین طلاقوں کے بعد بھی ایک نہایت آسان راستہ تعلقات کی بحالی کا کھل جاتا ہے جو قرآن کریم کی رو سے نہیں کھلتا۔ اس نہایت آسان راستے میں البتہ یہ ضرور ہے کہ انسان کو بے غیرت اور لعنت الٰہی کا مورد بننا پڑتا ہے لیکن اس کا یہ فائدہ ضرور ہے کہ تقلید کا طوق زرّیں محفوظ رہتا ہے۔

علمائے احناف سے بھی چند سوال

1. علمائے احناف بھی اس کی وضاحت فرمائیں کہ بے غیرتی اور لعنت الٰہی والا راستہ پسندیدہ ہے یا تقلیدی جمود کا راستہ جس میں قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ سے گریز کیے بغیر آدمی نہیں چل سکتا؟
2. یہ بھی وضاحت فرمائی جائے کہ اسلام بے غیرتی والا دین ہے یا غیرت والا؟ اسلام نے کسی بھی مرحلے میں بے غیرتی کی تعلیم دی ہے؟
3. نیز کیا اسلام میں ایک شخص کے جرم کی سزا کسی دوسرے شخص کو دی جا سکتی ہے؟ تیسری طلاق دینے کا جرم تو مرد (خاوند) کرتا ہے لیکن آپ حضرات اس کی سزا عورت (بیوی) کو دیتے ہیں کہ ایک دو راتوں کے لیے اسے کرائے کے سانڈ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کیا اسلام میں اس بے انصافی کی اجازت ہے؟ اور کیا یہ قرآن کریم کی آیت: ﴿وَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ (الأنعام 164:6) کے خلاف نہیں ہے؟

4 اور کیا یہ فتویٰ حلالہ خلاف عقل نہیں ہے؟ تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ جرم کی سزا مجرم کو دی جائے اور آپ حضرات اس کی سزا اس کو دیتے ہیں جو سراسر بے قصور ہے۔ البتہ ایک غیرت مند شوہر کی چند راتیں اس کرب میں ضرور گزرتی ہیں کہ اس کی مطلقہ بیوی کو کب کرائے کے سانڈ سے آزادی ملتی ہے اور وہ ''باعزت'' اس کے پاس واپس آتی ہے؟

عموم قرآن کی تخصیص میں، حدیث رسول سے گریز کے نقصانات

بہرحال بات ہو رہی تھی، قرآن کریم کے الفاظ: ﴿حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (البقرة 230:2) کی کہ حدیث رسول ﷺ ((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ)) نے اس نکاح کو خاص کر دیا ہے اس نکاح کے ساتھ جو آباد رہنے کی نیت سے کیا جائے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں نکاح کا صرف یہی طریقہ رکھا گیا ہے۔ عارضی نکاح، چاہے وہ متعہ کی صورت میں ہو، حلالہ مروجہ کی صورت میں ہو یا اب بعض متجددین نے ایک تیسرا طریقہ گھڑا ہے کہ کسی ملک میں تعلیم کے دوران میں کسی مقیم عورت سے عارضی طور پر چند مہینوں یا چند سالوں کے لیے نکاح کر لیا جائے۔ یہ سارے ممنوع اور یکسر حرام ہیں۔ اسلام میں نکاح صرف وہی ہے جو ہمیشہ آباد رہنے کی نیت سے کیا جائے اور مذکورہ تینوں صورتوں میں یہ نیت نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے برعکس سب میں اغراض فاسدہ کی کارفرمائی ہے۔ اسلام اغراض فاسدہ کی خاطر نکاح جیسے اہم فریضے کی تقدیس کو خاک میں ملانے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟ اس لیے عارضی نکاح کی مذکورہ تینوں صورتیں اسلام میں حرام ہیں اور ان کا ارتکاب کرنے والے ملعون ہیں اور اسی میں فراہی گروہ کی وہ چوتھی صورت بھی آجاتی ہے جو شریعت کے تجویز کردہ حلالے میں ہم بستری کو مولانا تقی عثمانی صاحب کی طرح عموم قرآن کے خلاف قرار دیتا ہے۔ اس گمراہی کی بنیاد بھی حدیث رسول سے گریز ہی ہے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ (تنکح) کے عموم کو ہم حدیث (خبر واحد) سے مخصوص نہیں کر سکتے، یہ قرآن کریم پر زیادتی ہے اور فراہی گروہ بھی کہتا ہے کہ ہم بستری کی شرط عموم قرآن کے خلاف اور قرآن پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادتی ہے۔

گویا حدیث رسول سے قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح اور اس کے عموم کی تخصیص، قرآن پر زیادتی ہے۔ نعوذ باللّٰہ من ذلك۔ حدیث رسول کی ایسی بے توقیری اور بے حیثیتی سے ہزار بار پناہ۔

محترم! اول تو یہ باتیں منکرین حدیث کی ہیں جو حدیث کو حجت نہیں مانتے۔ اگر آپ بھی صرف انھی حدیثوں کو مانتے ہیں جو خود ساختہ فقہ کے مطابق ہیں اور جو فقہ میں بیان کردہ مسائل کے خلاف ہیں وہ (نعوذ باللہ) قرآن پر زیادتی ہیں اور مردود ہیں تو منکرین حدیث بھی تو ان حدیثوں کو مانتے ہیں جو ان کی عقولِ حیلہ ساز کے مطابق ہیں (بالکلیہ حدیث کے منکر تو وہ بھی نہیں)، تاہم ان حدیثوں کو وہ بھی قرآن پر زیادتی قرار دے کر رد کر دیتے ہیں جو ان کے خود ساختہ ''نظام ربوبیت'' کے خلاف ہیں اور تکنیک وہ بھی یہی اختیار کرتے ہیں کہ قرآن کے عموم کی تخصیص حدیث رسول سے نہیں ہو سکتی۔

جیسے رجم (سنگساری) کا مسئلہ ہے، منکرین حدیث کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (النور 2:24)

''زانی مرد اور زانی عورت، ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔''

عام ہے جس میں کنوارے اور شادی شدہ دونوں شامل ہیں اس لیے دونوں کی سزا ایک ہی ہے، سو کوڑے۔ (فراہی گروہ بھی یہی کہتا ہے جس کا ایک اور نام غامدی گروپ بھی ہے۔)

قرآن کے اس عام حکم کی بابت یہ کہنا کہ حدیث رسول کی رو سے یہ سزا صرف غیر شادی شدہ مرد و عورت کے لیے ہے اور حدیث نے اسے صرف کنواروں کے لیے خاص کر دیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے شادی شدہ زانیوں کو رجم کی سزا عملاً دی بھی ہے اور اپنے فرمان کے ذریعے سے شادی شدہ زانیوں کے لیے یہی سزا بیان بھی فرمائی ہے لیکن منکرین حدیث اور فراہی گروہ کا پرنالہ وہیں کا وہیں ہے اور ان کا راگ یہی ہے کہ سزائے رجم کا اثبات قرآن کے عموم کے خلاف اور قرآن پر زیادتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بتلایئے! منکرین حدیث (قدیم و جدید) میں اور اہل فقہ میں فرق کیا ہے؟ قرآن کریم کی تفسیر اور حدیث کی حجیت میں دونوں کا طرز استدلال اور طرز عمل ایک ہے۔ فرق کہاں ہے؟

2 یہ کہنا کہ ہم ''خبر واحد'' سے عموم قرآن کی تخصیص کے قائل نہیں اور صرف اسے ہی قرآن پر زیادتی قرار دیتے ہیں۔

تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو یہ ''دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے'' والی بات ہے، یعنی اپنے دل کو مطمئن کرنے یا دل کو دھوکہ دینے والی بات ہے کہ ہم حدیث کا انکار نہیں کر رہے ہیں، حدیث آحاد کا انکار کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حدیث آحاد سے قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں ہوسکتی، یہ اصول کس نے بنایا یا بتلایا ہے؟ کیا اللہ نے نازل کیا ہے کہ میرا قرآن بہت مقدس ہے، اس کے عموم کی تخصیص حدیث آحاد سے نہیں کرنا، یہ میرے مقدس کلام کی توہین یا اس پر زیادتی ہے؟ یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بتایا ہے جن کی تقلید کا دم آپ بھرتے ہیں کہ میرا قول خبر واحد (حدیث رسول) سے زیادہ اہم ہے، اس لیے جب خبر واحد سے اس کا ٹکراؤ ہو تو میرا قول اس پر مقدم ہے، اسی لیے آپ مسئلہ زیر بحث میں رسول اللہ ﷺ کے ثابت شدہ صحیح فرمان کو خبر واحد کہہ کر ٹھکرا رہے ہیں، محض اس لیے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلالۂ ملعونہ کے ذریعے سے نکاح اگرچہ مکروہ ہے لیکن ہو جاتا ہے۔ تو کیا یہ اصول امام صاحب یا ان کے تلامذہ صاحبین کا بنایا ہوا ہے؟

آخر یہ اصول کس نے بنایا ہے جو منکرین حدیث کی فکر سے ہم آہنگ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے مجرمانہ حد تک بے اعتنائی کا مظہر ہے؟

پھر یہ ''اصول'' اگر اتنا ہی مقدس ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو فقہ کے بہت سے مسائل بھی اس سے ٹکراتے ہیں تو وہاں اس اصول کو کیوں استعمال نہیں کیا جاتا اور اس سے متضاد فقہ کے مسائل کو کیوں رد نہیں کیا جاتا؟

جیسے فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ حق مہر دس درہم سے کم مقرر کرنا جائز نہیں ہے، حالانکہ قرآن کے عموم سے حق مہر کی کمی بیشی جائز ہے اور احادیث میں تو بڑی صراحت سے اس کے ثبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود ہیں۔ کیا کم از کم دس درہم حق ہر مقرر کرنے کو لازم قرار دینا، قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں ہے؟

عموم قرآن کی اس تخصیص کے لیے علمائے احناف کے پاس کون سی متواتر حدیث ہے؟ بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس فقہی مسئلے کے اثبات کے لیے، جو قرآن و حدیث کے خلاف ہے، علمائے احناف کے پاس متواتر حدیث تو کجا کوئی صحیح خبر واحد بھی نہیں ہے۔ یہ فقہی مسئلہ سراسر ضعیف حدیث پر مبنی ہے جبکہ صحیح ترین احادیث کی رو سے کم سے کم مہر حتی کہ (بیوی کو) قرآن کی تعلیم یا (کسی مرد کے) قبول اسلام کو بھی حق مہر مقرر کیا جا سکتا ہے۔

کیا مشق ناز کے لیے احادیث رسول ہی رہ گئی ہیں؟ کیا فقہ کے بے سروپا مسائل، احادیث رسول سے ثابت شدہ مسائل کے مقابلے میں زیادہ اہم ہیں کہ ان کو تو صحیح احادیث کے باوجود خبر آحاد کہہ کر نہایت آسانی سے رد کر دیا جاتا ہے، لیکن فقہی مسئلہ بے دلیل ہونے اور عموم قرآن کے خلاف ہونے کے باوجود محترم اور مقدس ہے۔ یہ حدیث رسول کو ماننا ہے یا فقہ کو ماننا ہے؟ قرآن کو ماننا ہے یا تقلیدی جمود کا مظاہرہ ہے؟

یہ تو بات واضح کرنے کے لیے ایک مثال دی ہے ورنہ فقہ حنفی کے متعدد مسائل ہیں جو عموم قرآن کی تخصیص پر مبنی ہیں اور ان کے لیے ان کے پاس متواتر احادیث تو کجا سرے سے کوئی خبر واحد بھی نہیں ہے جیسے نصاب سرقہ کا مسئلہ ہے، نبیذ تمر سے وضو کرنے کا مسئلہ وغیرہ۔ ان کے اثبات کے لیے ان کے پاس کون سی معقول دلیل ہے اور کس بنیاد پر انھوں نے قرآن کے عموم کی تخصیص کر کے قرآن پر زیادتی کی ہے؟

خبر واحد کی حجیت سے انکار صرف انھی مسائل میں کیوں جو فقہ کے خلاف ہیں اور جو مسائل فقہ حنفی میں ہیں اور وہ عموم قرآن کے خلاف ہیں ان کی خبر واحد حجت کیوں ہے؟ بلکہ وہاں تو ضعیف حدیث بھی جو سرے سے دلیل ہی نہیں ہے وہ بھی حجت ہے۔ حدیثی مسائل اور فقہی مسائل کے اثبات میں یہ دوعملی بلکہ ایک کے ساتھ معاندانہ اور دوسرے کے ساتھ مفاہمانہ طرز عمل کیوں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے کیا یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کو اصل محبت تو خود ساختہ فقہ اور اس کے مسائل سے ہے اور قرآن و حدیث کے ساتھ آپ کا معاملہ صرف واجبی سا ہے بلکہ ان کا استعمال اور اس سے استدلال ایک خصوصی غرض (فقہی مسائل کے اثبات) کی وجہ سے ہے، جہاں یہ غرض پوری ہوتی ہے، وہاں خبر واحد تو کیا ضعیف و منقطع حتی کہ موضوع روایات بھی قابل قبول، بصورت دیگر صحیح ترین احادیث بھی وضعی اور خود ساختہ اصولوں کی سان پر چڑھا کر مردود قرار دے دی جاتی ہیں۔ چہ خوب

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

3 پھر قرآن کے عموم سے اگر حلالۂ ملعونہ کے ذریعے سے نکاح کا جواز ثابت ہے تو پھر شیعوں کا نکاح متعہ بھی جائز ہونا چاہیے، کیونکہ قرآن کے عموم سے آپ اس کو کس طرح خارج کریں گے؟ حدیث کے ذریعے سے تو یقیناً نکاح متعہ خارج ہوسکتا ہے، حرام قرار پا سکتا ہے، کیونکہ حدیث قرآن کی مخصص ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ حدیث متواتر ہے یا خبر واحد، صرف اس کا صحیح ہونا شرط ہے لیکن اگر حدیث کو عموم قرآن کا مخصص نہیں مانا جائے گا تو صرف نکاح حلالۂ ملعونہ ہی جائز نہیں ہوگا بلکہ نکاح متعہ بھی جائز ہوگا اور عارضی نکاح بھی جائز ہوگا جو آج کل بعض حضرات نے تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہمارے پاک و ہند میں ایک فراہی گروہ ہے جس کو پاکستان میں غامدی گروہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ گروہ بھی اپنے نظریات کے خلاف احادیث کو نہیں مانتا۔ اس لیے یہ گروہ بھی اس حدیث کو نہیں مانتا جس میں دوسرے خاوند کے لیے ہم بستری کو ضروری قرار دیا گیا ہے، چنانچہ یہ گروہ (تنکح) کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے صرف عقد نکاح کے بعد ہی (ہم بستری کے بغیر) طلاق دے دینے کے بعد زوج اول سے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے۔ عموم کی منطق سے انکار حدیث پر مبنی یہ گمراہانہ نظریہ بھی صحیح ہوگا۔

4 مآخذ شرعیہ میں، قرآن کریم کے بعد سب سے بڑا اور دوسرا ماخذ حدیث نبوی ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث کا بیشتر حصہ، بلکہ 98 فی صد حصہ احادیث آحاد پر مشتمل ہے۔ اگر احادیث آحاد کی صحت و حجیت (نعوذ باللہ) مشکوک ہے تو دین کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ اس لیے فقیہ الامت، امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں ''کتاب اخبار الآحاد'' میں اس مسئلے، یعنی حجیت خبر واحد کو نہایت مدلل طریقے سے بیان کر کے اس کی خصوصی اہمیت کو اجاگر اور ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ حدیث صحیح مطلقاً حجت ہے اور اس سے قرآن کے عموم کی تخصیص بھی بالکل صحیح ہے۔

6 مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''اس کے علاوہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول میں زنا کے ساتھ اس عمل کی تشبیہ صرف حرمت میں ہے عدم انعقاد میں نہیں جس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس معاملے میں زوجین کو تفریق کا حکم نہیں دیا۔'' (درس ترمذی)

چھٹی دلیل پر تبصرہ

اس کو کہتے ہیں (توجیہ القول بما لا یرضی بہ القائل) یعنی کہنے والے کی بات کی اس طرح توجیہہ کرنا کہ کہنے والا اس کو پسند نہ کرے۔ کیونکہ وہ توجیہہ یا تاویل اس کے مقصد اور منشا کے خلاف ہے۔ سیدنا ابن عمر کے قول کی توجیہہ عثمانی بھی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مقصد و منشا کے یکسر خلاف ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے قول میں نکاح حلالہ کی بابت فرما رہے ہیں کہ ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا کاری سمجھتے تھے اور موصوف اس کا مطلب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ زنا کے ساتھ حلالہ کی تشبیہ صرف حرمت میں ہے عدم انعقاد میں نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

گویا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مطلب یہ تھا کہ نکاح حلالہ والا عمل ہے تو یقیناً زنا لیکن نکاح منعقد ہو گیا۔

''لیکن نکاح منعقد ہو گیا'' والا مطلب، سیدنا ابن عمر کے کن الفاظ سے نکلتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے فہم سے تو بالا ہے۔ روایت میں تو ایسے کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ ہم تو یہی سمجھے ہیں کہ جب سیدنا ابن عمر اس کو زنا کاری فرما رہے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایسا نکاح حرام ہے وہ نکاح ہے ہی نہیں۔ اگر ان کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوتا تو پھر وہ اسے زنا کاری کیوں کہتے؟ اگر اس کا مطلب وہ لیا جائے جو مولانا تقی عثمانی صاحب بیان فرما رہے ہیں کہ یہ تشبیہ صرف حرمت میں ہے، عدم انعقاد میں نہیں (اگرچہ یہ مطلب ان کے کسی لفظ سے نہیں نکلتا) تاہم اگر اس مطلب کو صحیح مان لیا جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک، نعوذ باللہ، زنا کاری بھی نکاح کے جواز کا ایک ذریعہ ہے۔ کیا واقعی ایسا ہے اور زنا سے بھی انعقاد نکاح صحیح ہے؟ اگر واقعی زنا سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے تو پھر باقاعدہ نکاح کرنے کی اور اس کے انتظام میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو کسی عورت کو قابو کر کے اس سے زنا کر لو اور سمجھ لو نکاح ہو گیا اور پھر ساری عمر اس سے زنا کاری کرتے رہو۔ اگر سیدنا ابن عمر کے قول کی یہ حنفی توجیہہ صحیح ہے تو پھر عمل زنا بھی نکاح کا ایک ذریعہ ہے؟ سبحان اللہ! کیا فقاہت ہے؟ اور حنفی مدارس میں قرآن و حدیث کی تدریس کا کیا انداز ہے؟

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی اہمیت اور اس کی بے بنیاد تاویل

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث، جو پہلے پوری بیان ہو چکی ہے، نہایت اہم ہے۔ اس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے اپنے سمیت تمام صحابہ کا یہ موقف بیان فرما رہے ہیں کہ ہم نکاح حلالہ کو زنا کاری سمجھتے تھے۔ ہمارے نزدیک اس سے نکاح حلالہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ انعقاد نکاح کا، لیکن اس کے برعکس مولانا تقی عثمانی مسند حدیث پر بیٹھ کر فرما رہے ہیں کہ اس سے عدم انعقاد ثابت نہیں ہوتا۔ گویا بہ الفاظ دیگر جواز نکاح ثابت ہوتا ہے۔ ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر کے کن الفاظ سے انھوں نے یہ مطلب اخذ کر کے اپنی حنفی فقہ ان کے سر منڈھ دی ہے، اس کی وضاحت فرمائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی بات کو مؤکد کرنے کے لیے آگے انھوں نے فرمایا ہے:

''جس کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا ابن عمر نے اس معاملے میں زوجین کو تفریق کا حکم نہیں دیا۔''

لیکن ہمارا یہاں بھی یہی سوال ہے کہ مذکورہ روایت کے کن الفاظ سے آپ نے یہ تاثر لے کر اس سے اپنے موقف کی تائید کشید کی ہے۔ روایت میں تو سرے سے اس قسم کے قطعاً کوئی الفاظ ہی نہیں ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے تفریق کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ اس میں تفریق یا عدم تفریق کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، لہٰذا اس سے عدم تفریق کا تاثر لینا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک سائل ایک مفتی صاحب سے پوچھتا ہے: میں نے فلاں طریقے سے ایک عورت سے نکاح کیا ہے، کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ مفتی صاحب فرماتے ہیں: یہ تو زنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو زنا سمجھا جاتا تھا۔

فرمایئے! کیا اس جواب سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ زنا کے ساتھ اس طریق نکاح کی تشبیہ صرف حرمت میں ہے، عدم انعقاد میں نہیں۔ مفتی صاحب کے قول سے اس کا زنا ہونا تو واضح ہے لیکن کیا اس سے نکاح کا انعقاد ثابت ہو جاتا ہے؟ جبکہ مفتی صاحب نے نکاح کے منعقد ہونے یا نہ ہونے کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا، اسے صرف زنا قرار دیا۔ کیا زنا قرار دینے کے باوجود اس سے انعقاد نکاح کا اثبات کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ فتویٰ زنا اور عدم انعقاد نکاح کے بارے میں بالکل واضح ہے، کیونکہ زنا قرار دینے کے بعد مزید کسی بات کی صراحت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی لیکن سائل اعلان کرنا شروع کر دے کہ مفتی صاحب نے میرے نکاح کو جائز قرار دے دیا ہے۔ کیا سائل کا ایسا سمجھنا صحیح ہے؟ یقیناً نہیں ہے۔ آپ سیدنا عبداللہ بن عمرو والی روایت دوبارہ پڑھ لیں، اس میں صرف یہ ہے کہ نکاح حلالہ زنا ہے، اس سے نکاح کا جواز کس طرح ثابت ہو جائے گا؟ آپ افتاء و درس حدیث کی نہایت اونچی مسند پر بیٹھ کر زنا کاری کے فتویٰ ابن عمر سے، جو حرمت نکاح میں صریح ہے، جواز نکاح کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اثبات فرما رہے ہیں؟!

﴿ إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝ ﴾ (ص 5:38)

7 ساتویں اور آخری دلیل: مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''نکاح بشرط التحلیل ناجائز ہونے کے باوجود منعقد ہو جاتا ہے۔ اس پر حنفیہ کی دلیل مصنف عبدالرزاق میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فتویٰ ہے:

((عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: أَرْسَلَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَجُلٍ فَزَوَّجَتْهُ نَفْسَهَا لِيُحِلَّهَا لِزَوْجِهَا، فَأَمَرَهُ عُمَرُ: أَنْ يُقِيْمَ عَلَيْهَا وَلَا يُطَلِّقُهَا، وَأَوْعَدَهُ بِعَاقِبَةٍ إِنْ طَلَّقَهَا))

معلوم ہوا کہ انھوں نے اس نکاح کو منعقد شمار کیا۔ واللہ اعلم'' [1]

ساتویں دلیل پر تبصرہ

اس روایت کا ترجمہ بھی مولانا موصوف نے پیش نہیں کیا۔ پہلے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔

''ابن سیرین رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک عورت نے ایک مرد سے اس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ وہ اسے پہلے شوہر کے لیے حلال کر دے (چنانچہ اس نے اس سے نکاح کر لیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرد کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو اپنے پاس ہی رکھے اور اسے طلاق نہ دے بلکہ کہا: اگر اس نے طلاق دی تو مستوجب سزا ہوگا۔''

اس سے بقول مولانا عثمانی صاحب معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نکاح حلالہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

حالانکہ ابن سیرین، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کا یہ واقعہ بیان کر رہے ہیں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بالکل آخری دور 33 ہجری میں پیدا ہوئے۔ [2] جب کہ حضرت

[1] درس ترمذی: 3/ 398۔ 401۔ از مولانا تقی عثمانی کراچی.

[2] الأعلام، للزرکلی: 13/ 392.

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عثمان کی شہادت 35 ہجری میں ہوئی اور حضرت عمر کی شہادت 23 ہجری میں ہوئی۔ اس طرح گویا حضرت ابن سیرین کی ولادت ہی حضرت عمر کی شہادت کے 10 سال بعد ہوئی ہے اور وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ بیان کر رہے ہیں؟ اس اعتبار سے یہ روایت سخت منقطع ہے۔ اس کے برعکس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ صحیح سند سے ہم بیان کر آئے ہیں جس میں انھوں نے فرمایا کہ جو بھی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس سے حلالہ کیا گیا ہو، میرے پاس لائے جائیں گے تو میں ان دونوں کو رجم کی سزا دوں گا۔

اب اہل انصاف، جن کے دل میں ذرا بھی اللہ کا خوف ہے، فیصلہ کر لیں کہ ایک بے سروپا (سخت منقطع) روایت میں بیان کردہ بات صحیح ہے یا صحیح السند روایت میں بیان کردہ فیصلہ؟ اور جرح و تعدیل کے میزان میں سیدنا عمر کا کون سا فیصلہ صحیح ہے؟

نکاح حلالہ کے زنا کاری ہونے کا یا نکاح حلالہ سے نکاح کے منعقد ہو جانے کا؟

یہ دونوں فیصلے ایک دوسرے کی نقیض اور یکسر متضاد ہیں۔ یہ تو قطعاً نہیں ہو سکتا کہ بیک وقت دونوں کی نسبت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح ہو؟

ان میں سے یقیناً ایک ہی فیصلہ صحیح ہے، وہ کون سا ہے، صحیح السند والا یا منقطع السند والا؟

صاحب انصاف سے انصاف دادطلب ہے

یہ سات ''دلیلیں'' تھیں جو مولانا تقی عثمانی صاحب نے ایک صریح حرام کو حلال کرنے کی اور زنا کاری کو نکاح ثابت کرنے کے لیے پیش فرمائی ہیں اور یہ ان کی مطبوعہ کتاب ''درس ترمذی'' میں موجود ہیں۔ الحمد للہ ہم نے ان کی حقیقت واضح کر دی ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ احناف کا ''نکاح حلالہ'' اور شیعوں کا ''نکاح متعہ'' اصل میں دونوں ایک ہیں اور مذہب کے نام پر زنا کاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی حنفی عالم اپنی بیوی، بیٹی یا بہن کو کبھی حلالہ کے لیے کسی مرد کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا اور اسی طرح کوئی شیعہ ذاکر اور مجتہد، چاہے وہ متعہ کے کتنے بھی فضائل بیان کرے، اپنی بیٹی، بیوی یا بہن کو ''نکاح متعہ'' کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ کیونکہ یہ دونوں نکاح، نکاح نہیں بے غیرتی کے مظاہر ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حقیقت کی وضاحت! حنفی مدارس میں تدریس حدیث کا انداز اور مقصد

مولانا تقی عثمانی صاحب کے درسی افادات جو ''درس ترمذی'' کے نام سے شائع ہوئے ہیں، ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احناف کے مدارس میں ''تدریس حدیث'' کے دوران کس طرح احکام حدیثیہ کو توڑ مروڑ کر اور حق و انصاف کا خون کر کے ''حنفیت'' کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے اور یہ روش کسی ایک مدرسے یا کسی ایک شیخ الحدیث کی نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کو تاویلات رکیکہ کی سان پر چڑھانے کا یہ سلسلہ اور حق و انصاف کا خون کرنے کا یہ رویہ تب سے جاری ہے جب سے ڈیڑھ صدی قبل دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے اکابر بھی یہی کچھ کرتے رہے جس کے نمونے ان کے مطبوعہ درسی افادات میں (درس ترمذی ہی کی طرح) دیکھے جا سکتے ہیں اور ان کے فیض یافتگان پاک و ہند کے حنفی مدارس میں یہی کچھ کر رہے ہیں اور قریب سے مشاہدہ کرنے والوں کے مشاہدات و تاثرات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ہم مثال کے طور پر فی الحال ایک واقعہ پیش کرتے ہیں ورنہ یہ قصۂ درد بھی بڑا طویل ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے دست راست مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم لکھتے ہیں:

> ''جب میں مصر سے (تعلیم حاصل کر کے) واپس آیا تو علم حدیث سے بالکل ناآشنا تھا۔ مصر میں حدیث کی تعلیم کا رواج ہی نہ تھا اور مجھے بڑی طلب تھی۔ ہندوستان کے رسمی مولویوں پر بھروسہ نہ تھا اور کسی واقعی محدث کی جستجو تھی۔ اسی حالت میں مولانا عین القضا صاحب (لکھنؤ) سے ملاقات ہوئی، ان کے پاس ایک اور مقطع شکل کے مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے مولانا سے عرض کیا کہ علم حدیث سے محروم ہوں، فرمایئے کہاں اور کس سے یہ نعمت مل سکتی ہے؟ مولانا نے کوئی جواب نہ دیا، مسکراتے رہے۔ لیکن مولوی صاحب بول اٹھے: حدیث کی طلب ہے تو دیوبند جایئے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب وہاں موجود ہیں۔ ندوہ میں بچپن گزارا تھا، اس لیے دیوبند کے خلاف طبیعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تعصب موجود تھا۔ پھر علامہ رشید مرحوم کے درس نے مسلک سلف کا قائل کر دیا تھا اس لیے سوال کیا ''مولانا انور شاہ صاحب کا طریق درس کیا ہے؟''

مولوی صاحب نے برجستہ جواب دیا:

''میاں کیا کہنا، ان کے درس کا، فقہ حنفی کو حدیث سے اس طرح ثابت کر دیتے ہیں کہ بس عش عش کرتے رہو۔''

یہ سن کر میں سناٹے میں پڑ گیا اور مولانا عین القضا صاحب کو طالب رحم نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر مولوی صاحب سے عرض کیا ''اگر حدیث اسی لیے ہے کہ فقہ حنفی کو ثابت کیا جائے تو حدیث پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ فقہ حنفی پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ مولوی صاحب جز بز تو ہوئے مگر کچھ بولے نہیں۔''[1]

اور اس حقیقت کا اعتراف آخری عمر میں خود مولانا انور شاہ کشمیری نے بھی کیا ہے اور اپنے اس طریق تدریس حدیث کو ''عمر برباد کردی'' سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا کشمیری کی یہ روایت خود مولانا تقی عثمانی صاحب کے والد محترم مفتی محمد شفیع مرحوم نے اپنی ایک تقریب میں بیان کی ہے جو ''وحدت امت'' کے نام سے چھپی ہوئی ہے۔

مولانا کشمیری مرحوم کی بھی ایک مثال بطور نمونہ ملاحظہ فرما لیجئے۔ ان کے ترمذی کے درسی افادات ''العرف الشذی'' کے نام سے چھپے ہوئے ہیں۔ اس میں علامہ کشمیری نے بھی حنفیہ کے زیر بحث حلالہ کے جواز میں اسی ابن سیرین کی روایت سے استدلال کیا ہے۔[2] حالانکہ یہ سخت منقطع روایت ہے۔

اسی طرح علامہ کشمیری کی بابت علمائے احناف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک تو ان جیسا محدث اس دور میں پیدا نہیں ہوا۔ دوسرے، علوم حدیث اور فن اسماء الرجال میں ان کو اتنی مہارت حاصل تھی کہ انھوں نے اس حدیث میں جمع و تطبیق کا بے مثال کارنامہ سرانجام دیا اور

[1] ذکر آزاد، تالیف مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی، ص 26، 27.

[2] العرف الشذي، ص: 263، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر ہر حدیث کو اس کا اصل مقام عطا کیا۔ تیسرے، ان کے درس حدیث کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ہر حدیث حنفی مذہب کی تائید کرتی نظر آتی تھی۔ خود ان کا یہ مقولہ بڑے فخر سے نقل کیا جاتا ہے کہ ''میں نے حنفی مذہب کو اتنا مضبوط کر دیا ہے کہ سو سال تک اس کو کوئی متزلزل نہیں کر سکتا۔''

لیکن مسئلہ زیر بحث میں علامہ کشمیری نے بھی حدیث: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ) میں وارد لعنت کو شرط تحلیل کے ساتھ خاص کر کے حلالۂ ملعونہ کو بہ نیت تحلیل نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر بھی قرار دیا ہے۔ دوسرے، صحیح حدیث و آثار صحابہ کے مقابلے میں ایک منقطع اثر سے استدلال کیا ہے۔ ایسے شخص سے کیا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ نصوص قرآن و حدیث کے ساتھ حق و انصاف کا معاملہ کرے گا؟ بالخصوص جبکہ وہ خود بھی امام ابوحنیفہ کی تقلید محض پر فخر کرتا ہو۔

علامہ کشمیری کے صاحبزادے ان کا مقولہ نقل فرماتے ہیں: ''میں کسی فن میں کسی کا مقلد نہیں ہوں خود اپنی رائے رکھتا ہوں بجز فقہ کے (اس میں) ابوحنیفہ کی تقلید محض کرتا ہوں۔''[1]

ان کے اس رویے اور اس مثال سے اول الذکر دونوں دعووں کی بابت آسانی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان میں کچھ حقیقت بھی ہے یا محض غلو عقیدت کا مظاہرہ اور بے جا مبالغہ آرائی۔

البتہ تیسرا دعویٰ سو فی صد حقیقت پر مبنی ہے کہ ان کی تدریس حدیث کا انداز اور مقصد حنفی فقہ کا اثبات تھا اور اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ صحیح احادیث کو کسی نہ کسی طرح مجروح و مطعون اور ضعاف و مراسیل اور منقطع روایات کو قابل حجت ثابت کیا جائے۔ چنانچہ یہی کچھ انھوں نے بھی کیا۔ ان سے پہلے مولانا احمد علی سہارنپوری، محشی صحیح بخاری مولانا محمود الحسن اور مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ نے بھی یہی کیا اور ان کے بعد ہر حنفی مدرسے کا شیخ الحدیث مسند درس پر بیٹھ کر تدریس حدیث کے نام پر حنفیت ہی کی خدمت، یعنی نصوص قرآن و حدیث کو توڑ مروڑ کر ان کی باطل تاویل اور دور از کار توجیہہ کر کے حنفی فقہ کے بے سروپا مسائل کو صحیح باور

[1] رسالہ سہ ماہی، ''حسن تدبیر'' دہلی، امام العصر نمبر، فروری، 2010، ص: 45-50.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرا رہا ہے جیسا کہ مولانا تقی عثمانی صاحب کے درسی افادات (درس ترمذی) بھی اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے! مولانا احمد علی سہارنپوری اسی حدیث محلل کے بارے میں فرماتے ہیں:

ہم ذیل میں ان کی عربی عبارت کا ترجمہ درج کرتے ہیں:

''پہلا لفظ محلِّل (اسم فاعل، حلالہ کرنے والا) وہ شخص ہے جس کے ساتھ کسی عورت نے تحلیل کی غرض سے شادی کی۔ دوسرا لفظ مفعول (مُحَلَّلٌ لَهٗ) وہ پہلا شوہر ہے جس کی خاطر تحلیل واقع ہو رہی ہے۔ پہلا شخص (محلل، حلالہ کرنے والا) اس لیے ملعون ہے کہ اس نے جدائی (طلاق) کے ارادے سے نکاح کیا حالانکہ نکاح تو (بیوی) کو ہمیشہ رکھنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے پس اس کی حیثیت کرائے کے سانڈ کی مثل ہوگئی جیسا کہ (دوسری) حدیث میں آیا ہے اور دوسرا اس لیے ملعون ہے کہ وہ اس قسم کے نکاح کا سبب بنا ہے اور مراد (اس لعنت سے) ان دونوں افراد کی کمینگی (خساست) کا اظہار ہے، اس لیے کہ طبع سلیم ان دونوں کے فعلوں (بے غیرتی والے کاموں) سے نفرت کرتی ہے لعنت کی حقیقت مراد نہیں۔''

غور فرمایئے! کہ حدیث کے الفاظ کی تشریح بھی خوب ہے اور دونوں کے فعل کو کمینگی اور طبع سلیم کے خلاف بھی تسلیم کر رہے ہیں لیکن پھر حنفیت کا رنگ غالب آجاتا ہے اور کہتے ہیں کہ لعنت کی حقیقت مراد نہیں ہے۔

پتہ نہیں لعنت کی حقیقت، علمائے احناف کے نزدیک کیا ہے؟ دراصل یہ الفاظ حنفیت کے اس رنگ کے غماز ہیں جو صبغۃ اللہ کے مقابلے میں ان پر چڑھا ہوا ہے۔

اسی لیے آگے فرماتے ہیں:

"وقيل المكروه اِشتراط الزوج بالتحليل في القول لا في

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النية، بل قد قيل: إنه مأجور بالنية لقصد الاصلاح ."❶

''اور کہا گیا ہے کہ زبان سے شادی کے وقت حلالے کی شرط کرنا مکروہ ہے، لیکن دل میں نیت ہو تو مکروہ نہیں۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نیت کر کے حلالہ کرنے والا ماجور ہے اس لیے کہ اس کا مقصد اصلاح ہے۔''

یہ وہی باتیں ہیں جن کا بے حقیقت اور خلاف منشائے شریعت ہونا ہم واضح کر آئے ہیں لیکن تقلید کی عینک کی وجہ سے ان کو نظر نہیں آ رہی ہے۔ بھلا ایک لعنتی اور حرام کام بھی اچھی سی نیت کر لینے سے حلال بلکہ باعث اجر ہو سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! کوئی بھی لعنت والا کام نہ حلال ہو سکتا ہے اور نہ باعث اجر اور نہ اس کی کوئی قانونی و شرعی حیثیت ہے کہ اس سے شرعی مقاصد حاصل ہو سکیں جیسا کہ اس لعنتی کام سے زوج اول کے لیے دوبارہ نکاح کا جواز ثابت کیا جا رہا ہے۔ زوج اول کے لیے دوبارہ نکاح کے جواز کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ صرف اور صرف وہ نکاح ہے جو غیر مشروط طور پر کیا جائے جس کی وضاحت قرآن و حدیث میں ملتی ہے۔ اس کے برعکس حلالۂ مروجہ (فقہ حنفی والا) یہ زنا کاری ہے۔ کرائے کے سانڈ کے پاس بھی وہ عورت جتنے دن رہے گی، دونوں عند اللہ زنا کار رہیں گے، پھر زوج اول کے ساتھ اس عورت کے دوبارہ تعلق کی صحیح شرعی بنیاد چونکہ نہیں ہے، اس لیے یہ دونوں بھی عمر بھر زنا کار ہی رہیں گے۔ أعاذنا الله منها

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ایک سوال کے جواب میں حلالے کا شرعی طریقہ بتلایا گیا ہے اور شوہر ثانی سے شرط طلاق کو مکروہ تحریمی لکھا گیا ہے لیکن پھر مفتی صاحب کی رگ حنفیت پھڑکی اور در مختار (فقہ حنفی کی معتبر کتاب) کے حوالے سے یہ عربی عبارت نقل کر دی جس کا مطلب وہی ہے کہ اگر دل میں دونوں کی نیت (عارضی نکاح کر کے چھوڑ دینے کی) ہے تو پھر یہ نکاح مکروہ نہیں ہے بلکہ آدمی قصد اصلاح کی وجہ سے ماجور ہوگا۔ ❷

❶ الحواشي المفيدة على جامع الترمذي، ص: 341، طبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور۔

❷ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج: 1، ص 512، دارالاشاعت، کراچی: 1976ء.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور زمانۂ حال کے ایک اور دیوبندی مفسر قرآن جن کی مفصل تفسیر ''روح القرآن'' کے نام سے چھپ رہی ہے، بہ نگرانی مدیر جامعۃ البنوریۃ العالمیہ (کراچی) یہ صاحب اپنی تفسیر میں زیر بحث آیت کی وضاحت میں بعنوان ''حلالہ شرعیہ کی وضاحت'' لکھتے ہیں:

''حلالہ کے معنی ہیں طلاق والی عورت کا (عارضی) نکاح کرنا تاکہ دوسرے شخص سے نکاح کے بعد وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکے۔ قرآن مجید کی صراحت و وضاحت کے بعد تین طلاق والی مطلقہ عورت کے ساتھ اپنے سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کی ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ عدت کے بعد اس عورت کا کسی دوسرے شخص سے نکاح ہو اور گھر بسانے کے بعد دوسرے شوہر کا انتقال ہو جائے یا دوسرا شوہر طلاق دے دے اور عدت کے بعد اگر سابقہ شوہر اور یہ عورت دوبارہ نکاح کرنے پر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔'' [1]

تبصرہ

حلالہ شرعیہ کی وضاحت موصوف نے صحیح کی ہے، لیکن بریکٹ میں ''عارضی'' کا اضافہ یہاں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ حلالہ شرعیہ میں تو نکاح عارضی ہوتا ہی نہیں ہے، اس میں تو نکاح دوسرے شوہر سے بھی مستقل طور پر آباد رہنے کی نیت سے ہوتا ہے۔ اگر یہ نیت دوام نہیں ہوگی تو وہ حلالہ شرعیہ ہی نہیں ہوگا، وہ تو حلالہ مروجہ ملعونہ ہی ہو جائے گا۔

لیکن چونکہ تقلید کا حسین طوق ان کے بھی زیب گلو ہے، اس لیے ذہن میں یہی سوچ کارفرما ہے کہ بالآخر حلالہ مروجہ کا بھی جواز پیش کرنا ہے، اس لیے موصوف نے حلالہ شرعیہ کی تعریف میں بھی ''عارضی'' کے لفظ کو بریکٹ میں لکھ دیا ہے تاکہ اگلے پیرے میں، جس میں حلالہ غیر شرعیہ کو ثابت کرنا ہے، کچھ سہارا مل جائے کیونکہ اصل مقصود تو اسی کا اثبات ہے، باقی وضاحتیں تو مجبوری ہیں۔ بہرحال اگلے پیرے میں اصل مقصود سامنے آجاتا ہے اور فرماتے ہیں:

''اس شرعی اور قانونی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا

[1] تفسیر روح القرآن، (مطبوعہ کراچی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے شخص سے اس شرط پر عارضی نکاح ہو کہ وہ شخص ہم بستری کے بعد اس عورت کو طلاق دے دے گا۔

حلالے کا شرعی اصولوں کے تحت جائزہ لیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلاق کی شرط پر نکاح کرنے سے نکاح تو ہو جاتا ہے اگرچہ ایسی شرط لگانا صحیح نہیں ہے، پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کے لیے شریعت نے دوسرے نکاح کی جو شرط لازمی قرار دی ہے، وہ پوری ہو جاتی ہے، لہٰذا عدت کی تکمیل کے بعد باہمی رضامندی سے پہلے شوہر سے نکاح میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں رہتی۔'' [1]

ہم فاضل مفسر یا مفسرین سے پوچھتے ہیں کہ پہلے حلالہ شرعیہ کی جو تعریف آپ نے کی ہے، اگر وہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے سوائے ایک لفظ عارضی کے اور حلالے کا شرعی اصولوں کے تحت جائزہ لینے سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حلالۂ غیر شرعیہ یا حلالۂ ملعونہ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے تو پھر حلالۂ شرعیہ اور حلالۂ غیر شرعیہ میں کوئی فرق تو نہ رہا اور وہ کون سے شرعی اصول ہیں کہ ان سے حرام بھی حلال ہو جاتا ہے؟ اور کیا حرام طریقے سے ایک دوسرے جائز کام کے شرعی اور قانونی تقاضے پورے ہو جاتے ہیں؟

اگر ایسا ہے تو پھر حلالۂ مروجہ کو لعنتی فعل کیوں قرار دیا گیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہو اگر اس لعنتی طریقے سے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے تو پھر اس کو لعنت والا کام ہی کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس کا مطلب تو پھر یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے (نعوذ باللہ) ایک نہایت آسان طریقے پر خواہ مخواہ بند باندھ دیا ہے، گو امتی کہلانے والوں نے بلطائف الحیل اس بند کو فقہی موشگافیوں کے ذریعے سے توڑ دیا ہے۔

امت کے خیر خواہ تو یہ حیلہ ساز فقہاء اور ان کے پیروکار اصحاب جبہ و دستار مفتیان کرام اور شیوخ الحدیث ہوئے نہ کہ رسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اس بے غیرتی والے

[1] تفسیر روح القرآن (مطبوعہ کراچی)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام پر اس کو لعنتی قرار دے کر بند باندھا لیکن کہنے والوں نے کہا: چند راتوں کی بے غیرتی سے بھی شرعی اور قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

آہ، اقبال نے سچ کہا تھا ؎

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند [1]

صاحب تفسیر مزید فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو لعنت فرمائی ہے وہ طلاق کی شرط کی وجہ سے ہے اگر بلا شرط کے یہ کام ہو تو لعنت بھی نہیں ہے۔ شرط کے ساتھ ہو تو بھی قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے مگر گناہ کے ساتھ۔ اور بغیر شرط کے ہو تو لعنت و گناہ کا کوئی عنصر (Element) پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود حلالے کی تحسین کی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔'' [2]

اس عبارت میں صاحب تفسیر کی ژولیدہ خیالی، پریشان فکری اور حرام کو حلال ثابت کرنے کی سعیٔ مذموم میں ضمیر کی کشمکش کو آسانی سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ذرا ملاحظہ فرمائیے! پہلے موصوف نے فرمانِ رسول کی از خود ایک علت (وجہ) وضع کی۔

دوسرے نمبر پر فرمایا: وہ علت (شرطِ طلاق) نہ ہو تو لعنت بھی نہیں۔

تیسرے نمبر پر فرمایا: اس کے باوجود حلالے کی تحسین کی قطعاً گنجائش نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب آپ نے پورے شرح صدر کے ساتھ حدیث رسول کی خود ہی ایک علت گھڑ کر یہ فیصلہ کر دیا کہ بہ نیت تحلیل نکاح میں یہ علت (شرط نکاح) چونکہ نہیں ہوتی اس

---

[1] بال جبریل، ص: 20۔

[2] تفسیر روح القرآن: 589/1، 590، زیر نگرانی شیخ الحدیث مفتی محمد نعیم، مدیر جامعہ البنوریۃ العالمیہ کراچی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے سرے سے لعنت والا کام ہی نہیں ہے اور مزید رعایت دیتے ہوئے فرما دیا کہ شرط طلاق کے ساتھ بھی نکاح ہو تو قانونی ضرورت تو پوری ہو ہی جاتی ہے گو گناہ کے ساتھ ہی سہی۔

اس طرح حدیث رسول کی ساری اہمیت کو ختم اور اس کے اصل مقصد و غایت کو غتر بود کر کے حلالۂ ملعونہ کا مکمل طور پر جواز فراہم کر دیا۔ اس کے بعد تو سارا مسئلہ ہی ختم اور ساری بحث ہی تمام ہو جاتی ہے۔

لیکن مفسر موصوف اس ساری کدو کاوش اور فکری جانکاہی کے باوجود اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے میں ناکام ہی رہے اور دل و دماغ کو اس کشمکش سے پاک نہ کر سکے کہ جس کام پر اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی ہے، اس لعنت کا تقاضا تو اس کام کی حرمت و ممانعت ہے، نہ کہ اس کی حلت اور اس کا جواز؟ چنانچہ سب کچھ کرنے اور سارے پاپڑ بیلنے کے باوجود، ضمیر کی خلش نے ان کے قلم سے بالآخر یہ الفاظ بھی لکھوا دیے۔

''اس کے باوجود حلالے کی تحسین کی گنجائش قطعاً نہیں ہے۔''

محترم! کیوں نہیں؟ جب آپ کی فقہی نکتہ سنجیوں اور تقلیدی موشگافیوں سے وہ کام حرام ہی نہیں رہا، بلکہ حلال ہو گیا اور حلال ہی نہیں ہوا بلکہ اجر و ثواب کا باعث ہو گیا، تو اس کی تحسین کیوں نہیں کی جا سکتی؟ کیا اجر و ثواب والے کام کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قابل تحسین نہیں؟! اب دو ہی باتیں ہیں، یا تو حلالۂ ملعونہ کو حلال کرنے کی کوشش قابل تحسین نہیں اور اگر یہ کوشش قابل تحسین ہے تو پھر یہ فرمان غلط ہے کہ حلالۂ ملعونہ کی تحسین کی قطعاً گنجائش نہیں۔ دونوں باتیں بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتیں۔

احکام شرعیہ میں علّت کا مسئلہ

احکام شرعیہ میں علت کا مسئلہ اپنی جگہ ایک اہمیت کا حامل ضرور ہے۔ لیکن اس کی اصل حیثیت کیا ہے؟ اس سے اکثر لوگ بے خبر ہیں۔ علاوہ ازیں اس دور میں شریعت کے اصل احکام سے انحراف کرنے والے (منکرین حدیث، مغرب زدہ مستشرقین اور متکلمین) نے اس کو اپنی فکری گمراہی اور استشراقی فکر کے اثبات کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اور شریعت کے جس مسئلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے جان چھڑانی ہو، وہاں وہ یہی ذریعہ اختیار کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک علت گھڑ کے کہتے ہیں کہ اصل علت یہ تھی۔ اب چونکہ یہ علت باقی نہیں رہی اس لیے یہ حکم بھی باقی نہیں رہا۔ اسی طرح عورتوں کے بارے میں اسلام نے عورت کی عصمت و تقدس کے تحفظ کے لیے جو احکام دیے ہیں (مثلاً: پردہ، صرف گھریلو امور کی ذمے داری وغیرہ) وہ ان سب کو ختم کر کے مغرب کی طرح عورتوں کے لیے ہر طرح کی آزادی کو اسلام کا حکم باور کرانا چاہتے ہیں۔ ''روح القرآن'' کے فاضل مؤلف یا مؤلفین نے اپنے حلالۂ ملعونہ کے اثبات کے لیے اس علت کے ہتھیار کو بھی استعمال کیا اور مذکورہ ضالّ اور مضلّ گروہوں کی طرح اپنی طرف سے ایک علت گھڑ کے اس لعنت والے کام سے لعنت والا عنصر ختم کر کے اس کو ملعون کے بجائے ماجور (باعث اجر) قرار دے دیا ہے، جیسا کہ ان کے فقہائے متقدمین و متأخرین کا موقف چلا آ رہا ہے۔ ''روح القرآن'' کے مؤلف نے اس کی کیا علت بیان کی ہے؟ اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ ان شاء اللہ اس پر گفتگو ہوگی۔ اس سے پہلے آپ علت کے مسئلے کی اصل حیثیت سمجھ لیں۔

احکام شرعیہ میں اصل چیز اطاعت ہے، جو بھی اللہ و رسول کا حکم ہو، اس کی علت کیا ہے؟ اس بحث میں پڑے بغیر، اس کا ماننا، اس پر بلا چوں و چراں عمل کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ مسلمان وحیٔ الٰہی کا پابند ہے، اس کی عقل میں آئے یا نہ آئے۔ ہر شخص کی عقل الگ الگ ہے۔ اگر عمل کرنے کے لیے عقل میں آنا ضروری ہوتا تو حکم الٰہی اور احکام شرعیہ بازیچۂ اطفال بن کر رہ جاتے، کوئی کہتا: یہ عمل معقول ہے۔ کوئی کہتا: میری عقل میں یہ بات نہیں آتی۔ کوئی کہتا: یہ حکم اس طرح ہوتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔ اس لیے اسلام میں عقل کو یہ مقام نہیں دیا گیا ہے کہ مسلمان حکم الٰہی کو اپنی عقل کے پیمانے سے جانچے پرکھے، بلکہ اپنی عقل کو حکم الٰہی کا پابند بنا کے رکھے، کیونکہ ہر حکم الٰہی کی حکمت، علت اور غایت تک ہر شخص کی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب ابوجہل نے جا کر بتلایا کہ تیرا پیغمبر تو اب یہ کہہ رہا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر واپس آ گیا ہے، کیا تو اب بھی اس کی بات مانے گا؟ ابوجہل کو یقین تھا کہ ابوبکر اس کے ماننے میں یقیناً تأمل کرے گا۔ لیکن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر واقعی میرے پیغمبر نے یہ کہا ہے تو سچ کہا ہے کیونکہ میرے پیغمبر پر تو وحی آتی ہے تو جب میں اپنے پیغمبر کی وحی پر مبنی تمام باتیں تسلیم کرتا ہوں تو پیغمبر کی زبان سے اقرار کردہ واقعۂ اسراء کا انکار میں کس طرح کر سکتا ہوں؟

یہ ہے ایک مسلمان کا طرز عمل، وہ حکم الٰہی اور فرمان پیغمبر کے مقابلے میں اپنی عقل کو استعمال نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ احکام الٰہیہ عقل کے خلاف ہیں، اس لیے عقل کے استعمال کی اجازت نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر حکم الٰہی کی حکمت و غایت تک ہر عقل کی رسائی ممکن نہیں، تو جس چیز کی حکمت انسان کی عقل میں نہ آئے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خلاف عقل ہے بلکہ وہ اس کی عقل و فہم سے ماورا ہے۔ انسانی عقل محدود ہے، ضروری نہیں کہ ہر بات کی حقیقت تک اس کی رسائی ہو جائے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ احکام الٰہیہ میں عقل و قیاس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مشہور مقولہ ہے:

((لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلٰى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ)) [1]

''اگر دین میں عقل و رائے کا دخل ہوتا تو جرابوں پر مسح اوپر والے حصے کے بجائے نچلے حصے پر کرنے کا حکم ہوتا۔''

دین کے بہت سے احکام ہیں جن کی حکمت و مصلحت آسانی سے سمجھ (عقل) میں آ جاتی ہے۔ لیکن متعدد احکام ایسے بھی ہیں جن کی حکمت صرف اللہ ہی جانتا ہے، انسانی عقل کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں لیکن ہر دو کا ماننا مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

یہی مسئلہ احکام شرعیہ کی علت کا ہے، ہر حکم کی علت بیان نہیں کی گئی ہے۔ اکثر احکام علت کے بغیر ہی بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی علت سمجھے بغیر ان پر عمل کرنا ضروری ہے، البتہ بعض

[1] سنن أبي داود، الطهارة، حديث: 162.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکام ایسے ہیں کہ ان کی علت بیان کی گئی ہے یا ان کی علت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

جن کی علت بیان ہوئی ہے یا ان کی علت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، ان میں بھی ضروری نہیں کہ ارتفاع علت سے حکم کا ارتفاع ہوجائے۔ بعض احکام میں ارتفاع علت کے باوجود خود شریعت نے حکم باقی رکھا ہے، جیسے حج کے طواف میں رمل کا حکم ہے۔ یہ حکم ایک خاص پس منظر کی وجہ سے دیا گیا تھا، لیکن اس علت کے مرتفع ہو جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں رمل کر کے واضح کر دیا کہ اس حکم کی علت اگرچہ ختم ہوگئی ہے لیکن چونکہ اس علت کا ایک تاریخی پس منظر تھا اس لیے اس پس منظر کی یادگار کے طور پر علت کے خاتمے کے باوجود رمل کا حکم باقی رکھا گیا۔

اس طرح جمعے کے دن غسل کی وجہ (علت) بعض احادیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ بعض لوگ عدم وسائل اور پانی کی کم یابی کی وجہ سے پرانے کپڑوں ہی میں اور نہائے بغیر جمعہ پڑھنے کے لیے آجاتے تھے، جس سے دوسرے لوگوں کو (بالخصوص موسم گرما میں) تکلیف ہوتی تھی جس کی وجہ سے غسل کرنے اور صاف کپڑے پہن کر، خوشبو اور تیل لگا کر آنے کا حکم دیا گیا۔ اب یہ علت تو نہیں رہی لیکن غسل کی فرضیت (یا استحباب بہ اختلاف قولین) باقی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتیں ایک ہی ہال (مسجد نبوی) میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فرض نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ مردوں کی صفیں آگے اور عورتوں کی صفیں پیچھے ہوتی تھیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو سلام پھیرتے ہی مسجد سے باہر نکلنے سے روک دیا تاکہ پہلے عورتیں نکل جائیں اور ان کا مردوں سے اختلاط نہ ہو۔ اب یہ علت واضح ہے، اس لیے اب یہ حکم نہیں دیا جا سکتا کہ مرد حضرات سلام پھرتے ہی مسجد سے باہر نہ نکلیں۔ یہ ارتفاعِ علت سے ارتفاعِ حکم کی ایک واضح مثال ہے۔

مقصود ان مثالوں سے اس امر کو واضح کرنا ہے کہ اس کے بارے میں ایک تو کوئی قاعدہ کلیہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے، جس حکم کی نفی، ارتفاعِ علت کی وجہ سے کی جائے، وہ علت واضح اور صریح ہو، اس میں کوئی اشتباہ نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنا بریں جس مسئلے میں ارتفاع علت کا حکم لگا کر ارتفاع حکم کا اثبات کیا جائے، اس کے لیے دو چیزیں ضروری ہوں گی:

ایک یہ کہ جو علت بیان کی جا رہی ہے، وہ شرعی دلائل سے ثابت اور واضح ہو کہ واقعی اس حکم کی یہی علت تھی جس کی بناء پر حکم دیا گیا تھا، جیسے پچھلی صفوں میں عورتوں کے نماز پڑھنے کی وجہ سے مردوں کو حکم دیا گیا تھا۔

دوسری یہ کہ اس حکم کی اس کے سوا کوئی اور علت ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس حکم میں کئی علتیں مضمر ہوں۔ ایسی صورت میں کسی ایک علت کے ارتفاع سے وہ حکم ختم نہیں ہوگا بلکہ باقی رہے گا۔

حکم لعنت میں بیان کردہ علت کی حقیقت

اس بنیادی وضاحت کی روشنی میں ہم حنفی مفسر کی بیان کردہ علت کا جائزہ لیتے ہیں تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی بیان کردہ علت کے لیے ان کے پاس کوئی واضح شرعی دلیل اور قرینہ نہیں ہے بلکہ منحرفین کی طرح ایک خود ساختہ علت ہے جس کی بنا پر وہ رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

وہ حدیث: ((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحِلَّ .....)) میں لعنت کی علت طلاق کی شرط قرار دیتے ہیں، حالانکہ حدیث کے الفاظ یا دیگر شرعی قرائن سے ان کی بات کی قطعاً تائید نہیں ہوتی بلکہ اول تو دیگر احکام شرعیہ کی طرح یہ حکم بھی بغیر کسی علت کے بیان ہوا ہے، اس لیے ہم اپنی طرف سے اس کی علت گھڑ کر اس حکم کو کالعدم نہیں کر سکتے۔ یہ حکم شریعت کے مقابلے میں ایک نہایت شوخ چشمانہ جسارت ہے۔ ثانیاً اس حکم لعنت پر غور کیا جائے جیسا کہ مفسر مذکور نے غور کیا لیکن انھوں نے چونکہ تقلیدی عینک چڑھائی ہوئی ہے تو اس میں وہی رنگ نظر آیا جو ان کی عینک پر لگے ہوئے تقلیدی شیشے کا رنگ تھا، لیکن نظر حقیقت اور صاف عینک سے دیکھا جائے تو اس میں کارفرما علت اگر کوئی ہو سکتی ہے تو ایک نہیں، چار علتیں ہیں۔

پہلی علت: غیرت کا تحفظ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری علت: انصاف کی علمبرداری۔

تیسری علت: نسب اور خاندانی نظام کا تحفظ۔

چوتھی علت: اسلامی معاشرے سے کرائے کے سانڈوں (زنا کاروں) کا خاتمہ۔

اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں

1. چند راتوں کے لیے طلاق کی شرط کر کے ایک خوبرو نوجوان لڑکی کو کسی کے سپرد کر دینا، غیرت کے خلاف ہے، کوئی غیرت مند مرد اس کو برداشت کر سکتا ہے نہ کوئی غیرت مند عورت، بالخصوص جبکہ وہ جوان بھی ہو اور حسن و جمال میں بھی یکتا۔ اس حکم لعنت میں کارفرما علت اس بے غیرتی کا سدباب ہے۔ جو دین حیا و عفت کی اعلیٰ تعلیمات کا حامل ہو، وہ حلالہ ملعونہ جیسی بے غیرتی کو کب برداشت کر سکتا ہے؟

2. دوسرے، طلاق دینے کا مجرم مرد ہے نہ کہ عورت۔ عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ جرم کی سزا مجرم (مرد) کو ملے نہ کہ عورت کو، جو یکسر بے قصور ہے۔ لیکن حلالۂ ملعونہ میں سزا عورت کو بھگتنی پڑتی ہے اور اس کو چند راتیں چار و ناچار کسی بوالہوس کے پاس گزارنی پڑتی ہیں اور اگر اس کی نیت خراب ہو جائے اور وہ طلاق دینے سے انکار کر دے تو وہ عورت تو پھر عمر بھر اس روگ اور غم میں مبتلا رہے گی کہ اس کی راتیں اس کے پسندیدہ شوہر کے بجائے اس سانڈ کے پہلو میں گزر رہی ہیں جسے وہ پسند نہیں کرتی اور اس کی تو خدمات عارضی طور پر ایک کرائے دار کی حیثیت سے حاصل کی گئی تھیں، لیکن وہ میرا مالک بن بیٹھا۔ ذرا تصور کیجیے! ایک غیرت مند عورت کے لیے یہ تصور کس طرح روح فرسا اور اعصاب شکن رہے گا۔ کیا اسلام اس بے انصافی کا علمبردار ہو سکتا ہے؟

علاوہ ازیں اسلام کا حکم ہے کہ عورت کی شادی کرتے وقت اس کی رضامندی بھی حاصل کرو، اور جو شخص اس کو ناپسند ہو وہاں بالجبر اس کا عقد مت کرو۔

حلالۂ ملعونہ میں جو نکاح کا ناٹک رچایا جاتا ہے، کیا وہاں اسلام کی تعلیم کا کوئی معمولی سا بھی اہتمام کیا جاتا ہے؟ وہاں تو صرف اپنی خود ساختہ شرط منوا کر آنکھیں بند کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک عورت کو ایک مرد کے حوالے کر دیا جاتا ہے، چاہے وہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو۔

3 تیسری علت: نسب اور خاندانی نظام کا تحفظ ہے۔ حلالۂ ملعونہ اس کے یکسر خلاف ہے۔ اگر چند راتوں کی ہم بستری سے عورت کو حمل قرار پا جائے۔ تو فی الحال اس بحث کو چھوڑ دیجیے کہ یہ اولاد صحیح النسب ہوگی یا ولد الزنا؟ (حالانکہ حدیث اور آثار صحابہ کی روشنی میں یہ ولد الزنا ہے) تاہم زوج اول کے لیے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کے لیے حلالۂ ملعونہ ایجاد کیا گیا ہے، یہ اولاد ناقابل برداشت ہوگی، بالخصوص جبکہ اس کی پہلے بھی اولاد ہو۔ اس کی وجہ سے خاندانی نظام میں جو دراڑیں پڑیں گی، محتاج وضاحت نہیں۔ کیا اسلام، جو صحیح النسبی اور خاندانی نظام کے تحفظ کا سب سے بڑا علمبردار ہے، اس مذاق کو برداشت کر سکتا ہے؟

4 چوتھی علت: کرائے کے سانڈوں کا خاتمہ ہے۔ اسلام نے اسلامی معاشرے کو زنا کاری سے بچانے کے لیے دور دور تک بند باندھ دیے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی نہایت کڑی سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ کوئی اس کا ارتکاب کرنے کی جسارت نہ کرے لیکن حلالۂ ملعونہ کے ذریعے سے تقدس مآبی کے نام پر زنا کاری کا ایک آسان راستہ کھول دیا گیا ہے۔ بھلا اسلام اس کو کس طرح پسند کر سکتا ہے؟

محترم! حلالۂ ملعونہ کی علت شرطِ طلاق، ہرگز نہیں ہے بلکہ مذکورہ چار علتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک علت اتنی اہم ہے کہ اس کی حرمت وممانعت کے لیے وہی کافی ہے چہ جائیکہ چار علتیں حرمت کی جمع ہو جائیں، پھر بھی حلالۂ ملعونہ جائز رہے؟

﴿إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝﴾ (ص 5:38)

اللہ تعالیٰ ان فقیہان حرم کو یہ توفیق دے کہ وہ تقلیدی جمود میں قرآن وحدیث کی اصل تعلیمات کو مسخ نہ کریں اور دین کو اس طرح کھیل کود نہ بنائیں جس طرح یہود کے علماء نے بنا لیا تھا جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا﴾ (الأعراف 51:7)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلالے کی بابت صاحب ''المنار'' کی وضاحت

مضمون کی تکمیل کے بعد تفسیر ''المنار'' دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ تفسیر الازہر (مصر) کے شیخ محمد عبدہ (مشہور مصری مصلح) کے تفسیری افادات ہیں جو ان کے تلمیذ رشید علامہ رشید رضا مصری، مدیر ''المنار'' نے مرتب کیے ہیں اور تفسیر ''المنار'' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

اس تفسیر میں شیخ محمد عبدہ رحمہ اللہ آیت: ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (البقرۃ 230:2) کے تحت لکھتے ہیں۔ ہم اختصار کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

''ہر مسلمان کو جاننا چاہیے کہ یہ آیت اس امر میں بالکل واضح ہے کہ وہ نکاح جس کے ذریعے سے مطلقۂ ثلاثہ (زوج اول کے لیے) حلال ہوتی ہے، وہ صحیح (باقاعدہ) نکاح ہے جو رغبت سے کیا جائے (نہ کہ شرط کر کے بہ جبر) اور جس سے نکاح کا وہ مقصود حاصل ہو جائے جو نکاح سے مطلوب ہوتا ہے۔ پس جس نے مطلقۂ ثلاثہ عورت سے اس نیت سے نکاح کیا کہ وہ عورت زوج اول کے لیے حلال ہو جائے تو یہ نکاح صورتاً تو نکاح ہے لیکن غیر صحیح نکاح ہے اور اس سے وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی بلکہ یہ ایسی معصیت ہے جس کے مرتکب پر شارع نے لعنت فرمائی ہے اور شارع علیہ السلام کسی ایسے فعل پر لعنت نہیں کرتے جو جائز (مشروع) ہو۔ بلکہ ایسے فعل پر بھی لعنت نہیں کرتے جو صرف مکروہ ہی ہو (حرام نہ ہو)۔ جمہور علماء کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ لعنت انھی گناہوں پر آتی ہے جو کبیرہ ہوں اگر اس کو دوبارہ کیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص خون کو پیشاب[1] سے پاک کرے، حالانکہ وہ پلیدی پر پلیدی ہے (وہ پاک کس طرح ہوگا؟)

[1] یاد رہے! خون (ذبح کے وقت نکلنے والا ہو یا جسم کے کسی حصے سے نکلے) احناف کے ہاں ناپاک (نجس) ہے، اسی لیے علامہ محمد عبدہ نے خون اور پیشاب کی مثال پیش کی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

امام مالک، امام احمد، امام ثوری، اہل ظاہر اور ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد اہل حدیث و اہل فقہ میں سے اسی موقف کی قائل ہے۔''

علامہ رشید رضا مصری مرتب افادات مزید لکھتے ہیں:

''الاستاذ الامام (شیخ عبدہ) نے فرمایا: حلالے والا نکاح، نکاح متعہ سے بھی بدتر ہے اور فساد و عار کے اعتبار سے بھی بہت شدید ہے اور کچھ دوسرے فقہاء جو کہتے ہیں کہ یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے جب تک اس میں شرط نہ ہو، اس لیے کہ فیصلہ ظاہر پر ہوتا ہے، اس میں کارفرما مقاصد اور پوشیدہ باتوں کو نہیں دیکھا جاتا، تو ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے، لیکن دین قیم (اسلام) تو یہ ہے کہ ظاہر باطن کا آئینہ دار ہو، ورنہ وہ نفاق ہوگا۔ علاوہ ازیں حلالے کی نیت سے نکاح کرنے والا وہ نکاح حقیقی نہیں کرتا جو اللہ نے مشروع کیا (حکم دیا) ہے اور اسے بیان کیا ہے۔ یہ ایسا معاملہ نہیں ہے جسے خود انسان جس طرح چاہے کر لے اور نہ اس شخص کی مرضی پر ہے جو بغرض حلالہ یہ کام کرواتا اور اس پر اس کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔ اگر قاضی لاعلمی کی وجہ سے ظاہر کو دیکھتے ہوئے ایسے نکاح کے نفاذ کا فیصلہ دے دیتا ہے تو وہ تو معذور گردانا جا سکتا ہے لیکن اس کا علم رکھنے والا اور اس کا ارتکاب کرنے والا معذور قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حلالے پر ''اعلام الموقعین'' میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔''

اس کے بعد امام عبدہ رحمہ اللہ نے لعنت والی حدیث اور کرائے کے سانڈ والی حدیث ذکر کر کے وہ آثار صحابہ نقل کیے ہیں جن میں اس فعل حرام کو زنا اور قابل رجم قرار دیا گیا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''حلالہ کی اس رذالت (کمینگی و خساست) کے باوجود یہ فعل ان اشرار میں عام ہے جنھوں نے طلاق کی اجازت کو ایک عادت اور مذاق بنا لیا ہے، بالخصوص اس فتویٰ اور حکم کی وجہ سے کہ ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینے سے تینوں ہی واقع ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے دین کو مذاق اور تماشا بنا لیا ہے، جس کی وجہ سے خود اسلام بدنام ہو رہا ہے، حالانکہ اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جو اسلام کے نام پر اس کو عیب ناک کر رہے ہیں۔ میں نے لبنان میں ایک عیسائی کو دیکھا جو اسلامی کتابوں وغیرہ کی خریداری اور ان کے مطالعے کا بڑا شوقین تھا، بالآخر اس کو ہدایت نصیب ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا، تاہم تصوف کی طرف اس کا رجحان رہا۔ مجھے اس نے کہا: اسلام میں مجھے تین عیبوں کے سوا اور کوئی عیب نظر نہیں آیا، اور یہ ممکن نہیں کہ یہ عیوب اللہ کی طرف سے ہوں (یعنی لوگوں نے ان کو اسلام کے نام پر گھڑ لیا ہے، اللہ کے نازل کردہ دین اسلام میں وہ نہیں ہو سکتے)۔ ان میں سب سے بدتر عیب حلالہ ہے لیکن جب میں نے اس حلالے کی حقیقت اس پر واضح کی کہ یہ اسلام میں نہیں ہے بلکہ لوگوں کا اپنا ایجاد شدہ طریقہ ہے تو وہ مطمئن ہو گیا۔"[1]

[1] تفسیر "المنار": 2/ 294، 295، طبع دارالمعرفة، مصر: 1934ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پس نوشت

مضمون کی تکمیل کے بعد چند مزید چیزیں نظر سے گزریں یا علم میں آئیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی نذر قارئین کر دی جائیں۔ان میں سے ایک خود مولانا تقی عثمانی صاحب کا فرمودہ ہے کہ حیلے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، جب کہ حلالۂ ملعونہ کے جواز کی ساری بنیاد ہی حیلے پر ہے۔ تعجب ہے کہ محولہ فتوے کے باوجود موصوف حلالۂ ملعونہ کو حیلوں اور باطل تاویلوں سے حلال کر کے دین کو کیوں بازیچۂ اطفال بنا رہے ہیں؟

دوسرا، ایک مضمون جو 'معارف' اعظم گڑھ (بھارت) میں آج سے چند سال قبل شائع ہوا تھا، ہمارے ایک فاضل دوست وحید احمد صاحب نے لا کر دکھایا جو پاک و ہند سے شائع ہونے والے دینی و علمی لٹریچر کے مطالعے کے بڑے شوقین ہیں اور کاروباری ہونے کے باوجود بہت اچھا علمی ذوق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں حنفی (دیوبندی) ہونے کے باوجود اپنے حنفی علماء کے تقلیدی جمود کے سخت شاکی ہیں۔ جب راقم نے ان سے 'تفویض طلاق' اور 'حلالے' والے مضمون کا ذکر کیا تو انھوں نے 'معارف' کے دو شمارے اپنی لائبریری سے لا کر مجھے دیے جن میں سے ایک میں تفویض طلاق پر مضمون تھا اور دوسرے میں حلالہ مروجہ ملعونہ پر۔

راقم کو یہ دونوں مضامین دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی۔ خوشی اس بات پر ہوئی کہ تفویض طلاق کے بارے میں راقم نے جو کچھ لکھا ہے، وہی موقف 'معارف' میں چند سال قبل شائع شدہ مضمون میں اختیار کیا گیا ہے کہ یہ سراسر ناجائز ہے۔ اور تعجب اس پر ہوا کہ فاضل مضمون نگار جامعہ کراچی میں فقہ و اسلامیات کے استاذ ہیں اور (حنفی) بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔لیکن اللہ نے موصوف کو مذکورہ دونوں مسئلوں میں تقلیدی جمود سے نکل کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن وحدیث میں بیان کردہ موقف کو اختیار کرنے کی توفیق سے نوازا۔

كَثَّرَ اللّٰهُ أَمْثَالَهُمْ فِينَا

بہرحال اب یہ سب چیزیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔ پہلے مولانا تقی عثمانی صاحب بالقابہ کا فتویٰ اور پھر 'معارف' والا مضمون اور بعد میں دیگر آراء.....

1 حیلے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، مولانا تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ

مولانا تقی عثمانی صاحب حیلۂ ''تملیک زکاۃ'' کے بارے میں فرماتے ہیں: (یاد رہے یہ حیلہ بھی احناف ہی میں رائج ہے اور انھی کے علماء کا تجویز کردہ ہے۔)

''اور یہ جو تملیک کا حیلہ عام طور پر کیا جاتا ہے کہ کسی غریب کو زکاۃ دے دی اور اس سے کہا کہ تم فلاں کام پر خرچ کردو، وہ غریب بھی جانتا ہے کہ یہ میرے ساتھ کھیل ہو رہا ہے اور حقیقت میں مجھے اس زکاۃ کی رقم میں سے پیسے کا بھی اختیار نہیں ہے تو یہ محض ایک حیلہ ہے اور اس کی وجہ سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔''

اس واضح فتویٰ کے باوجود کسی حنفی کے اندر یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ مولانا موصوف سے یہ پوچھ سکے کہ جب مسئلۂ زکاۃ میں حیلے سے حکم میں تبدیلی نہیں آتی تو نکاح جیسے مسئلے میں، جو اس سے کہیں زیادہ اہم ہے، حیلے سے نکاحِ حرام، نکاحِ حلال میں کس طرح تبدیل ہو جاتا ہے؟ اور زنا کاری سے مطلقہ عورت زوج اوّل کے لیے کس طرح حلال ہو جاتی ہے؟

اور اب ملاحظہ فرمائیں 'معارف' میں شائع شدہ مضمون۔ اس کا عنوان بھی فاضل مقالہ نگار، ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج صاحب استاذ الفقہ والتفسیر، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، ہی کا تجویز کردہ ہے۔ (چند سال قبل فاضل مقالہ نگار کو کراچی میں دہشت گردی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

2 حلالہ مروجہ اور قرآنی حلالہ کے درمیان فرق (از حافظ محمد شکیل اوج)

عارضی نکاح کو 'حلالہ' کہتے ہیں بشرطیکہ طلاق کو نکاح کی شرط نہ بنایا جائے، تاہم بہ وقت نکاح طلاق کا قصد وارادہ ہو تو کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا، اس نکاح میں اول الذکر شکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو ناجائز اور گناہ جب کہ مؤخر الذکر صورت کو جائز و روا قرار دیا جاتا ہے۔ شرط و قصد کی تفصیل فقہی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ قرآن مجید نے ﴿فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (البقرۃ 230:2) کے الفاظ میں جس نکاح کی بات کی ہے، وہ کون سا نکاح ہے مروّجہ حلالہ یا تحلیل شرعی؟

ہم سمجھتے ہیں کہ فقہی حلالہ قرآنی حلالہ سے بالکل الگ اور مختلف چیز ہے مگر افسوس کہ ہمارے غیر تحقیقی رویے اور قرآن سے ہمارے عدمِ تعلق اور عدمِ غور وفکر کے باعث قرآنی حلالہ، فقہی حلالہ میں گم ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون میں اسی متاعِ گم شدہ کی تلاش وجستجو ہمارا مقصد ہے، اس سلسلے میں ہمیں چند باتوں پر غور کرنا ہوگا:

پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی رو سے نکاح کبھی عارضی نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ دائمی ہوتا ہے، اسی لیے تو ''طلاق'' کا قانون بنایا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی ناقابل اصلاح نقص پیدا ہو گیا تو اسے طلاق کے ذریعے ختم کیا جا سکے لیکن اگر شرطِ طلاق یا پھر قصدِ طلاق کے ساتھ نکاح منعقد ہو تو بتایا جائے کہ اپنے انجام کے اعتبار سے دونوں میں کیا جوہری فرق رہ جاتا ہے؟ مگر حیرت ہے کہ ہمارے فقہا نے قصد طلاق کے ساتھ ایسے نکاح کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اسے باعث اجر وثواب بھی گردانا ہے۔ [1]

لیکن ہمارے نزدیک کسی نکاح میں اگر ''احصان'' کا معنی نہ پایا جائے تو اسے از روئے قرآن نکاح کہنا محل نظر ہوگا، احصان 'حصن' سے بنا ہے اور حصن قلعہ کو کہتے ہیں، یعنی ایسی جگہ جو لوگوں کے لیے حفاظت کا کام انجام دے۔ شادی شدہ مرد کو مُحْصِن اور شادی شدہ عورت کو محصنہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ نکاح کے ذریعے وہ ایک دوسرے کو حفاظتِ نفس فراہم کرتے ہیں۔ گویا دونوں ایک قلعہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں، مرد بہ ذریعۂ نکاح عورت کو اپنے حصن (حفاظت وحمایت) میں لیتا ہے، اس طرح عورت کی عفت وعصمت محفوظ ہو جاتی ہے

[1] درِّ مختار: 241/1، باب الرجعہ مطبع مجتبائی دھلی، بحوالہ فتاوی رضویہ، جلد 409/12، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر 8، پاکستان۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور خود مرد کی بے قابو جنسی خواہش کو بھی لگام لگ جاتی ہے، یوں وہ خود بھی نکاح کے حصار میں محفوظ ہو جاتا ہے، قرآن نے مرد کو محصن اور عورت کو محصنہ کہہ کر دراصل اسی حقیقت کی تذکیر کی ہے۔

مُحصنین کے لفظ کے ساتھ ﴿غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ (المائدۃ 5:5) کے الفاظ اس لیے استعمال ہوئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ شارع نے اپنے ماننے والوں کے لیے احصان سے ہٹ کر کھلے بندوں یا چوری چھپے ہر دو طریق سے قائم جنسی تعلقات پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ آپ قرآن مجید کے ان الفاظ کو پیش نظر رکھیے:

﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ (المائدۃ 5:5)

اور غور و خوض کے بعد انصافاً کہیے کہ کیا مروجہ حلالہ، محصنین کی تعریف میں آتا ہے؟ یعنی کیا یہ حلالہ مرد کو عورت کی عزت و آبرو کا محافظ و امین بناتا ہے؟ یا اس کے برعکس عورت کی عزت و ناموس کو لوٹنے والا، جس کی مدت عام طور پر دو ایک راتوں پر مشتمل ہوتی ہے؟

دوسرے یہ کہ نکاح میں مرد عورت کی باہمی رضامندی بنیادی عامل کا کردار ادا کرتی ہے اور اس رضامندی کی اہمیت بلکہ ضرورت کا کوئی منکر نہیں ہے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا حلالہ میں بھی فریقین کی آزادانہ مرضی کا کوئی عمل دخل ہوتا ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ حلالہ کرتے وقت استقرارِ حمل کی صورت میں آئندہ کے لائحۂ عمل کا کوئی شرعی منصوبہ مرد یا عورت کے ذہن میں ہوتا ہے؟ اور نکاحِ حلالہ کے دوران اگر کوئی فریق فوت ہو جائے تو کیا حقوق وراثت پیدا ہونے کا مسئلہ بھی کسی فریق کے ذہن میں ہوتا ہے؟ آپ کو ان سوالوں کا جواب شاید اثبات میں نہ ملے، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حلالہ خالصتاً عارضی ہوتا ہے جو ہنگامی صورت حال میں وجود پذیر ہوتا ہے اور یہ کہ حلالہ کی 'دائمی نکاح' کی طرح کوئی بنیاد نہیں ہوتی گویا یہ وہ بیج ہے جو درخت پیدا کرنے کے لیے نہیں بویا جاتا۔

چوتھے یہ کہ مرد و عورت جب رشتۂ ازدواج میں بندھ رہے ہوتے ہیں تو فریقین کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متعلقین ایک دوسرے کے معاشی، اخلاقی اور مذہبی حالات کی جانچ پڑتال اور چھان پھٹک میں مصروف ہو جاتے ہیں، پھر لمبی چوڑی تحقیق و تفتیش کے بعد نکاح کا مقدس رشتہ وجود میں آتا ہے، کیا حلالہ بھی اپنے پس منظر میں کسی ایسی انکوائری کا طلب گار ہوتا ہے؟ اپنے ضمیر کی عدالت سے پوچھیے، اگر وہ حلالہ کو قرآن کا مطلوب نکاح قرار دے تو بے شک اسے اختیار کر لیجیے، وگرنہ خدارا اس غیر شرعی اور غیر قرآنی عمل کو تحلیل شرعی کا نام نہ دیجیے۔

﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ﴾ (المائدۃ 5:5) سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن نے نکاح کو جہاں 'احصان' سے تعبیر کیا ہے، وہیں ان لفظوں سے نکاح کے مفہوم کا کامل احاطہ بھی کر لیا ہے، یعنی نکاح ایسا ہو کہ جو مُسَافحت (شہوت رانی) کا غیر ہو اور مُسَافحت کا غیر وہی ہو سکتا ہے جس میں احصان کا قصد ہو اور جو نکاح قصدِ احصان سے خالی ہو، وہ مُسَافحت کا غیر نہیں بلکہ اس کا عین ہے۔ جو لوگ نکاح کی غرض و غایت فقط جنسی ملاپ کو قرار دیتے ہیں، انھیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔ سچ کہیے، کیا مروّجہ حلالہ مرد و عورت کے درمیان فقط شہوت رانی اور جنسی تعلقات سے عبارت نہیں ہے؟ اور کیا ایسے نکاح میں دوران حلالہ علی الاعلان اور طلاق کے بعد چوری چھپے جنسی رابطے کا امکان نہیں ہے؟..... کوئی ہے جو اس پر غور کرے؟

اس لیے کہ جنسی بے راہ روی صرف مرد میں نہیں ہوتی، عورت میں بھی ہوتی ہے۔ حلالہ کی صورت میں اگر ایک بار ہی سہی، کسی عورت نے اپنے محلل کا ذائقہ چکھ لیا اور اسے مزہ آ گیا تو کیا طلاق کے بعد وہ دوبارہ اسی محلل سے جنسی رابطہ بحال رکھنے کی خواہشمند نہیں ہو سکتی؟ کیوں کہ جس طرح ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ﴾ کے الفاظ مرد کے تعلق سے آئے ہیں، اسی طرح ﴿مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ (النساء 25:4) کے الفاظ عورت کے تعلق سے بھی آئے ہیں، مطلب یہ کہ عورتیں بھی محصنہ بننے کے لیے قید نکاح میں آئیں، کھلے بندوں شہوت رانیاں اور خفیہ آشنائیاں کرنے والی نہ بنیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حلالہ جہاں ایک طرف کھلے بندوں اور علی الاعلان (بہ صورت نکاح)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہوت رانی کا ذریعہ بنتا ہے، وہیں چوری چھپے (بہ صورت طلاق) جنسی ملاپ کی سبیل بھی پیدا کر دیتا ہے۔

ہمارے نزدیک اس قرآنی فقرہ میں معانی کا ایک جہاں سمٹا ہوا ہے۔ اس فقرہ میں نکاح کی ایسی تعریف کی گئی ہے جس کی رو سے صرف متعہ ہی حرام نہیں ٹھہرتا بلکہ مروّجہ حلالہ بھی حرام ٹھہرتا ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں ہی احصان کی صفت سے خالی اور مسافحت کی شناعتوں سے پُر ہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟)) تو انھوں نے پوچھا: ((مَنْ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟))

آپ نے فرمایا:

((هُوَ الْمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ)) ❶

امام عبدالرزاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

((لَا أُوْتَى بِمُحَلِّلٍ وَلَا بِمُحَلَّلَةٍ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا)) ❷

''میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس سے حلالہ کیا گیا، لائے گئے تو میں ضرور ان دونوں کو رجم کر دوں گا۔''

سنن بیہقی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق سے روایت آئی ہے:

((رُفِعَ إِلَيْهِ رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِيُحَلِّلَهَا لِزَوْجِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ: لَا تَرْجِعْ إِلَيْهِ إِلَّا بِنِكَاحِ رَغْبَةٍ غَيْرِ دَلْسَةٍ.)) ❸

یعنی ایک ایسا مقدمہ ان کے سامنے پیش ہوا جس میں ایک شخص نے کسی عورت

---

❶ سنن ابن ماجہ: 1936 ومستدرک حاکم وصححہ وسنن بیہقی، بحوالہ روح المعانی از علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ: 141/2، مکتبہ امدادیہ، ملتان.

❷ مصنف عبد الرزاق: 10777.

❸ روح المعانی: 141/2.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اس کے سابق شوہر کے لیے حلالہ کے طور پر نکاح کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے ان دونوں کو الگ کر دیا اور فرمایا کہ وہ عورت اپنے پہلے خاوند سے رجوع نہیں کر سکتی، تاوقتیکہ اپنا مرغوب نکاح نہ کرے، یعنی ایسا نکاح جو (مروجہ حلالہ کی) ملاوٹ سے پاک ہو۔

آپ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کو ملعون قرار دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قابل رجم فعل گردانا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے وصف نکاح سے مجرد مانا ہے، ایسی صورت میں ان قطعی روایتوں کے باوجود مروجہ حلالہ پر اصرار نا قابل فہم ہے۔

پیر محمد کرم شاہ ازہری نے ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرۃ 230:2) کی جو تفسیر کی ہے، اس میں بھی حلالہ مروّجہ کا ردّ موجود ہے، اسے بھی ایک نظر دیکھ لیجیے۔ فرماتے ہیں:

''یہاں سے تیسری طلاق اور اس کے حکم کا بیان ہے، یعنی اگر تیسری طلاق بھی اس نے دے دی تو اب جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے بالکل اسی طرح بسنے کی نیت سے نکاح نہ کرے، جیسے اس نے پہلے خاوند کے ساتھ کیا تھا اور پھر وہ دوسرا خاوند ہم بستری کرنے کے بعد کچھ مدت گزرنے پر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے، اس وقت تک وہ پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں جا سکتی، یہ ہے قرآن کریم کا واضح ارشاد، جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، آج کل اس کا حل حلالہ کی باعثِ صد نفریں صورت میں تلاش کر لیا گیا ہے، اس کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم پیش نظر رہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ))

''حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی پھٹکار اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے اس پر بھی اللہ کی پھٹکار۔''[1]

[1] تفسیر ضیاء القرآن: جلد اول، البقرۃ، حاشیہ زیر آیت نمبر: 230، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرۃ 230:2) میں جس تحلیل شرعی کا بیان ہے، وہ عرفاً وہی ہے جو آپ نے پیر صاحب کے حوالہ سے اوپر ملاحظہ کیا، جسے میں اپنے لفظوں میں کچھ اس طرح بیان کروں گا کہ قرآنی حلالہ وہ ہے کہ جس میں بہ وقتِ نکاح، شرطِ طلاق پائی جائے نہ قصدِ طلاق۔ فریقین کی باہمی رضامندی سے زندگی بھر کے نجوگ کے ارادہ سے وہ عورت کسی اور سے نکاح کرے، پھر اگر قدرتی طور پر وہ نکاح کامیاب نہ ہو سکے اور طلاق واقع ہو جائے یا اس عورت کا دوسرا شوہر جہانِ فانی سے ہی رخصت ہو جائے تو اس صورت میں وہ عورت اپنے شوہر کے لیے بہ غرض نکاح حلال ہو جائے گی۔ غرض اس تحلیل شرعی میں کوئی سازش اور کوئی خفیہ ہاتھ ایسا نہیں کہ جو عورت کے لیے اس کے پہلے شوہر کو حلال کرنے کے لیے استعمال میں آیا ہو۔ یہ جو کچھ بھی ہوا محض اتفاق تھا اور بالکل فطری طور پر واقع ہوا، اسی اتفاق اور فطرت کے حسین امتزاج کو قرآنی حلالہ کہا جاتا ہے اور قرآن نے ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرۃ 230:2) والی آیت میں اسی حلالہ کو بیان کیا ہے نہ کہ حلالۂ مروّجہ کو۔ [1]

3 حلالہ قرآن کے خلاف سازش ہے!

بھارت کے ایک حنفی عالم مولانا الطاف احمد اعظمی سابق پروفیسر جامعہ ہمدرد، نئی دہلی اپنے ایک فاضلانہ مقالے بعنوان 'اسلام کا قانون طلاق' میں لکھتے ہیں:

یاد رہے، ان کا یہ مقالہ اس مجموعہ مقالات میں شامل ہے، جو علی گڑھ میں منعقدہ ایک سیمینار میں پیش کیے گئے اور پھر کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ فرماتے ہیں:

''اس وقت مسلم سماج میں جو بہت سے ناپسندیدہ رسوم و رواج اسلام کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر داخل ہو گئے اور ان کو قبول بھی کر لیا گیا ہے، ان میں سب سے برا رواج (بیک وقت) تین طلاقوں کا ہے اور پھر حلالے کی گندی رسم۔ بجائے اس کے کہ علماء اس غلط رسم و رواج کو مٹاتے، ان کی طرف سے ان کی سند جواز

[1] ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ، بھارت بابت ماہ جون 2007ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مل گئی ہے۔''

اور 'گندی رسم' پر حاشیہ دے کر لکھتے ہیں:

''حلالے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ عورت کا نکاح کیا جاتا ہے اس سے پہلے سے طے ہو جاتا ہے کہ وہ نکاح کے بعد..... اس کو طلاق دے دے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ معاملہ قرآن کی ہدایت کے بالکل خلاف ایک سازش ہے۔ نبی ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔''[1]

4 حلالہ سراسر لغو اور لعنتیوں کا کام ہے!

مولانا عبد الحلیم قاسمی (بانی جامعہ حنفیہ، گلبرگ، لاہور) اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

''اب اس معاملے کو حلالے کے نام سے مشروط نکاح کسی شہوت پرست مرد سے کر دیا جاتا ہے اور صبح اس عورت کو پہلے خاوند کے حوالے کر کے ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ پر عمل ظاہر کر دیا جاتا ہے جو سراسر لغو اور لعنتیوں کا کام ہے۔ کوئی غیرت مند آدمی اپنی عورت کو گائے، بھینس اور بکری بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتا، لیکن یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اللہ کی پناہ مختلف علاقوں میں حلالہ نکالنے کے لیے خاص آدمی ہر وقت تیار رہتے ہیں۔''

آگے 'ایک مجلس کی تین طلاقوں' کو ایک ہی طلاق شمار کرنے کو عہد نبوی ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور مبارک اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں دو سال تک کا عمل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سیاسۃً ایک مجلس میں تین طلاقوں کو تین تسلیم کر لیا تھا، یہ آپ کی سیاست تھی جس میں تبدیلی کا امکان ہے۔ چنانچہ اکثر جلیل القدر صحابہ

[1] مجموعہ مقالات سیمینار بعنوان 'خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات'، ص: 169 اور 180، ناشر ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ، طبع 2010ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس معاملے میں اختلاف فرمایا ہے جو کتب احادیث میں بادلائل موجود ہے۔ آج تک کسی مفتی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ یہ لکھ کر دے کہ یہ فیصلہ حضور ﷺ کا نہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لکیر کے فقیر بن کر غلط راستے پر گامزن ہیں اور ایک ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر سفاح (بدکاری) ہے۔ اس لیے حضور پاک ﷺ نے واضح الفاظ میں لعنتی قرار دیا ہے اور مانگا ہوا بکرا اس کو فرمایا جو زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔'' ❶

5 اسلام (حلالے کے جواز جیسی) ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہوگا!!

پیر کرم شاہ ازہری، جج سپریم اپیلیٹ شریعت بنچ، بریلوی مکتب فکر کی ایک نمایاں شخصیت گزری ہے۔ یہ جب جامعہ ازہر (مصر) سے پڑھ کر آئے تو 'دعوت فکر ونظر' کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جس میں انھوں نے نہایت پرزور انداز میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے پر زور دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو ایک تعزیری اقدام قرار دیا اور فرمایا کہ اب یہ تعزیری اقدام حلالے جیسی بے غیرتی اور ارتداد کا باعث بنا ہوا ہے، اس لیے علماء ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرنے کا فتویٰ دے کر امت پر رحمت کا دروازہ کھول دیں۔ ان کے فرمان کو انھی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

''لوگوں میں شرعی احکام کے علم کا فقدان ہے۔ اُنھیں یہ پتہ ہی نہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا کتنا بڑا جرم ہے اور تلعُّب بکتاب اللّٰہ کے مترادف ہے۔ وہ غیظ وغضب کی حالت میں منہ سے بک جاتے ہیں، اُنھیں تب ہوش آتا ہے جب انھیں بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک جنبش لب سے اپنے گھر کو برباد کر دیا ہے۔ اس کی رفیقۂ حیات اور اس کے ننھے بچوں کی ماں اس پر قطعی حرام ہوگئی ہے۔ اس کی نظروں میں دنیا تاریک ہوجاتی ہے۔ یہ ناگہانی مصیبت اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے، پھر وہ علماء صاحبان کی خدمت میں حاضر

❶ مکتوب بنام محمد طفیل، ملتان، بحوالہ، ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ دارالسلام، لاہور، ص: 181 تا 183۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں جو باستثنائے چند حضرات، بڑی معصومیت سے اُنھیں حلالے کا دروازہ دکھاتے ہیں۔ اس وقت اُنھیں اپنے غیور رسول کی وہ حدیث فراموش ہوجاتی ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ))

''حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جائے، اس پر بھی اللہ کی لعنت۔''

اس سلسلے میں ایک اور حدیث بھی سن لیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمھیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ کی لعنت ہو، حلالہ کرنے والے پر بھی اور اس پر بھی جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔''

ان علمائے ذی شان کے بتائے ہوئے حل کو اگر کوئی بدنصیب قبول کر لیتا ہوگا تو اسلام اپنے کرم فرماؤں کی ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہوگا اور دین سبز گنبد کے مکین کی دہائی دیتا ہوگا۔

اب حالات دن بدن بدتر ہو رہے ہیں۔ جب بعض طبیعتیں اس غیر اسلامی اور غیر انسانی حل کو قبول نہیں کرتیں اور اپنے گوشۂ عافیت کی ویرانی بھی ان سے دیکھی نہیں جاتی تو وہ پریشان اور سراسیمہ ہو کر ہر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ اس وقت باطل اور گمراہ فرقے اپنا آہنی پنجہ ان کی طرف بڑھاتے ہیں اور انھیں اپنے دام تزویر میں بھی پھنسا لیتے ہیں۔ اس کی بیوی تو اسے مل جاتی ہے لیکن دولت ایمان لوٹ جاتی ہے۔ میرے یہ چشم دید واقعات ہیں کہ کنبے کے کنبے مرزائی اور رافضی ہو گئے۔ جب حالات کی سنگینی کا یہ عالم ہو، جب یہ تعزیر (بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کی رائے) بے غیرتی کی مہر ہو بلکہ اس کی موجودگی سے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہو۔ ان حالات میں علمائے اسلام کا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرض نہیں کہ امت مصطفیٰ ﷺ پر درِ رحمت کشادہ کریں (یعنی ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیں)'' (دعوت فکر ونظر)

پیر صاحب موصوف کا یہ مقالہ حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے حکم پر اس کتاب میں شامل کیا گیا تھا جو احمد آباد (بھارت) میں منعقدہ سیمینار کے مقالات کے مجموعے پر مشتمل تھی۔ ان سب کا موضوع مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ ہی تھا۔ پیر صاحب کے مقالے کی بیشتر عربی عبارتوں کا ترجمہ بھی راقم ہی نے کیا تھا، یہ 1979ء کی بات ہے جب سے یہ فاضلانہ مقالہ: ''ایک مجلس کی تین طلاقیں'' 'مجموعہ مقالات علمیہ' نامی کتاب کا حصہ ہے اور نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور کی شائع کردہ ہے۔ پیر صاحب کا مذکورہ اقتباس، اس کتاب کے صفحہ 342، 343 پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

6 نکاح بشرطِ تحلیل حرام اور موجب لعنت ہے!

مولانا کفایت اللہ دہلوی مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، علمائے احناف (دیوبند) میں وہ مفتی اعظم ہند مانے اور سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے فتاویٰ 9 جلدوں میں 'کفایت المفتی' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔ اس مجموعہ فتاویٰ میں درج ایک سوال، جواب ملاحظہ فرمائیں:

''سوال:..... شرع شریف میں حلالہ کس کو کہتے ہیں؟ بعض علاقوں میں مروّجہ حلالہ عمل میں لاتے ہیں، کسی کے لیے حلالہ کرتے ہیں، بعض مفتی اس پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو حدیث شریف لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ کا کیا مطلب ہے؟

(359) جواب:..... مطلقہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر لے اور پھر اس سے طلاق یا موتِ زوج کی وجہ سے علیحدہ ہو کر پہلے زوجِ مطلق کے لیے حلال ہو جاتی ہے، اس کا نام حلالہ ہے۔ لیکن زوج اول یا زوجہ کے کسی ولی کی طرف سے زوجِ ثانی سے یہ شرط کرنا کہ وہ طلاق دے دے اور زوجِ ثانی کا اس شرط کو قبول کر کے نکاح کرنا، یہ حرام ہے۔ اس میں فریقین پر لعنت کی گئی ہے۔ حدیث میں، جو سوال میں مذکور ہے، اس کا مطلب یہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تحلیل کی شرط کر کے نکاح کرنا موجب لعنت ہے۔ ❶

7 حلالے کی رائج شکل بالکل متعہ کی طرح ہے

ایک اور حنفی عالم مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی فاضل دیوبند، مدرّس مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں (بھارت) مجلس واحد کی تین طلاقوں کی خرابیوں کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''جب لوگ دینی ناواقفیت اور جذبات کی شدت سے مجبور ہو کر (اکٹھی) تین طلاق دیتے ہیں تو صحیح حکم کے ظاہر ہونے کے بعد سخت نادم ہوتے ہیں اور دنیا بھر کی حیلہ جوئی اور چارہ گری تلاش کرتے ہیں، ایسی غلط تدبیر اختیار کرتے ہیں کہ پھر وہ عورت اس کے نکاح میں بغیر تحلیل (شرعی) کے آجائے یا باقی رہ جائے۔

اس سے متعدد خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اگر طلاق دینے والا حنفی مسلک رکھتا ہے اور اسی پر قائم رہنا چاہتا ہے تو لامحالہ تحلیل کی شکل اختیار کرتا ہے، شرط باندھ کر دوسرے سے نکاح کراتا ہے کہ تم کل طلاق دے دینا اس طرح وہ شریعت کے نزدیک مجرم ٹھہرتا ہے۔''

اس کے بعد موصوف نے حلالے کے لعنتی اور زنا کاری ہونے کی بابت احادیث و آثار نقل فرمائے ہیں، پھر لکھتے ہیں:

''اب آپ غور کر کے دیکھیے کہ ہمارے معاشرے میں کون سی شکل رائج ہے؟ بالکل متعة النساء کی طرح مشروط نکاح کیا جاتا ہے اور اگلے دن نکاح کرنے والے سے طلاق لے لی جاتی ہے۔ اس شکل میں بعض ایسے شرم ناک اور حیا سوز قصے سننے میں آتے ہیں کہ کس طرح شریعت کا مزاج اس کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، جب ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو میں سنگ سار کروں گا۔''

❶ کفایت المفتی، از مولانا کفایت اللہ دہلوی، ج 6، ص 361، 362، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد موصوف نے ایسے بعض واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کر کے رجوع کا حق دینے کے بجائے، تین ہی طلاقیں شمار کر کے صلح اور رجوع کا راستہ بالکل بند کر دیا تو دونوں میاں بیوی کس طرح نہایت عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ اہل علم محولہ کتاب میں یہ واقعات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آخر میں فاضل مضمون نگار نے ایسے عبرت ناک انجام سے یا حلالے جیسے لعنتی کام سے بچنے کا حل یہی بتلایا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق سمجھا جائے۔''[1]

[1] مجموعہ مقالات علمیہ: 'ایک مجلس کی تین طلاق'، ص: 32 تا 34۔ مکتبہ نعمانی، اردو بازار، لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حوالے کی بابت استفسار اور اس کا جواب

السلام علیکم! عرصہ دراز سے آپ کے مجلّے کا قاری ہوں۔ گزشتہ دنوں صحیفہ اہل حدیث، جلد نمبر 95 شمارہ 21، 22 (ستمبر 2013ء) میں ایک مضمون تفویض طلاق کے حوالے سے پڑھنے کو ملا، دوسری قسط میں، ص 23 پر مذکور ایک عبارت کا مستند اور صحیح حوالہ مطلوب ہے، عبارت یہ ہے:

''فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے..... اگر کسی عورت کو اس کا خاوند نہ چھوڑتا ہو اور وہ اس کے ہاتھ سے تنگ ہو تو وہ خاوند کے بیٹے سے زنا کروالے تاکہ وہ خاوند پر حرام ہو جائے۔''[1]

1 جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے وہ فقہ حنفی کی کتاب نہیں بلکہ حدیث کی کتاب صحیح بخاری کی کوئی شرح ہے؟ لکھنے والا مصنف متعارف نہیں کہ وہ حنفی ہے یا کوئی اور، مکتبہ قدوسیہ لاہور غالباً ایک اہل حدیث مکتبہ ہے؟

2 اگر آپ نے یہ بات فقہاء احناف کی کتابوں میں پڑھی ہے تو ان کی اصل کتابوں سے حوالہ دے کر معیار تحقیق و اجتہاد بڑھائیں؟ فقہ حنفی کی کم از کم دو یا تین کتابوں کا حوالہ دیں تاکہ ''کتابوں'' لفظ جمع کا اطلاق سچ ہو سکے؟

3 آپ کے جواب کا شدت سے انتظار رہے گا کہ فقہ حنفی کی مستند، متداول کتب سے نشاندہی فرمائیں کیونکہ ایک صاحب کا یہ کہنا ہے کہ صریح جھوٹ ہے جو فقہائے احناف کی طرف منسوب کیا گیا۔ والسلام

خیر اندیش: خالد شجاع

[1] شرح بخاری، از مولانا داؤد راز دہلوی: 8/266، طبع مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:.....از حافظ صلاح الدین یوسف (رحمہ اللہ)

جن صاحب نے کہا ہے کہ یہ صریح جھوٹ ہے جو فقہائے احناف کی طرف منسوب کیا گیا ہے، وہ غالباً حرمت مصاہرت کے بارے میں حنفی مسلک سے آگاہ نہیں ہیں، جس پر محولہ مسئلہ متفرع ہے۔

حنفی مسلک یہ ہے جو فقہ حنفی کی ساری کتابوں میں موجود ہے کہ کسی مرد کی بیوی اس کے بیٹے سے یا مرد اپنی بیوی کی بیٹی (جو دوسرے خاوند سے ہو) یا اپنی ساس (بیوی کی ماں) سے بطریق شہوت لمس کرے (چھو لے) یا بدکاری کر لے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی۔

اور اس مسئلے میں فقہائے احناف اتنے متشدد ہیں کہ اگر بھول کر یا غلطی سے بھی شہوت کے ساتھ لمس ہو جائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ حالانکہ بھول کر یا غلطی سے ہاتھ لگ جائے تو اس میں شہوت کا دخل نہیں ہوتا لیکن احناف ایسی صورت میں بھی رعایت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، جب کہ شریعت اسلامیہ میں نسیان (بھول چوک) اور غیر ارادی (غلطی) سے ہونے والے فعل میں معافی اور عدم مؤاخذہ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

مسلک احناف کے برعکس جمہور علماء وفقہاء اس کو ناجائز اور قابل تعزیز یا قابل حد (اگر زنا کاری ہو) جرم تو گردانتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ کسی فعل حرام سے حلال کام حرام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

ہم نے فقہ حنفی کا جو مسئلہ لکھا ہے مفتیان احناف کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے اصل مسئلہ ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد اس پر متفرع محولہ مسئلے کی بابت عرض کیا جائے گا۔

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

سوال (989):.....زید مقر ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کی عورت کو شہوت سے مس کیا ہے، آیا زید کے بیٹے پر اس کی عورت حرام ہو گئی ہے یا نہیں؟

الجواب:.....زید کا کہنا بیٹے پر حجت نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر بیٹا بھی اس کی تصدیق کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور گواہوں سے ایسا مس ثابت ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے تو بیٹے پر وہ عورت ممسوسۂ پدر باشہوۃ (شہوت سے باپ کی چھوئی ہوئی) حرام ہوگئی....."[1]

مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند کا فتویٰ

سوال:..... زید سے بحالت شہوت غلطی سے مساس بنت واقع ہوا، معلوم ہوتے ہی تائب و نادم ہوا..... غلطی اور غیر غلطی کا بھی کچھ فرق ہے یا نہیں؟ برتقدیر حرام ہونے ام ممسوسہ کے اس مسئلے میں احناف کے نزدیک کوئی حیلۂ شرعی معتبر ہے یا نہیں؟

(301) جواب:..... مس بالشہوۃ میں غلطی اور قصد اور سہو کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ثم لا فرق فی ثبوت الحرمة بالمس بین کونه عامدًا او ناسیًا مکرهًا او مخطئًا، کذا فی فتح القدیر (عالمگیری)[2]

(2) سوال:..... ایک شخص نے بعمر تقریباً 65 سال بطور محبت بلا ارادہ صحبت اپنے لڑکے کی بیوی کو پیار کیا یعنی بوسہ لے لیا، قصد بالکل کوئی دوسرا نہیں اور نہ ارتکاب کیا گیا۔ اس کے لیے شرع کیا حکم دیتی ہے اور اگر اس کی عورت اس پر حرام ہوگئی تو اس کا نان ونفقہ اور رہائش کا کیا حکم ہے؟

(311) جواب:..... اگر لڑکے کی بیوی کا بوسہ لیتے وقت اس شخص کو شہوت نہ تھی اور دل میں بھی شہوت کا خیال نہ تھا تو یہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی لیکن اگر یہ بوسہ شہوت سے لیا گیا تو یہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی۔ اگر یہ شخص قسم کے ساتھ کہہ دے کہ شہوت نہ تھی تو اس کا اعتبار کر لیا جائے گا۔"[3]

(3) سوال:..... بہشتی زیور حصہ چہارم ص 5 پر مسئلہ:

رات کو اپنی بی بی کے جگانے کے لیے اٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا یا ساس پر

---

[1] عزیز الفتاویٰ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند) جلد اول، ص: 536 دار الاشاعت کراچی۔

[2] کفایت المفتی، ج: 5، ص: 181، 182، باب حرمت مصاہرت۔

[3] کفایت المفتی، ج: 5، ص: 189.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ پڑ گیا اور بی بی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو اب وہ مرد اپنی بی بی پر حرام ہو گیا، اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں ہے اور لازم ہے کہ یہ مرد اس عورت کو طلاق دے دے، تو اب سوال یہ ہے کہ جب دونوں اس میں بے قصور ہیں تو طلاق دینے کی کیا وجہ ہے؟

(316) جواب:..... بہشتی زیور سے جو مسئلہ آپ نے نقل کیا یہ مسئلہ حنفیہ کے نزدیک اسی طرح ہے کہ اگر غلطی سے یا قصداً کوئی شخص اپنی لڑکی یا اپنی ساس کے بدن کو بغیر حائل ہاتھ لگا دے اور اس کو خواہش (شہوت) ہو تو اس کی لڑکی کی ماں یا ساس کی بیٹی (یعنی ہاتھ لگانے والے کی بیوی) اس پر حرام ہو جاتی ہے اس میں اگرچہ بیوی کا قصور نہیں اور غلطی ہو جانے کی صورت میں مرد کا بھی قصور نہیں مگر حرمت کی وجہ دوسری ہے جس میں قصور ہونے نہ ہونے کو دخل نہیں ہے، حنفیہ کا مذہب یہی ہے۔ واللہ اعلم [1]

محولہ مسئلے (یا حیلے) کی بابت دو مستند حوالے

امام شافعی رحمہ اللہ نے زیر بحث پر عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں بڑی مفصل بحث کی ہے جو کئی بڑے صفحات پر مشتمل ہے اور یہ بحث مکالمے کی صورت میں ہے اور دسیوں قسم کے عقلی و نقلی دلائل سے احناف کے مسئلہ حرمت مصاہرت کا رد کیا ہے۔ یہاں اس کی صرف ایک دلیل جو بطور مکالمہ ہی ہے، پیش کی جاتی ہے۔

''امام شافعی فرماتے ہیں میں نے اس (فریق مخالف) کو کہا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ ﴾

''جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو طلاق دے دو.....''

اور فرمایا: ﴿ فَإِنْ طَلَّقَهَا ..... ﴾ ''پھر اگر وہ مرد اس کو طلاق دے دے۔''

اس میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کا مالک مرد کو بنایا ہے اور عورتوں کو عدت گزارنے کا حکم دیا

[1] کفایت المفتی: 5/193.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ فریق مخالف نے کہا: ہاں، میں نے کہا: عورت کی بابت بتلاؤ، اگر وہ اپنے خاوند کو طلاق دینے کا ارادہ کرے، تو کیا وہ طلاق دے سکتی ہے؟ فریق مخالف نے کہا: نہیں، میں نے کہا: تم نے اس عورت کو طلاق کا حق دے رکھا ہے؟ اس نے کہا: کیسے؟ میں نے کہا: تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند کو ناپسند کرے (اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہے) تو اس کے بیٹے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے، اس طرح اس کے بیٹے کا بوسہ لینے سے وہ اپنے خاوند پر حرام ہو جائے گی۔ پس تم نے اس عورت کو (طلاق دینے کا) وہ حق دے دیا ہے جو اللہ نے اسے نہیں دیا اور یوں یہاں تم نے اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی کی جو حکم اس آیت اور اس سے ماقبل آیات میں ہے۔"[1]

کتاب الأم میں امام شافعی نے ص 153 سے 157 تک اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کا یہ مسئلہ ائمہ متقدمین کا ہے، متأخرین کا بھی نہیں بلکہ امام صاحب نے قال، اقول (قُلت) کے انداز میں جو گفتگو کی ہے، قَالَ سے مراد بظاہر امام محمد رحمہ اللہ اور قلتُ سے امام شافعی ہیں۔ کیونکہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس مسئلے میں امام محمد اور امام شافعی کی گفتگو کو مناظرے سے تعبیر کیا ہے۔ ان کی اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو جس میں ناپسندیدہ خاوند سے نجات حاصل کرنے کا بعینہ وہی طریقہ بتلایا ہے جو صحیح بخاری کی شرح کے حوالے سے راقم نے اپنے مضمون میں نقل کیا تھا، جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ کوئی حنفی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

ملاحظہ فرمائیے:

"وذكر الشافعي انه ناظر محمداً في امرأة كرهت زوجها وامتنع من فراقها فمكنت ابن زوجها من نفسها فانها تحرم عندهم على زوجها على قولهم ان حرمة المصاهرة تثبت بالزنا"

[1] كتاب الأمّ: 3/ 154، طبع: 1973ء.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''امام شافعی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے امام محمد سے ایسی عورت کی بابت مناظرہ کیا جو اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہے لیکن خاوند اس کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تو وہ عورت اپنے خاوند کے بیٹے کو اپنے نفس پر اختیار دے دیتی ہے (یعنی اس سے بدکاری کر لیتی ہے) تو وہ عورت (اس حیلے سے) ان کے نزدیک اپنے خاوند پر حرام ہو جائے گی، ان کے اس قول کی بنیاد پر کہ حرمت مصاہرت زنا سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔''[1]

علمائے احناف کے مذکورہ فتوؤں اور امام شافعی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کے حوالوں کے بعد تو اس مسئلے میں نہ ابہام رہنا چاہیے اور نہ اس بات کی گنجائش کہ فقہائے احناف ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔

موجودہ علمائے احناف ومفتیان کرام سے استفسار کر لیا جائے

جب مسئلے کی نوعیت یہ ہے کہ حنفی مذہب کی رو سے خاوند کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں ہوسکتا۔ اس پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ ایک عورت علیحدگی چاہتی ہے لیکن خاوند اس کو طلاق دے کر اس کو کسی صورت بھی آزاد نہیں کرتا۔ احناف کہتے ہیں: کسی پنچایت یا عدالت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مداخلت کر کے عورت کو علیحدگی دلوا دے۔ اگر کوئی عدالت ایسا کرے گی بھی تو علیحدگی نہیں ہوگی اور عدالتی خلع کے بعد اگر عورت کسی اور سے نکاح کرے گی تو ساری عمر زنا کاری کا ارتکاب کرے گی، تو اب ایسی صورت میں ایک حنفی عورت اپنے خاوند کے بیٹے کا بوسہ لے کر یا اس سے اپنا منہ کالا کرا کر اپنے آپ کو اپنے خاوند پر حرام کر لے تو وہ واقعی اپنے خاوند پر حرام ہوگی یا نہیں؟ (جواب دیا جائے۔)

اگر حنفی علماء یہ فتویٰ دے دیں کہ وہ عورت اس حیلے سے اپنے خاوند پر حرام نہیں ہوگی، وہ بدستور میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں تو ہم اپنی بات سے رجوع کر کے معذرت کر لیں گے کہ مولانا داؤد راز دہلوی مرحوم کے حوالے سے ہم نے جو حنفی مذہب بیان

[1] فتح الباری: 12/ 415، طبع دار السلام.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے، وہ جھوٹ ہے احناف کا یہ مسلک نہیں ہے اور اگر وہ مبینہ صورت واقعی حنفی مذہب کے عین مطابق ہے تو معترض کو اپنے قصور علم کا اعتراف کر لینا چاہیے یا اس مذہب کو خیر باد کہہ کر عامل بالحدیث بن جانا چاہیے۔

واللّٰه الهادي الى الصراط المستقيم[1]

[1] صحیفہ اہل حدیث، کراچی، 2 فروری 2014ء، ص 23۔25.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

طلاق، خلع اور حلالہ

Designed: EZDAN DIGITAL عبدالواسع 0307-4122161

مکتبہ ضیاء الحدیث 124/40، شاداب کالونی، علامہ اقبال روڈ،
گڑھی شاہو، لاہور 0335-4945467, 0322-4945467

ZIAUL-HADEES LAHORE